[illegible] فاروق حسن صاحب مارہروی بقیمت [illegible]

سلسلۂ کتب خسروی بہ سرپرستی اعلیٰ حضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ

من عشق وعفّ فمات فهو شهيد

نامش کہ ز غیب شد مسجل
مجنون لیلیٰ بعکس اول

مثنوی

مجنون لیلیٰ

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تصحیح و تنقید جناب مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوئی

عطیہ حضرت دار ایی سلمہ ۱۳۳۵ھ ۱۷ ۱۹ء محمد فاروق حسن [illegible]
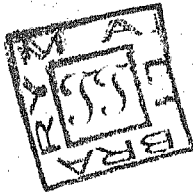
انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب اجازت
اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز ہائنس آصف جاہ
مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نواب میر سر عثمان علی خان بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ
ملکہ و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نام نامی و اسم
گرامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے۔

فہرستِ مضامین

صفحہ	مضمون
	مقدمہ
۱	تمہید
۴	مجنوں لیلیٰ
۵	قصۂ لیلیٰ مجنوں
۱۴	شخصیات
	(۱) مجنوں ۱۴ (۲) لیلیٰ ۱۶
۲۰	تصویرِ فطرت
	(۱) بہار ۲۰ (۲) خزاں ۲۱
	(۳) دوپہر کی تپش ۲۳
۲۳	واقعہ نگاری
	(۱) لیلیٰ اور اُس کی ما ۲۴ (۲) مجنوں کی ما ۲۵
	(۳) مجنوں کا باپ ۲۶ (۴) مجنوں کی سرگردانی ۳۰
	(۵) لیلیٰ کے باپ کو پیامِ شادی ۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مقدّمہ

حُسنِ اتفاق، حضرت امیر خسرو کو سات برس کی عمر میں داغِ یتیمی نصیب ہوا تو انھوں نے اپنے نانا عماد الملک کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی۔ امیر سیف الدین والد کا نام تھا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

سیف از سرم برفت و دلِ من دو نیم ماند
دریائے ما رواں شد و دُرِّ یتیم ماند

آج تقریباً سات سو برس کے بعد دوسرے نواب عماد الملک کے فیضِ تربیت سے کلامِ خسروی کے دُرِّ یتیم تازہ آب و تاب سے دیدۂ روزگار کو روشن کر رہے ہیں نہیں نہیں، طوطیِ ہند کے فرزندانِ معنوی (جو باپ کے دامنِ شفقت سے جُدا ہو کر کس مپرسی کی یتیمانہ بیکسی میں مبتلا اور بیدرد کاتبوں کی جفاکاری سے نیم مُردہ بلکہ مردہ ہیں) حیاتِ تازہ حاصل کر رہے ہیں۔ مہمات و جزئیات کالج کے ساتھ ساتھ

اہتمام کُلّیات خسرو کی باگ ایسے روشن دماغ[1] کے ہاتھوں میں ہی جو ادب فارسی کے گھرانے کا چشم و چراغ اور حسرتی مرحوم کا خلف رشید ہی۔

کُلّیات خسرو کے مختلف اجزا تصحیح و تنقید کے واسطے مختلف اہل دانش کے سپرد فرمائے گئے۔ مجنوں لیلی کی خدمت کا ع

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

عذر کیا مقبول نہوا۔ فحملہ الانسان قبول خدمت کے وقت ہرگز وہ دقّت ذہن میں نہ تھی جو پیش آئی۔ قدیم قلمی نسخوں کی صحت پر اعتماد اور کُلّی اعتماد تھا۔ تجربہ کے بعد بالکلیہ زائل ہو گیا۔ جو نسخہ صحت کے لئے مجھکو دیا گیا وہ ایک نسخہ سے منقول اور دوسے مقابلہ شدہ تھا۔ ایک قلمی نسخہ مقابلے کے واسطے مجھکو ملا۔ دوسرا میرے کتاب خانے میں تھا۔ میرے نسخے نے اوّل مقابلہ میں شکست کھائی۔ دوسرے نے بھی بار ہا ہتیار ڈالے مگر میں نے آخر تک مقابلہ کیا۔ بہت سے مقامات صحیح ہو گئے۔ تاہم اشعار کی خاصی تعداد کاتبوں کے پنجۂ ظلم سے نکلنے کو تڑپتی رہ گئی۔ ایک اور نسخہ عطا ہوا جو سر سالار جنگ کے کتاب خانہ کا تھا۔ اس سے بھی مدد ملی۔ ضرورت پھر بھی باقی تھی۔ دو نسخے اور دستیاب ہوئے۔ صحت کا قدم آگے بڑہا۔ اب بھی معدودے چند مقام صحت طلب ہیں۔ شوقِ تلاش دل میں ہی۔ اور نسخہ ہاتھ آتا ہے تو انشاءاللہ یہ بھی درست ہو جائیں گے۔

---

[1] نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکرٹری محمڈن کالج ۱۲

چند مہینے کے مطالعہ کے بعد مثنوی کی طرز بیان سے مناسبت ہوگئی نیز یہ بھی
تجربہ ہوگیا کہ کاتب کہاں کس قسم کی غلطی کرتے ہیں۔ کہیں کہیں اس مناسبت اور
تجربہ سے بھی کام نکلا۔ اگر صحت پر مفصل بحث کروں تو مبحث تو دلچسپ ہوگا لیکن
مقصود سے بُعد ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ ہی کہ جن نسخوں کا ذکر ہوا اُن میں سے تقریباً
ہر ایک پاکیزگیِ خط، خوبیِ کاغذ، زیب و زینت اور قدامت کے لحاظ سے نایاب
ہی۔ لیکن اصل مرض کی دوا نہیں یعنی صحت مفقود ہی۔ کاتبوں نے کند چھُری سے
خسرو کے معنوی شاہزادوں کو ذبح کیا ہی۔ نہ صرف ذبح کیا ہے بلکہ جہاں ہاتھ
پڑ گیا صاف اُڑا دیا۔ مجھکو حیرت ہی کہ صدہا برس کے دوران میں کسی نے ان
نسخوں کو نہ دیکھا۔ دیکھا تو صحیح نہ کیا اور اگر صحیح سمجھکر دیکھا تو کیا دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا
ہی کہ یہ نسخے محض کتاب خانوں کی زینت تھے۔ صحیح نسخے وہ ہوں گے جو ظاہری
آرایش سے معرا اہل فن کے لکھے ہوئے اور اُستادوں کے زیر مطالعہ رہکر زیور
صحت سے آراستہ ہوئے ہوں گے۔ افسوس کہ اب تک کوئی ایسا نسخہ ہاتھ نہیں
آیا۔ مجھکو قلمی کتابوں سے سالہا سال سے شوق ہی حیف کہ اس تلخ تجربہ نے کاتبوں کا
اعتبار بالکل کھو دیا۔ اسی کے ساتھ بارہا اُن بزرگوں کی محنت و ہمت پر دل سے
آفرین نکلی جنھوں نے قرآن و حدیث کو اہل قلم کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔
جزاہم اللہ عنا خیر الجزا۔ اگر یہ نہوتا تو کیا ہوتا۔ معاذ اللہ خود دین نہوتا۔
البلاءُ قدیمٌ۔ کاتبوں کے ظلم و ستم کا اندیشہ خود امیر خسرو کو بھی تھا۔

ہر کو نکند بہ طبع قابل

تا بعد نوشتنش مقابل

یا بیتے ازیں عدد کند کم

کم باد ز راحت اصلی از غم

مگر کاتب کب پروا کرتے ہیں۔ آج اگر امیر خسرو زندہ ہو کر اپنے کلام کی تباہی دیکھیں تو یقیناً فرطِ غم سے پھر زندگی سے خلاص پا جائیں ؎ صائب

ہرگز از چنگیز خاں بر عالم صورت نرفت

آں ستم کز کاتباں بر اہلِ معنی می رود

مجنوں لیلیٰ یہ مثنوی خمسۂ خسروی کی تیسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار اور شیریں خسرو کے بعد لکھی گئی ۶۹۸ھ میں منظوم ہوئی[1]۔ اس کی تصنیف کے وقت حضرت امیر خسرو کی عمر چوالیس[۴۴] برس کی تھی اور دیوان تحفۃ الصغر وسط الحیوٰۃ اور غرۃ الکمال اور مثنوی قران السعدین مرتب ہو چکی تھی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

چوں من بدو نامہ زیں ورق پیش

راندم قلمے بہ نکتۂ خویش

[1] ۶۹۸ھ میں امیر خسرو نے تین مثنویاں لکھیں مطلع الانوار، شیریں خسرو اور لیلیٰ مجنوں۔ ان کے اشعار کی مجموعی تعداد دس ہزار بیالیس ہے[۱۰۰۴۲] ۱۲ حسرت شروانی

ولہ

تاریخ زہجرت آنکہ بگذشت
سالش نود ست وشش صد وہشت ۶۹۸

خمسۂ نظامی کی مثنوی کا نام لیلیٰ مجنوں ہے طوطی ہند نے مجنوں لیلیٰ رکھا۔

نامش کہ زغیب شد مسجّل
مجنوں لیلیٰ بعکس اوّل

مجنوں لیلیٰ کے اشعار دو ہزار چھ سو ساٹھ ہیں۔

بیتش بہ شمار راستی ہست
جملہ دو ہزار وشش صد وشست ۲۶۶۰

نسخہ ہذا میں تعداد اشعار دو ہزار چھ سو آٹھ ہے ۲۶۰۸۔ مختلف نسخوں کے مقابلے سے اڑتالیس کا اضافہ ہوا۔ باون اب بھی کم ہیں۔

قصۂ لیلیٰ مجنوں لیلیٰ مجنوں کی حکایت کا تعلق سرزمین عرب سے ہے۔ اور یہ دو لا غیرفانی ہستیاں عربی نژاد تھیں۔ مردانہ عشق کا لوازمہ شورش اور جوش و خروش ہے عرب کے جذبات نے ہر میدان میں سادگی و صداقت کی قوت سے فتح پائی ہے۔ انھی اوصاف کی مدد سے قیس عامری بھی میدان عشق میں گوئے سبقت لے گیا۔ اُس کا حریفِ شہرت فرہاد سرزمین ایران کا ثمرہ تھا۔ چناں چنیں سے فرصت ہی ع

سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

قصرِ شیریں کی زیب و زینت کے لئے جوئے شیر کی فکر میں سرگرداں رہا۔ آخر تیشہ نے پانوں پر گر کر کام تمام کر دیا۔ مجنوں کی بے تعلقی کا یہ اثر ہے کہ اُس کی تصویر حماموں میں برہنہ کھینچی جاتی تھی ع

قیس تصویر کے پردہ میں بھی عُریاں نکلا

عشق کی تاثیر دیکھو۔ عربی، فارسی، ترکی، پشتو، اردو، یہ پانچوں زبانیں اُس کے دمِ گرم کی تاثیر سے منور و تابدار ہیں۔ یورپ کے لٹریچر بھی ان ناموں سے خالی نہیں۔ اور اس طرح ایک عالم آج تک اُس کے زیرِ نگیں ہے۔ اور کوئی دوسرا لٹریچر قیس کا ہمپایہ عاشق پیش نہیں کر سکا۔

اثرِ سوز و گداز کی قوت سے وہ مضامین جو سرزمین عرب سے مخصوص تھے فارسی اور اُردو میں شیر و شکر ہو گئے۔ ناقہ، محمل، ساربان، حُدی، صحرا، خارِ مغیلاں، قبیلہ، یہ تمام الفاظ گل و بلبل اور شمع و پروانہ کی مثل باعثِ گرمی ہنگامہ ہیں۔ شعرائے فارسی کی نکتہ سنجی و نزاکت آفرینی نے کیسے کیسے بدیع اسلوب پیدا کئے ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

شفائی اصفہانی ؎

ناقہ رامی راند لیلیٰ سوئے خلوت گاہِ ناز
ساربان در رہ حُدی میخواند و مجنوں میگریست

حافظ شیرازی ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اوّل قدم آن ست کہ مجنوں باشی

شاپور طہرانی ؎

غمش در نہاں خانۂ دل نشیند
بنازیکہ لیلےٰ بہ محمل نشیند

ملک قمی ؎

رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

عرفی شیرازی ؎

تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حُدوث تو و لیلائے قدم را

صائب ترشیزی ؎

داغ فرزندی کند فرزندِ دیگر را عزیز
تنگ تر گیرد ز مجنوں در بغل صحرا مرا

میرزا غالب دہلوی ؎

بہ شرع آمیز و حق می جو ز مجنوں کم نئی بارے
دلش با محمل ست اما سخن با ساربان دارد

عشق مجنوں کی حکایات گوناگوں تصوف میں سرمایۂ درد و مایۂ سوزش ہیں۔ اگر مختلف زبانوں کا وہ کلام جس میں مجنون و لیلیٰ کا ذکر ہے فراہم کیا جائے تو یقین ہی کہ ایک مختصر کتاب خانہ مرتب ہو جائے۔

اس میں سخت اختلاف ہی کہ مجنوں کا وجود واقعی ہے یا فرضی۔ صاحب اغانی نے اس پر مفصل بحث کی ہی۔ متعدد روایتیں فرضی ہونے کی تائید میں نقل کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہی کہ خاندان بنی امیہ کا ایک شاہزادہ کسی پری جمال پر فریفتہ تھا۔ رازِ عشق چھپانے کے لئے جو اشعار عالم وارفتگی میں کہتا مجنوں کے نام سے کہتا۔ ع

دیوانہ بکارِ خویش ہشیار

قوی قول یہ ہی کہ مجنوں اور لیلیٰ فی الواقع اس عالم میں تھے۔ نجد اُن کا وطن تھا۔ نجد عرب کا وہ حصّہ ہی جو شام سے متصل اور نہایت شاداب ہی۔ اُس کے سرسبز پہاڑ پھولوں کی خوشبو سے مہکتے ہیں۔ عرار[1] نجد مشہور ہی۔ دونوں قبیلۂ بنی عامر کے چشم و چراغ تھے۔

مجنوں کا نام قیس ہے۔ بعض نے مہدی بھی لکھا ہی۔ نسب قیس بن الملوح بن مزاحم بن عدی بن ربیعہ بن جعدہ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔ لیلیٰ کا نسب لیلیٰ بنت مہدی بن سعد بن مہدی بن ربیعہ بن الجریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کُنیّت ام مالک۔ مروان بن حکم اموی کے عہد کا یہ واقعہ ہی (سنہ ۶۴ھ لغایۃ سنہ ۶۵ھ)

---

[1] ایک خوشبودار درخت ۱۲ حسرت

بچپن میں دونوں اپنے اپنے گھر کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ اسی عالم میں عشق کا نشو و نما ہوا۔ جب سن بڑھا اور چرچا ہوا تو لیلیٰ کا پردہ ہو گیا۔ فراق سے مجنوں کی شورش بڑھی، شورش کے ساتھ شہرت و رسوائی۔ والدین نے فرطِ رحم سے شادی کا پیام دیا۔ خانۂ رسوائی تباہ، لیلیٰ کے ماں باپ کو داغ بدنامی گوارا نہوا۔ خانہ آبادی سے انکار کر دیا۔ برقِ انکار نے قیس کا خرمنِ ضبط و صبر پھونک دیا۔ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل گیا۔ بادیہ نوردی میں عشق کے جوہر چمکے۔ مجنوں سوزِ عشق کے ساتھ عربی فصاحت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ ہر موقع کے متعلق اُس کے پُر درد اشعار ہیں جو عشق و محبت کے آئین و آئینہ ہیں۔ میں یہاں کچھ نمونے دکھاتا لیکن ایک عبرت خیز واقعہ سے ڈرا ہوا ہوں۔

علامہ شبلی کی کتاب شعر العجم پڑھ کر اہلِ ذوق نے یہ داد دی کہ اگر اس میں اشعار فارسی کے بجائے اُردو ترجمہ ہوتا تو خوب ہوتا، اشعار فارسی سے بے لطفی ہو جاتی ہے۔ فارسی کا یہ حال ہے تو عربی کا کیا حشر ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بادیہ پیمائی میں مجنوں کے ہمدم خاص آہوانِ صحرا تھے۔ یوں رشتۂ ہمدمی سب دو دم کے ساتھ مستحکم تھا۔ بیٹے کی تباہی سے ماں باپ کا دل کُڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ حرم محترم میں لائے اور کہا کہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑ کر عشقِ لیلیٰ سے نجات پانے کی دُعا مانگو۔

مجنوں نے پردہ پکڑا اور کہا ؎

	(ترجمہ)
یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّی حُبَّہَا اَبَدًا	اے میرے رب لیلیٰ کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا
وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا	اور خدا اُس بندے پر رحمت کرے جو میری دُعا پر آمین کہے

ستم پر ستم یہ ہوا کہ بے درد والدین نے لیلیٰ کی شادی دوسری جگہ کردی مجنوں پر تو جو مصیبت گذری ہوگی وہ ظاہر ہے۔ لیلیٰ کی بیتابی و بیقراری نے شوہر پر زندگی وبالِ جان کردی اور تنگ آکر بے تعلق ہوگیا۔ مجنوں کبھی کبھی جوش وحشت میں دیارِ جاناں میں آتا اور دردناک اشعار سے لیلیٰ اور اُس کے اہل قبیلہ کو بیقرار کرجاتا آخر لیلیٰ اسی حسرت و یاس میں جان سے گذر گئی۔ مجنوں وفاتِ جاناں کی خبر سُنکر کب زندہ رہ سکتا تھا۔ نامراد مرگیا۔ یہ ہے عربی قصّہ کا خلاصہ۔

مثنوی مولٰنا نظامیؒ کے عنوان مفصلۂ ذیل ہیں:۔

حمد، مناجات، نعت، منقبت چار یار، معراج، نصیحت، ترتیب کتاب، مدحِ ممدوح، دعائے دولت، حسب حال، یادگذشتگان، آغاز داستان عشق مجنوں لیلیٰ، نالۂ مجنوں فراقِ لیلیٰ میں، لیلیٰ کے نظارہ کو مجنوں آتا ہے، سید عامری لیلیٰ کے گھر مجنوں کا پیامِ شادی لے گیا اور ناکام رہا، زاری مجنوں، سید عامری مجنوں کو زیارت کعبہ کے واسطے لے گیا، مجنوں کی دعا، قبیلۂ لیلیٰ مجنوں کی ہلاکت پر آمادہ ہوا، باپ کی نصیحت مجنوں کو، مجنوں کا جواب، سراپائے لیلیٰ اور اُس کی شورش، لیلیٰ کا باغ میں جانا، ابن سلام لیلیٰ پر عاشق ہوکر خواستگاریٔ نکاح کرتا ہے، نوفل کی مجنوں سے ملاقات اور پرسشِ حال، نوفل کی لڑائی قبیلۂ لیلیٰ سے، مجنوں کی شکایت نوفل کی، نوفل کی قبیلۂ لیلیٰ سے دوبارہ لڑائی، مجنوں کا مکالمہ کوّے سے، لیلیٰ اپنے باپ کے مجنوں کی مخالفت پر ناخوش ہوتی ہے، لیلیٰ کا نکاح ابن سلام سے، دونوں میں ناموافقت،

مجنوں نے لیلیٰ کے نکاح کا حال سُنا، سید عامری دوبارہ مجنوں کے پاس گیا، پدرِ مجنوں کی وفات، لیلیٰ کا مجنوں کے نام خط، مجنوں کا جواب، مجنوں کی لیلیٰ سے ملاقات باغ میں، ابن سلام کی بیماری اور وفات، لیلیٰ نے زید کو بھیجکر مجنوں کو بلایا، دونوں کی ملاقات، لیلیٰ کی بیماری اور ماں کو وصیت دلداریِ مجنوں کی، زید نے وفاتِ لیلیٰ کی خبر مجنوں کو پہنچائی، مجنوں لیلیٰ کی قبر پر جان دیتا اور اسی قبر میں دفن ہوتا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی مثنوی کے حسبِ ذیل عنوان قایم کئے ہیں: حمد، مناجات، نعت، معراج، مدح بادشاہ، خطاب بہ بادشاہ، حکایت دیوان، نصیحت فرزند کو، حکایتِ شباں، سببِ تالیف، مجنوں کی پیدایش، مکتب نشینی، مکتب میں لیلیٰ بھی ہے، درسِ عشق کی تکرار، افشائے راز، ما کی فہمایش لیلیٰ کو، پردہ نشینی، مجنوں کی وحشت و بادیہ نوردی، مجنوں کے باپ کا جنگل سے سمجھا کر مجنوں کو ما کے پاس لانا، ما کی نصیحت، مجنوں کا باپ لیلیٰ کے یہاں شادی کا پیام دیتا ہے، نفرت کے ساتھ جوابِ انکاری، سردارِ قبیلہ نوفل کا لیلیٰ کے خاندان سے لڑنا، اسی معرکہ میں مجنوں کی جانب سے کوّوں کی ضیافت، مجنوں کی شورش کی ترقی، نوفل نے خود اپنی لڑکی کا نکاح قیس سے کردیا، مجنوں کا جوشِ وحشت اور قطعِ تعلق، لیلیٰ کا نکاح کی خبر سُنکر مجنوں کو خط لکھنا، قیس کا جواب، احباب دھوکہ دیکر مجنوں کو باغ میں لے آئے، دیوانہ گھبراکر بھاگ نکلا، بلبل سے مکالمہ، سگِ لیلیٰ سے ملاقات، لیلیٰ بیمار پڑتی ہے، خواب میں مجنوں کو دیکھکر شدتِ بیقراری میں ناقہ پر سوار ہوتی اور مجنوں کے پاس جا پہنچتی ہے، لیلیٰ کی مراجعت، مجنوں کی

آہ وزاری، لیلیٰ کی زار نالی، لیلیٰ سہیلیوں کے ساتھ باغ میں جاتی ہے وہاں مجنوں کا ایک رفیق اُس کو پہچان کر مجنوں کی ایک غزل پر درد و سوزناک آواز سے گاتا ہے، لیلیٰ اُس کو سُنکر بیتابانہ مجنوں کا حال پوچھتی ہے، وہ رفیق امتحاناً مجنوں کی وفات کی خبر سُناتا ہے، لیلیٰ بیقرار ہو کر گھر آتی اور مُبتلائے مرضِ موت ہوتی ہے، بہارِ حُسن کی خزاں، لیلیٰ کی وفات، مجنوں خبر مرض سُنکر عیادت کو آتا اور جنازہ دیکھتا ہے، مستانہ ترانہ، دفن کے وقت جان دیتا اور ساتھ دفن ہوتا ہے، امیر خسرو اپنی والدہ اور بھائی کا نوحہ کرتے ہیں، خاتمۂ کتاب۔

داستانِ لیلیٰ مجنوں کا جو خاکہ ہم نے اوپر دکھایا اُس سے عیاں ہوتا ہے کہ قصۂ مذکور میں نہ بزم آرائی ہے اور نہ قصر و ایوان کی آراستگی، تکلف سے مبرا سوز و گدازِ عشق اور مصائبِ فراق کا جانسوز افسانہ ہے اور دشت پیمائی و بادیہ نوردی کی حکایت۔ اس کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی وہ سرکارِ خسروی میں وافر مہیا تھا، مبدأ فیاض نے دلِ پر درد اور سینۂ سراپا سوز عطا فرمایا تھا۔ حضرت نظام المشایخ قدس سرہٗ دعا میں اُن کے سوزِ سینہ کا واسطہ دیتے تھے، چشتی نسبت جوش و خروش کی ضامن تھی، غزل اُن کا خاص میدان تھی۔ قصۂ مجنوں کی جان تغزل ہے۔ فسانہ کا کمال یہ ہے کہ واقعہ معلوم ہو۔ واقعہ نگاری امیر خسرو کا حصّہ تھی۔ اُن کے دواوین کے مقدمات قیمتی تاریخ معلومات سے مالامال ہیں جن سے مورخوں نے مدد لی ہے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں جو شخصیت (کیرکٹر) ہے بولتی چالتی تصویر ہے۔ ہر قصہ واقعہ سے

ہمسری کرتا ہی۔ شاعر مصور فطرت ہی۔ امیر خسرو کے قلم نے جو تصویریں الفاظ میں کھینچی ہیں وہ مرقع مانی وبہزاد کی یادگار ہیں۔ امیر خسرو کا عہد ۶۵۴ھ سے ۷۲۵ھ تک ہی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مولانا نظامی مثنوی کی، سلمان ساوجی قصیدہ کی، اور شیخ سعدی غزل کی زبان مانجھ کر روکش آئینہ کر چکے تھے۔

امیر خسرو ان تینوں اقلیموں کے بادشاہ تھے۔ خود اُن کی شہادت ہی (اور اس سے بڑھکر شہادت کیا ہوسکتی ہی) کہ اُس عہد میں ہندوستان کی فارسی خراسان وایران کی فارسی سے زیادہ فصیح وصحیح تھی۔ خلاصہ یہ کہ جس پاکیزہ اور پُرسوز زبان کی ایک عشقیہ داستان کے لئے ضرورت ہی وہ مثنوی مجنوں لیلیٰ کی زبان ہے خود فرماتے ہیں۔

آرایش پیکر معانی

بستم بہ سلاست روانی

بعض بعض الفاظ اُس میں ایسے بھی ہیں جو بعد کو متروک ہو گئے مثلاً نائرہ، الفنج، ستنبہ، توزی۔ مگر یہ الفاظ ایسے موقع پر استعمال ہوئے ہیں جو پر تکلف ہیں مثلاً دیووں کا قصہ حُسن وعشق کی داستان میں وہی الفاظ ہیں جن پر ایک باکمال شیرازی واصفہانی فخر کرسکتا ہی۔ فغانی وحافظ کی غزلوں سے مقابلہ کرو ان الفاظ سے بہتر الفاظ نہ پاؤگے۔ اب ہم مذکورۂ بالا مضامین کا جُدا جُدا نمونہ دکھاتے ہیں۔

شخصیات (۱) مجنوں (بچہ مکتب میں جاتا ہے)

سالش بشمار ہفتم اُفتاد | زو نور بہ چرخ و انجم اُفتاد
شد تازہ چو نیم رستہ سروے | یا بال دمیدہ نو تدروے
زیرک دلیش چو باز خواندند | در پیش معلمش نشاندند
(خوبی تشبیہ ملاحظہ طلب ۱۲)
دانائے رقم زہبرِ تعلیم | کردش بہ کنار تختہ تسلیم

(ابتدائے عشق مکتب میں)

زانو زدہ قیس بر دگر سو | ہم چرب زباں و ہم سخن گو
نازک چو نہالِ نو دمیدہ | خوش طبع و لطیف و آرمیدہ
شیریں سُخنے کہ ہوش می بُرد | رونق زشکر فروش می بُرد
نالندہ بہ تختہ در دبستاں | چوں بُلبلِ مست در گلستاں
لحنش چو شدے بروزنِ گوش | از روزنِ جاں دوں شدی ہوش
زاں تن کہ صدائے او شنیدے | جاں رقص کناں بروں دویدے
از نامہ بجاں نورد می داد | از نالہ صدائے درد می داد

نو عمری کی شیریں آوازی میں جو درد کی چاشنی پیدا ہو گئی ہے اُس کی تصویر اس سے بہتر کیا کھنچ سکتی ہے ؏

از نالہ صدائے درد می داد

"چوں بُلبلِ مست در گلستاں" کی تشبیہ اس حال میں اور "یا بال دمیدہ نو تدروے" کی

تنبیہ اوپر کے بیان میں پڑھکر مقابلہ کرو، دونوں موقعوں کی تصویرِ شخصیت آنکھوں میں پھر جائے گی۔

(لیلیٰ کی پردہ نشینی کے بعد)

چوں ماند پری وشِ حصاری — در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند — در درسِ ادب دوید یک چند
می بست بخامشی دہن را — میداشت بہ حیلہ خویشتن را
آہے بجگر فرو دمی خورد — والماس بہ سینہ خُرد می کرد
زیں ناوکِ غم کہ بے سپر بود — ہر دم خلہ ایش در جگر بود
دُزدیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت — وز دیدہ دُرِ چکیدہ می ریخت
زیں گونہ بہ چارہ کہ دانست — می کرد شکیب تا توانست
چوں سیلِ غمش رسید بر فرق — از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد بے تاب — بر خاک مراغہ کرد چوں آب
میراند ز آبِ دیدہ رودے — میگفت چو بلبلاں سرودے

(غلطید ۱۲)

لیلیٰ کے حجاب سے جو بیچینی پیدا ہوئی اُس کو افشا کے خوف سے قیس نے چھپایا، اس ضبط کی کشمکش کو چھٹے شعر تک کیسے لگتے ہوئے مضامین و الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بالآخر سیلابِ عشق ضبط کے بند کو توڑ کر موج زن ہوگیا۔ بقیہ اشعار میں اُس کی

تصویر ہی۔ بلبل کے ساتھ تشبیہ اس سے پہلے بھی آئی ہے۔ دیکھو پہلے بیان میں بلبل مست کا ترانہ تھا۔ قیس بھی جوش نوجوانی میں تھا اور دیدار و ہمنشینی کی قوت دل میں رکھتا تھا۔ جب قوتِ عشق سے مغلوب اور فراق کے صدمہ سے چور ہو گیا تو اس صورت میں گویا شکستہ بال بلبل کی مورت بن گیا۔ خود بلبل بغیر کسی صفت کے غم و درد کی مجسم تصویر ہی۔

(انتہائے وحشت)

یک روز بہ گاہِ نیم روزاں ۔۔۔ کانجم شدہ ز آفتاب سوزاں

مجنوں بہ کنار رہ سوادے ۔۔۔ می گشت بسان گرد بادے

افروختہ روئے و تن بخوں غرق ۔۔۔ در آتش و آب ماندہ چوں برق

بالاش ز غم دوتاہ گشتہ ۔۔۔ رخسارہ ز لف سیاہ گشتہ

ہر جا کہ رسید کرد زاری ۔۔۔ بگریست چو ابرِ نوبہاری

ہر سو کہ شنید بانگ رودے ۔۔۔ ق ۔۔۔ یا خاست ز گوشۂ سرودے

مستانہ برقص پائے افشرد ۔۔۔ گہ زندہ شد و گہے فرو مرد

(۲) لیلیٰ (کمالِ جمال)

بود از صف آں بتانِ چوں ماہ ۔۔۔ ماہے کہ زد آفتاب را راہ

لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش ۔۔۔ خالش نقطے ز نقش نامش

مشعل کشِ آفتاب و انجم ۔۔۔ دیوانہ کُنِ پری و مردم

تاراج گرِ متاعِ جاں ہا — یغماد شگافِ خانماں ہا

سلطانِ شکرلبانِ آفاق — لشکرشکنِ شکیبِ عشاق

سر تابقدم کرشمہ و ناز — ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز

نازے و ہزار فتنہ در دہر — چشمے و ہزار کشتہ در شہر

چشمش زکرشمہ مست و بیہوش — آہو برۂ بخواب خرگوش

خنداں چو سمن بہ تازہ روئی — شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی (خوبی تشبیہ ملاحظہ ہو ۱۲)

از وسوسہ چشم دیو بستہ — تسبیحِ فرشتگاں شکستہ

نے بُت کہ چراغِ بُت پرستاں — طاؤسِ بہشت و کبکِ بُستاں

افگندہ بدوش زُلف چوں شست — خود بےخبر و نظارگی مست

معجونِ لبش بہ درفشانی — پروردہ بآبِ زندگانی

خورشید غلام زادۂ اُو — مہ داغِ جبیں نہادۂ اُو

(لیلیٰ کی نوگرفتاری)

واں لعبتِ دردمند و دل تنگ — دل دادہ بباد و ماند بےننگ

با آنکہ نفس بزیرِ گل بود — سیمائے رخش گواہِ دل بود

خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ

بر چہرہ زشرم پردہ می دوخت — و آتش بہ لبش گرفتہ می سوخت

(بہ لبش) [illegible] گرد ہاتی تھی - نوگرفتاری کے کس قدر [illegible] ۱۲

ہر چند کہ غنچہ بود سربست — می کرد زبوئے خلق رامست

می سوخت چو مجمر اندروں عُود　　میشد بدماغ مرد ماں دُود

ے مانندِ عود اندرونِ مجمر ۱۲

(وارفتگی پردہ نشینی کے بعد)

افسانہ سرائے شکّریں گفت　　زالماسِ زباں گہر چنیں سُفت

کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ　　بودے ہمہ وقت دل شکستہ

چوں غمزدگاں بہ خاک خفتے　　خاشاک زخوابگہ نرُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے　　گہ جاں بہ عدم حوالہ کردے

ہمخیتنی نہ داشت با کس　　مونسِ غمِ آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر و آرام　　گشتے ہمہ شب چو ماہ بر بام

ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد　　چوں ابر گریستے بہ فریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے　　با خود زفراق سرگزشتے

(لیلی انکاح مجنوں کی خبر سنتی ہے)

گویندۂ ایں کہن فسانہ　　زاں شعلہ چنیں کشد زبانہ

کاں شمعِ نہاں گداز شب خیز　　پروانہ صفت بر آتشِ تیز

چوں یافت خبر کہ یار برگشت　　واندیشۂ دل قفائے سرگشت

روزے دو سہ در زخلق دربست　　وزخونِ دلش زہیں جگر بست

نزدیک بہ بردن از دمِ سرد　　نے رغبتِ خواب نے غمِ خورد

آنرا کہ دل از شکیب فردست　　از شب تا روز یار در دست

او خود غمِ عشق دہشت درکار — شد با غمِ عشق غیرتش یار

کبکے کہ شکستہ بال باشد — شاہین زندش چہ حال باشد

بس کاندۂ سینہ شد فزونش — از دل بہ دہن رسید خونش

پردۂ ضبط میں جو آگ لیلیٰ کو پھونک رہی ہو اُس کے لحاظ سے "شمع نہاں گداز" کیسا حسبِ حال و بلیغ ہو۔ شکستہ دلی و مایوسی کی حالت میں نکاحِ مجنوں کی خبر زخمِ کاری بن کر دل کو پارہ پارہ کرتی ہو۔ غیرتِ نسوانی صدمہ کو اور زیادہ جانکاہ بنا دیتی ہو۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں ہو ؎

کبکے کہ شکستہ بال باشد

شاہین زندش چہ حال باشد

چکور (جو ایک بھولا بھالا پرند ہو) باز و شکستہ مبتلائے مصیبت ہو۔ ایسی حالت میں شاہین (شکاری جانور) اُس پر آ ٹوٹتا ہو اور زخم پر زخم لگاتا ہو۔ شکاری جانور اچانک اپنے شکار پر حملہ کرتے ہیں۔ اور دفعتہً جو صدمہ پہنچے وہ زیادہ سنگین ہوتا ہو۔ شکستہ خاطر بھولی بھالی لیلیٰ نے نکاحِ مجنوں کی خبر سُنی تو اسی طرح اُس کی جان پر بھی بن گئی۔ نکتۂ بلاغت، شکستہ بال چکور پر جو بے خبری میں حملۂ شاہین سے مُصیبت پڑی اُس کی تشریح نہیں کی بلکہ "چہ حال باشد" کہکر پڑھنے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا کہ جہاں تک چاہیں اندازہ کو وسعت دے لیں۔ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ۔

(لیلیٰ بسترِ مرگ پر)

لیلیٰ که بہارِ عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود
آتش زده گشت نوبہارش — وز آب برفته چشمه سارش
آں ریشِ کہن که در جگر داشت — جاں برد که سوئے جاں گذر داشت
آں دل که شدش به عشق پامال — جاں نیز رواں شدش به دنبال
آمیخت به سروِ نوجوانش — بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعله ز تنش چناں بر آمد — کش دود ز استخواں بر آمد
پہلو به کنارِ بستر آورد — سر کوششِ اجل به سر در آورد
گنجش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں
در آتشِ تب فتاده نعلش — یاقوتِ کبود گشت لعلش
گیسو ز شکنجِ ناز ماندش — نرگس ز کرشمه باز ماندش
شد تیره جمالِ صبح تابش — وافتاده بزردی آفتابش
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار — یک جاں بدو غم شده گرفتار

تصویرِ فطرت

(بہار)

چوں نافه گشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہرِ پیر — در گوشِ بنفشه ریخت گوہر
سرو از علمِ بلند پایه — بر فرقِ سمن فگند سایه
از شبنمِ گوہریں شمائل — آراست گلوئے گل حمائل

غنچہ بدر آمد از شبستاں پر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہردار [جوہر ۱۲] شد بر سرِ یاسمن گہربار
نازک تنِ لالۂ دل افروز لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
با شاہد و می خجستہ تاباں گشتند بہ سرِ چمن خراماں

(خزاں)

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ بنشست بجائے بلبلاں زاغ
رُخسارۂ لالہ پر ز چیں گشت آئینۂ آب آہنیں گشت
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شدہ زمینِ گلزار چوں مجلسِ مُکرماں ز دینار
ریزاں گل و لالہ شست در دست مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سُوئے برہنہ گلستانے چوں راہ فتادہ کاروانے
ز آسیبِ طپانچہائے صرصر غلطاں بہ زمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل مقراض شدہ بہ پرّ بلبل
شیرازۂ گل گرہ کشادہ ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے از خندۂ شکّریں تُرش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں
نرگس کہ ز خواب چشم بستہ از بانگِ زغن ز خواب جستہ

سوسن زغبارِ سینہ پُرخار | کازادۂ و باخساں سروکار
رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے | پیمانۂ لالہ باد پیمائے
درزلزلہ سرورِ راست خانہ | چوں مردم راست در زمانہ
نسریں بہ لتِ زمانہ خوردن | وزشاخ بہ تازیانہ خوردن
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں | چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
درہم شدہ جعدِ سنبل از باد | شانہ طلب از درختِ شمشاد

لالہ کا رنگ بہار و خزاں دونوں میں دکھایا ہے۔ بہار کی بہار دیکھو ؎

نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز

وہی برگِ لالہ خزاں کے صدمے سے پژمردہ ہوکر پرشکن بن جاتا ہے۔ ع

رُخسارۂ لالہ پر ز چیں گشت

خزاں کے ہاتھوں جو تباہی باغ پر پڑی اُس کی تشبیہہ اُس کارواں سے جس کو قزاقوں نے ابھی ابھی لوٹا ہو کس قدر بلیغ ہے۔ ع

چوں راہ فتادہ کاروانے

خشک پتّوں کو جو ہوا ادھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہے اُس کا تصور باندھکر اس مصرع کو مکرّر پڑھو۔ ع

ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں

خود کھدوگے کہ ہو بہو تصویر کھنچ گئی۔ "سرو راست" کے زلزلہ کی تشبیہہ راست باز آدمیوں کی پریشان حالی سے جو زمانے کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہی کیسی دلکش ہے۔

(دوپہر کی تپش)

یک روز بگاہِ نیم روزاں — کانجم شدہ ز آفتاب سوزاں

جائے نہ کہ دیدہ را برد خواب — ابرے نہ کہ تشنہ را دہد آب

مرغانِ چمن خزیدہ در شاخ — در رفتہ خزندگاں بہ سوراخ

خورشید چنانچہ تیزیِ اوست — بکشادہ چو مار از آدمی پوست

در حوضہ خشک از آتش و تاب — صد پارہ شدہ زمینِ بے آب

در دشت سرابہائے کیں توز — چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز

مرغابی در آرزوے آبے — خوں خوردہ بگرد ہر سرابے

ریگ از بط پختہ در گرانی — چوں تابہ بروزِ میہمانی

از گرمیِ ریگہائے گرداں — پر آبلہ پائے رہ نورداں

ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش — در حجرۂ سرد کردہ جا خوش

واقعہ نگاری افسانہ نگاری کا کمال یہ ہی کہ فرضی قصہ اس انداز سے بیان ہو کہ واقعہ معلوم ہونے لگے۔ اس کے لئے شاعر کو فطرتِ انسانی اور واقعات کا کامل نبض شناس ہونا چاہیئے۔ جن شعرا کو یہ ملکہ حاصل تھا وہی اس میدان کو کامیابی سے طے کر سکے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں دو ماؤں کا ذکر ہی ایک مجنوں کی دوسری لیلیٰ کی۔

دونو مائیں اپنے لختِ جگر کی رُسوائی کا حال سُنتی ہیں۔ مگر نازک فرق یہ ہے کہ ایک لڑکے کی رُسوائی سُنتی ہے دوسری لڑکی کی۔ ظاہر ہے کہ دونو کے فکر و رنج میں ایک لطیف تفاوت ہے۔ حضرت امیر خسرو اس فرق کو پیش نظر رکھکر دونو کا حال لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس موقع پر مجنوں کا باپ اور اُس کی ماں اپنے لختِ جگر کو نصیحت کرتی ہے تو وہاں بھی اس نازک فرق کو ملحوظ رکھا ہے جو ایک ما اور ایک باپ کے جذبات اور اندازِ فہمایش میں ہو سکتا ہے۔

(لیلیٰ کی ماکو اُس کی وارفتگی معلوم ہوتی ہے)

چوں رفت بگوشِ ہر کس ایں راز
وز ہر طرفے بر آمد آواز

تا گشت ز گفتگوئے او باش
بر مادرِ لیلی ایں خبر فاش

مادر ز نہیبِ شرمِ اغیار
بنشست بگوشۂ دل افگار

زاں آتشِ دہ زبانہ ترسید
وز سرزنشِ زمانہ ترسید

فرزندِ خجستہ را نہانی
بنشاند ز راہ مہربانی

گفت اے دل و دیدۂ مرا نور
از روئے تو بادِ چشمِ بد دُور

دانی کہ جہاں فریبناک ست
آسودگیش غم و ہلاک ست

ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد
پنہاں بنوالہ زہر دارد

ہر سرخ گلے کہ در بہارے ست
در دامنِ او نہفتہ خارے ست

تو سادہ مزاجی و تنک دل
وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چوں اہلِ زمانہ را وفا نیست ۔۔۔ زیشاں طلبِ وفا روا نیست
ہاں تا نکنی عنانِ دل سست ۔۔۔ کافتادہ خلاص چوں تواں جست
القصہ شنیدہ ام کہ جائے ۔۔۔ داری نظرے بر آشنائے
ترسم کہ چو گرد دایں خبر فاش ۔۔۔ بدنام شوی میانِ اوباش
با ایں تنِ پاک و گوہرِ پاک ۔۔۔ آلودہ چرا شوی بہر خاک
جائے منشیں کہ چوں نہی پائے ۔۔۔ تہمت زدہ خیزی ازچناں پائے
صوفی کہ شود بہ مجلسِ مے ۔۔۔ البتہ چکد پیالہ بر وے
عشق ارچہ بود بہ صدق و پاکی ۔۔۔ خالی نہ بود ز شرمناکی
گردم نہ زنند کاردانان ۔۔۔ چوں باز رہی زبدگمانان

(مجنوں کی ما)

در پیش نشست و زار بگریست ۔۔۔ گفتا کہ بہ است مرگ ازیں زیست
تا زادہ شد از عدم وجودم ۔۔۔ رنجے زجہاں نیازمودم
دولت ہمہ عمرم آنچناں داشت ۔۔۔ کز اندہِ دہر بر کراں داشت
آزادم داشت بختِ فیروز ۔۔۔ ز آسیبِ زمانہ تا با مروز
واکنوں کہ دمید صبحِ پیری ۔۔۔ کافوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم ۔۔۔ و آمد بہ تزلزل استخوانم
مپسند کہ در چنیں زمانے ۔۔۔ سوزد بغمت گسستہ جانے

مردانہ برآر پائے از گل | بندی بخدائے خویشتن دل
تا بو کہ بصبرِ فرخ انجام | از کام روا برآیدت کام
ما ہم زپیت چنانکہ دانیم | جہدے بکنیم تا توانیم

(مجنوں کا باپ)

پیر از جگرِ کباب گشتہ | رُخ شستہ بہ خونِ آب گشتہ
بگریست بر و بہ خستہ جانی | بوسید سرش بہ مہربانی
میسوخت بزاری از گزندش | میداو زسوزِ سینہ پندش
کاے شمعِ دل و چراغِ دیدہ | وے میوہ جان و باغِ دیدہ
باآں خردے کہ داشت رایت | چوں در وحل اوفتاد پایت
دردِ کہ نہاد برتو ایں بار | سودائے کہ کرد باتو ایں کار
پیرانہ سرم گزاشتی چہر | بر پیریِ من نیامدت مہر
بودم بگماں کہ گاہِ پیری | مونس شویم بدست گیری
چوں بشکند ایں تنِ سفالیں | غمخوار تو باشیم بہ بالیں
خود گشت دریں سفالِ پُردرد | پیش از تنِ من سفالِ تو خورد
دریاب کہ عمرِ ما سر آمد | طوفانِ اجل بسر درآمد
جنبید درائے کاروانم | ہو دج طلبید سار بانم
بگسست زہِ کمان سختم | وز زلزلہ سُست شد درختم

گرچون خلفاں شوی جگر سوز | باشد خلف از برائے ایں روز
بشتاب کہ تا درین غم آباد | پیش از اجلم رسی بہ فریاد
زیں پس کہ بہ جستنم شتابی | جوئیم بسے و لے نیابی
نقد تو ہماں بود کہ تنداں | بینی بہ جمال ارجمنداں
با وقت عزیز و عیش دلکش | یاران عزیز را کنی خوش
زیناں نفسے بہ جہل مشمر | عمرست نہ باد سہل مشمر
آں تحفہ کہ قیمت ست جانش | ضائع چہ کنی بہ رائگانش
ستی ست بہ لطمہ پست گشتن | وز جام نخست مست گشتن
گر واقعہ چند سینہ سوز ست | مردی ز پئے کدام روز ست
زیں غم ہمہ گر مرا دیار ست | غم ہیچ مخور کہ در کنار ست
گر برمہ آسماں نہی ہوش | کوشم کہ رسانمت در آغوش

آپ نے تینوں نظمیں پڑھیں لیلیٰ کی ما جیسے ہی لیلیٰ کے تعلق خاطر کا حال سنتی ہی رُسوائی و بدنامی کے خیال سے جگر تھام لیتی ہی اور فرط صدمہ سے ایک گوشہ میں جا بیٹھتی ہی۔ بالآخر سنبھلتی اور لیلیٰ کو تنہائی میں سمجھاتی ہی۔ شرم و غیرت کی جذبات کو اُبھارتے اور بدنامی و رسوائی سے خوف دلا کر اُس کا خیال بدل دینے کی کوشش کرتی ہی۔ یہ بھی سمجھاتی ہی کہ ابنائے زمانہ بیوفا ہیں دھوکا نہ کھانا چاہیئے صنف نازک کے خیال میں مرد ایک خود غرض مخلوق ہی۔ اُسی کی جھلک اس نصیحت میں ہی۔ ابتدائے

محبت میں عموماً اپنی پاک بازی پر بھروسہ اور یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم پاک باز ہیں تو ہم کو کوئی بُرا کہنے کا کیا حق رکھتا ہے۔ لیلیٰ کی ماں اس خیال کی بھی تردید کرتی ہے ؎

صوفی کہ رود بہ مجلسِ مے

البتہ چکد پیالہ بروے

بالآخر بقیہ شبہ بھی رفع کر دیتی ہے ؎

گردم نہ زنند کاروانان

چوں باز رہی زبد گمانان

اہلِ خرد بدنام کرنے سے احتیاط بھی کریں تو بدگمانوں سے کب پناہ مل سکتی ہے۔ غالباً ایسے موقع پر اس سے بہتر نصیحت کا پیرایہ نہیں ہو سکتا۔

مجنوں کی ماں اپنے فرزند کی گرفتاری کا حال سن کر اُس کو اس پیرایہ میں سمجھاتی ہے کہ اب تک میں آرام سے رہی ہوں اب مجھکو صدمۂ جانکاہ مت دے۔ پھر اُس کو مردانہ ہمت یاد دلا کر ضبط و صبر کی جانب رہنمائی کرتی اور بالآخر حصول مدعا میں حتی الامکان کوشش کی تسلّی دیتی ہے۔ مجنوں کا باپ بھی یہی نصیحت کرتا ہے مگر مردانہ لہجہ و انداز میں وہ کہتا ہے کہ اولاد بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہے۔ مجھکو بھروسہ تھا کہ پیری کے وقت تو میری دست گیری و ہمدردی کرے گا مگر تو خود ہمدردی و دست گیری کا محتاج ہے۔ پھر اپنے بڑھاپے پر اُس کو رحم دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوست احباب کے جلسے یاد دلا کر اُس طرف طبیعت کو مائل کرتا ہے۔ عمر کے گرانمایہ ہونے

اور بیکار رنہ کھونے کا فلسفہ سمجھاتا ہے۔ اور اُس کی دانشمندی سے اپیل کرتا ہے۔ ع

یا آں خرد ے کہ داشت رہیت

پھر مردانہ جذبات کو تحریک میں لاکر صبر وضبط کی تلقین کرتا ہے۔ بالآخر یہ کہتا ہے کہ کچھ بھی ہو اُس کا دامنِ مقصود بھر دیا جائے گا۔

دیکھو ما اپنی ضعیفی و بیکسی اس طرح بیان کرتی ہے:

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری	کافوری گشت زلف قیری
بالائے چو تیر شد کمانم	وآمد بتزلزل استخوانم
مپسند کہ در چنیں زمانے	سوز د بغمت گستہ جانے

باپ بڑھاپے اور ناتوانی کا یوں اظہار کرتا ہے:

دریاب کہ عمرِ ما سر آمد	طوفانِ اجل بسر درآمد
جنبید درائے کاروانم	ہودج طلبید سار بانم
بگسست زہِ کمانِ سختم	وز زلزلہ سست شد درختم
گرچوں خلفاں شوی جگر سوز	باشد خلف از برائے ایں روز

ان دو شعروں کا مقابلہ کرو، زنانہ عجز اور مردانہ قوت کا پتا لگے گا:

ما
بالائے چو تیر شد کمانم
وآمد بہ تزلزل استخوانم

باپ
بگسست زہِ کمانِ سختم
وز زلزلہ سست شد درختم

وعدہ کوشش کا فرق:

ما

ما ہم زیست چنانکہ دانیم
جہدے بکنیم تا توانیم

یعنی جہاں تک ہم سے ہو سکے گا کوشش کرینگے۔

باپ

زیں غم ہمہ گر مراد یارست
غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہِ آسماں نہی ہوش
کوشم کہ رسانمت در آغوش

اپنا مقصود اپنے دامن میں آیا سمجھ۔ آسمان کا چاند بھی ہے تو اُس کو تیرے پاس لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور واقعہ کی تصویر: مجنوں جوشِ جنوں میں سرگرداں ہے۔ مخلوق کا پیچھے ہجوم ہے۔ دیوانوں کے اُستاد لڑکے بھی سرگرمِ ضیافت ہیں:

میرفت چو باد کوہ بر کوہ — خلقے زپیش دواں بانبوہ
ہر کس بہ لطافتِ جوانیش — میخورد فسوسِ زندگانیش
اینش زدر و نہ پندمی داد — وانش بہ جفا گزندمی داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست — اینش زدو آں شکست داد و خست

باوجود اس جور و جفا کے مجنوں کا کیا حال تھا:

با آں شغفے کہ در گزر بود | دیوانہ زخویش بے خبر بود
میراند زآب دیدہ روئے | می گفت چو بلبلاں سرودے

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔ لڑکوں کے سارے طوفان بے تمیزی کا نقشہ اس ایک مصرع میں کھینچ کر دریا کوزہ میں بند کر دیا ہی۔ ع

ایںش زد و آں شکست و خست

چوٹ کی یہ تین ہی قسمیں ہوسکتی ہیں۔ خفیف، شدید، مہلک۔

ایک اور واقعہ نگاری: بعد دعوت مجنوں کا پیام شادی دیا گیا۔ اس کو سن کر لیلی کے باپ کا حال اور جواب:

ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش | از بس خجلی بماند خاموش
برخود قدرے چو مار پیچید | وانگہ بجواب دُر بسنجید
گفتا چہ کنم کہ میہمانی | ورنہ کنم آں سزا کہ دانی
ہر نکتہ کزاں کسے برنجد | رنجیدہ شود کسے کہ سنجد
شخصے کہ ز نقشِ ناسرانجام | ما را بقبیلہ کرد بدنام
دیوانہ و مست و لاابالی | وز مردمی زمانہ خالی
از بے ننگی فتاد در ننگ | از بے سنگی بہ خوردنِ سنگ
خلق از خبرش بہ کوچہ و در | انگشت بہ گوش و دست بر سر
زیں گونہ حریفِ ناخردمند | در خورد کجا بود بہ پیوند

لڑکی کا پیام سُن کر جو حجاب ہوتا ہے اُس کی تصویر۔ ع

از بس خجلی بماند خاموش

مجنوں کی حالت کی وجہ سے پیام کی ناگواری۔ ع

برخود قدرے چو مار پیچید

یہ تین مضمون صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ قصّہ سرزمین عرب کا ہی:

ع گفتا چہ کنم کہ میہمانی

ع مارا بہ قبیلہ کرد بدنام

ے وانگہ بخدای خداوند

از صدقِ عقیدہ خورد سوگند

کیں در نشود کشادہ تا دیر

گر کارِ زباں رسد بہ شمشیر

ایک بار لیلیٰ ناقہ پر سوار ہو کر مجنوں کے پاس گئی ہی۔ مجنوں کے ہمدم ہر قسم کے درندے تھے اِس واقعہ کے بیان میں یہ پہلو امیر خسرو کے نکتہ سنج قلم سے فروگذاشت نہیں ہوتا کہ اونٹ درندوں سے ڈرتا ہی۔ لیلیٰ کا ناقہ درندوں کی بُو سونگھ کر رُک جاتا ہی:

او خفتہ دگر داد و ددانش (مجنوں ۱۲)	شیرانِ شکار پاسبانش
از بوئے دوانِ صید فرسائے	از کار بشد جمازہ را پائے

اس ملاقات کی خوشی درندوں کے سوا کون مناتا۔

از عشرتِ آں دو مستِ بے جام	در رقص در آمدہ دد و دام

کانٹے بھی حاضر ہیں ؎

ہر خار کشیدہ دُور باشے

می کرد بچشمِ بد خراشے

سحرِ حلال | شاعر کا اعلیٰ کمال یہ ہی کہ اُس کو یہ قدرت ہو کہ چاہے تو مخاطب کے دل میں ایک چیز سے نفرت پیدا کردے اور چاہے رغبت۔ دنیا میں کوئی چیز شر مطلق نہیں ہی کہ کوئی صفت اُس میں نہو۔ نہ خیر محض ہے (سوائے ذات باری تعالیٰ کے) کہ اُس میں کوئی بُرائی نہو۔ فطرت کا مصور (شاعر) ہر ایک شے کے اچھے بُرے پہلو دیکھتا اور اپنے سحر انگیز بیان کے زور سے رغبت دلانے یا نفرت پیدا کردینے کا کام لے لیتا ہی۔

حضرت امیر خسرو ایک موقع پر سگِ لیلیٰ کے ذکر میں یہ جادو بیانی دکھاتے ہیں۔ اوّل دیکھو کیسا گھناؤنا اور مکروہ صورت کتّا ہی۔

(مجنوں پھرتے پھرتے ایک موقع پر پہنچتا ہے)

دید از طرفِ گذر بسوئے	غلطیدہ سگے بہ کنجِ کوئے
خارش زدہ و خراش خوردہ	واز پہلوئے خود تراش خوردہ
در گردِ سرش چو فرقِ نقّاب	وز سلخ تنش چو پیشِ قصّاب
خم یافتہ در تہی گمش راہ	گشتہ شکمش ہمہ تہی گاہ

از دم دہنش فراز ماندہ — دندانش زخندہ باز ماندہ

سرتاقدمش جراحت وریش — شویاں بزباں جراحتِ خویش

بے لقمہ گلوئے لقمہ خوارش — لیسیدنِ دست و پائے کارش

گلی میں ایک خارشتی کتا پڑا ہوا ہی۔ خارش سے سارا جسم گھائل ہے پہلو میں زخم ہوگئے ہیں زخموں سے خون بہتا ہی۔ سر خاک میں گھسا ہوا ہی۔ مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا ہی کمر کبڑی ہوگئی ہی۔ بھوکوں کا مارا پیٹ کمر سے جا لگا ہے۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور اور خون آلودہ زخموں کو زبان سے چاٹ رہا ہی۔ اس نفرت انگیز مخلوق کو مجنوں دیکھتا ہی۔

مجنوں چو بہ حالِ او نظر کرد — درپیش دوید و دیدہ تر کرد

بگرفت بہ رفق درکنارش — می شست بگریہائے زارش

جایش زکلوخ و خار می رفت — وز پائے و سرش غبار می رفت

یہ مجنونانہ حرکت نہیں ہی۔ حق شناسی و حق پسندی کا جوش ہی۔ وجہ سنیئے۔

گفت اے کلت از وفا سرشتہ — نقشت فلک از وفا نوشتہ

ہم نانِ کسان حلال خوردہ — ہم خوردہ خود حلال کردہ

کردہ زنِ حلال خواری — با منعمِ خویش حق گزاری

جانت زحلال خوارگی مست — وآسودگیت حرام پیوست

پیکار پذیر پاسبانان — بیدار کنِ خراس بانان

از سایۂ تو رمیدہ نقاب	چوں سایہ کہ وارہد زمہتاب
از خاستن شب سیاہت	میموں شدہ خواب صبح گاہت
تو شیر جوان و مست بودہ	وز شیر و پلنگ جاں ربودہ
معشوقۂ خسرواں بہ نخچیر	وافگندہ بدوش زلف زنجیر
صدخوں زلبت چکیدہ درخاک	وزلوث جنایتت دہن پاک
امروز کہ بازماندی از کار	خواری ہمہ امرانہ خوار

مجنوں کہتا ہے اے کتّے وفا تیری گھٹّی میں پڑی ہے۔ حلال کی کمائی تو کھاتا ہے۔ اپنے محسن کا حق خدمت و وفاداری پورا کرتا ہے۔ اُس کی جان و مال کی حفاظت پر اپنا آرام قربان کردیتا ہے۔ جو پاسبان اپنی خدمت انجام دینے میں سُستی کرتے ہیں اُن کا تو دشمن ہے۔ چور تیرے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ رات بھر کی محنت کے بعد صبح کا تیرا سونا مبارک ہے۔ جب تو جوان تھا تو شیر و پلنگ تجھ سے کانپتے تھے۔ بادشاہوں کا معشوق تھا۔ دوش پر زنجیر کی زلف پڑی ہوتی تھی۔ ان اوصاف کو پڑھ کر فرمائیے کہ جس مخلوق میں یہ وصف ہوں اُس کی کون قدر نہ کرے۔ اس صفت کو دیکھئے

جانت زحلال خوار گی مست
وآسودگیت حرام پیوست

جس انسان پر یہ شعر صادق آجائے وہ قدم چومنے کے قابل ہوگا۔ کتّے کا یہ معمولی وصف ہے۔ مجنوں کے پیار کا فلسفہ اس سے بھی اعلیٰ ہے:-

پائے تو کہ گشت بر درِ یار | بر چشمِ منش سزاست رفتار
از حسرتِ آنکہ چشمِ آں ماہ | دیدہ است بہ جانبِ تو گہ گاہ
خواہم کہ شگافم ایں دلِ تنگ | در وے کشمت چو لعل در سنگ
خاکت بہ مژہ فشانم از پائے | در دیدہ کشم کہ ہست از انجائے
ہستیم من و تو ہر دو شب گرد | لیکن تو بہ نالہ و من از درد

ایک شخص نے مجنوں کی اس سگ نوازی پر اعتراض کیا تو وہ جواب دیتا ہے:

گر من تہِ پائے سگ زنم بوس | زاں پائے بود نہ زیں لب افسوس
ایں پا کہ بہ شہر و کوئے گشتہ است | پیشِ درِ یارِ من گذشتہ است
روزیش بہ کوئے آں پری کیش | دیدم گذراں بہ دیدۂ خویش
تعظیم وے ام نہ از پئے اوست | کش دوست گرفتم از پئے دوست

سوز و گداز

(مجنوں کا نالۂ مستانہ)

ما ہیچ کسانِ کوئے یاریم | ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خسے ہم آبیم | نورے نہ و یارِ آفتابیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم | در زیرِ گلیم بادشائیم
بے منتِ تاج سر فرازیم | بے زحمتِ دیدہ عشق بازیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم | خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
گنجے ست غم اندرونِ سینہ | ما راست کلیدِ آں خزینہ

جانم ز فراق بر لب آمد　　　می آئی یا برون خرامد
گفتی کہ صبور شو بہ دُوری　　　دُوری ز تو و انگہے صبوری (خطاب بہ لیلیٰ ۱۲)

بنمائے رُخِ چو یاسمینم　　　بنواز بہ شربتِ پسینم
تیغم بزن آستاں بکن پاک　　　مگذار کہ بر درت شوم خاک
آسودہ مباد جانم آں روز　　　کز دودِ غمت نباشدم سوز
گیرم خوش و شاد ماں توان زیست　　　ہیہات کہ بے تو چوں توان زیست
سیلابِ بلا برآمد از فرق　　　کشتیم چہ سود چوں شدم غرق
بر سوزِ دلم کہ رستخیز ست　　　انگشت منہ کہ شعلہ تیز ست
ہر قطرۂ خوں بریں رُخِ زرد　　　پندار کہ چشمہ الیست از درد
مہرِ تو درا ستخوانِ من باد　　　دردِ تو دوائے جانِ من باد

(لیلیٰ کی زار نالی ویرانۂ عاشق سے مراجعت کے بعد)

باز م غمِ عشق در سر اُفتاد　　　بنیادِ صبوریم در اُفتاد
باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد　　　خود را بو بالِ من گرو کرد
بازم ہوسے گرفت دامن　　　کز عقل نشاں نماند با من
باز ایں شبِ تیرۂ جگر سوز　　　بربست بروئے من درِ روز
خوں موج در و نہ بر سر آورد　　　طوفاں ز تنور سر برآورد
دو دے کہ ز شوق در بر اُفتاد　　　از سینہ گذشت و بر سر اُفتاد

طاقت برسید چند جوشم | آتش بدرونہ چند پوشم
گیرم کہ بود بہ پردہ جایم | وز حجرۂ غم بروں نیایم
ایں خانۂ شگاف نالۂ زار | پوشیدہ کجا شود بہ دیوار
آں را کہ درونہ چاک باشد | از پردہ دری چہ باک باشد
در مجلسِ عشق جام خوردن | وانگہ غمِ ننگ و نام خوردن
دستِ من و آستینِ یارم | گو خلق کنند سنگسارم
شوریدہ کہ غرقِ حال باشد | رسوا شدنش جمال باشد
ہر کبک دری بہ تیز گامی | برلالہ و گل بہ خوش خرامی
مسکینِ منِ مستمندِ دل تنگ | محبوسِ بلا چو لعل در سنگ
اے دوست کجے بے منی و با من | آتش زدہ یا توئی و یا من
زارم ز غمت عظیم زارم | دستے کہ ز دست رفت کارم
گر گرد ز زمانہ بے وفائی | بارے تو مکن کہ آشنائی
مانطع حیات در نوشتیم | تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

حقائق و معارف مجنوں لیلیٰ اگرچہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن امیر خسرو کی دقیقہ سنجی نے جا بجا اُس میں ایسے معارف درج کر دیئے ہیں جو ایک کامیاب زندگی اور رفعتِ مرتبہ کے واسطے دستور العمل بن سکتے ہیں۔

(کمال انسانی ہمت و علم پر منحصر ہے)

لیکن بنود حیات جاوید | تا سر نکشی بہ ماہ و خورشید

وان رست باوج آسمان سر — کز جوہر علم یافت افسر

(علم سطحی و سرسری نہو بلکہ عمیق و کامل ہونا چاہیئے)

آں نیست نشان علم والا — کز خلق بری بہ حیلہ کالا

علم آں باشد کہ دل کند پاک — نے زرق مزوّرانِ چالاک

آں تختہ درست کن بہ تکرار — تا آگہ شوی از نہایتِ کار

(مرد بننے کی کوشش کرنی چاہیئے)

چوں مرد بگرد مردمی گرد — نے ہیچو بخیلِ ناجوانمرد

سرمایۂ مردمی مکن کم — کز مردمی ست قدرِ مردم

(دوست اور دوستی)

تا پا نہ نہی بدستیاری — از دوست مخواہ دوستداری

یارے کہ بجاں نیاز مائی — در کارِ خودش مدہ روائی

صد یار بود بہ نان تنکے نیست — چوں کار بجاں فتد یکے نیست

(آسودگی دل کا راز)

خواہی کہ نگردی آرزومند — می باش بہرچہ ہست خورسند

پویاں حریص رُوے زردست — خورسندیِ دل صلاے مردست

(عزّت ہمّت کا ثمرہ ہے)

خواہی شرف و بزرگواری — میکوش بہمتے کہ داری

کاں تن کہ بہشتی سرشتہ است — مردم نگری ولے فرشتہ است
فی الجملہ بہر چہ دست سائی — ہمّت چو قوی بود برآئی

(بے اصول کام بیکاری سے بدتر ہے)

بے بہرہ کہ کار کردنش خوست — بیکار ترینِ مردماں اوست

(سستی ارادہ کو بھی سست کر دیتی ہے)

آں خواجہ کہ کاہل ست خویش — کاہل تر ازو ست آزر ویش

(جو کام کرو کوشش کے ساتھ کرو)

ہر گہ کہ علم شدی بہ کارے — در غایتِ آں بکوش بارے

(تھوڑی اچھی چیز بہت سی بُری سے بہتر ہے)

یک شاخ کہ میوۂ دہد تر — بہتر ز ہزار باغِ بے بر
یک بُلبلِ خوش نوائے و دلکش — بہتر ز دو صد کلاغِ ناخوش

(اچھا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو)

آں بہ کہ چو نکتہ سگالی — حرفے نبود ز نکتہ خالی
نے چوں حبشی کہ از تباہی — نورے نہ و عالمِ سیاہی

جو لوگ بے معنی دفتر سیاہ کرتے ہیں اُن کی تحریروں کی تشبیہ حبشی سے کیا خوب ہے ۔ ع

نورے نہ و عالمِ سیاہی

حفظِ مراتب امیر خسرو کو دقیقہ سنجی و واقعہ نگاری کا جو ملکہ مبدء فیاض سے عطا ہوا تھا اُس کی جانب ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی صفت کا اثر ہی کہ اُن کے کلام میں حفظ مراتب کا پہلو نمایاں ہی اور اُن کا قلم کبھی دائرۂ اعتدال سے باہر نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ لغزش گاہ پیر کی مدح ہی۔ زورِ مبالغہ کبھی حدِّ رسالت سے ٹکرا دیتا ہی اور کبھی سدِّ الوہیت سے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ساتھ جو جوشِ عقیدت امیر خسرو کو تھا اور جو شفقت حضرت کو اُن کے حال پر تھی وہ یادگارِ زمانہ ہی۔ تاہم مدحِ مُرشد میں پورا لحاظ حفظ مرتبہ کا رکھا ہی۔ اور ایک لفظ قلم سے ایسا نہیں نکلا جو اس دائرہ سے باہر ہو مع ہذا پیر کی مدح میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی۔ غالباً یہ مدح نمونۂ مدح کہی جا سکتی ہی۔

چوں گوہرِ مدحِ خواجہ سفتم ۔۔۔ از غیب شنیدم آنچہ گفتم
اکنوں قدرے دُرِ معانی ۔۔۔ ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمن و پناہِ ایماں ۔۔۔ سرجملۂ جملۂ کریماں
در شرع نظامِ دینِ احمدؐ ۔۔۔ یعنی کہ نظامِ دیں محمدؐ
در حجرۂ فقر پادشاہے ۔۔۔ در عالمِ دل جہاں پناہے
بر خاک زرحمت آسمانے ۔۔۔ بر چرخ ز دولت آستانے
بر مہ زگلیم بُردہ رایت ۔۔۔ سلطانِ ممالکِ ولایت
شاہنشہِ بے سریر و بے تاج ۔۔۔ شاہانش بخاکِ پائے محتاج

در پردۂ غیب محرم راز	وز راز سپہر کیسہ پرداز
در عالم وحدت ایستادہ	بر ہر دو جہاں قدم نہادہ
از خواجگی آستیں کشیدہ	در پایۂ بندگی رسیدہ
بیناتر جملہ پاک بیناں	بیدار ترین شب نشیناں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام	بر فرش فرشتگان زند گام
در پیش دوند جملہ مشتاق	گویند بہ عرش قُم علی السّاق
مسند ز سپہر بر ترش باد	خسرو چو ستاں چا کرش باد

تشبیہ شاعری کے کمالات میں سے خوبی تشبیہ بھی ہے۔ تشبیہ کا حسن یہ ہے کہ وضح ہو اور بدیع یعنی جس کی تشبیہ ہو اُس کا پورا نقشہ کھینچے۔ اسی کے ساتھ ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ امیر خسرو نے مجنوں لیلیٰ میں بہت سی نادر تشبیہیں پیدا کی ہیں۔ بعض نمونے اوپر درج ہو چکے ہیں۔ چند اب لکھے جاتے ہیں۔ جانباز دلاور جب میدان میں حملہ آور ہوتا ہے تو اس پھرتی اور سبک دستی سے ہر سمت حملہ کرتا ہے کہ اس کی تلوار شعلۂ جوّالہ بن جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف ہاتھ مار رہا ہے۔ امیر خسرو اپنے بھائی کے ہتّوں کا بیان فرماتے ہیں:

رو از ہمہ سو برزم چوں تیغ

تیغ از ہمہ رو چو برق در میغ

علاوہ خوبی تشبیہ دونوں مصرعوں کا تقابل اور تیغ کی الٹ پلٹ قابل داد ہے۔

لیلیٰ مجنوں ایک مرتبہ خوبیِ تقدیر سے باہم ملتے ہیں، لیکن پاکبازی و پاک دلی کے ساتھ

دو صبح بہم رسیدہ از دور

دو مشعلہ رائے شدہ نور

چونکہ دونوں سوختہ جاں تھے اس لیے مشعل کی تشبیہ حسبِ حال ہے۔

مراجعتِ لیلیٰ کے بعد مجنونِ سوختہ اختر تمام شب تپشِ غم کے ہاتھوں نیم مُردہ ہی رہا۔

نے مُردہ نہ زندہ بود تا روز

چوں نم زدہ مشعلِ جگر سوز

تیل میں پانی ملجائے تو اُس کے اثر سے مشعل بحالتِ نیم سوختگی سخت شورش و پراگندگی کے ساتھ جلتی ہے۔ یہی حال مجنوں کا تھا۔ کمال تشبیہ یہ ہے کہ مشعل شب کو جلتی ہے، مجنوں بھی رات ہی کے وقت آتشِ فراق میں جل رہا تھا۔

فرطِ غم و اندوہ سے لیلیٰ کے نازک رُخساروں پر چھائیاں پڑگئی ہیں:

نے کلفہ کہ سایہ بُد بمہتاب

نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

رُخسارِ نازک کی چھائیں پانی پر سایہ، یہ نازک خیالی امیر خسرو کا حصّہ ہے۔

سراب کی تشبیہ:

در دشت سرابہائے کیں توز

چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز

جاں بلب پیاسا پانی سمجھکر سراب پر بامید سیرابی پہنچتا ہی اور وہاں دیکھتا ہے کہ پانی نہیں ریگ موج زن ہی۔ جو صدمۂ مایوسی اُس کے دل کو پہنچتا ہے وہی اُس شخص کے دل کو پہنچتا ہی جو وفائے وعدہ کی اُمید پر سفلہ کے پاس جاتا اور اُس کی وعدہ خلافی سے خونِ جگر پیتا ہی۔ مجنوں اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہی:

بے قیمت وقدر وخوار وکاہاں

چوں مرکبِ کورِ پادشاہاں

دیکھو کیسی تشبیہ تام ہی۔ مشبّہ کی چاروں صفات "بے قیمت وقدر وخوار وکاہاں" مشبّہ بہ میں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ بادشاہ کی سواری کا گھوڑا اندھا ہو جائے تو ہمیشہ خوار وزار رہتا ہی۔ معمولی گھوڑا ہو تو مار دیا جائے۔ وہ نہ مارا جاتا ہے نہ کچھ قدر ہوتی ہی اور نہ پیٹ بھر کر کھانا ملتا ہی۔ یوں ہی کس مپرسی ولاغری میں ایام زندگی پورے کرتا ہی۔

لیلیٰ کے دفن کی تشبیہ:

کرباں جب گہرِ زمیں کشادند

واں کانِ نمک درو نہادند

"گہرِ زمیں" اور "کانِ نمک" سے مقصد قبر ہے۔

مجنون لیلیٰ کا مقابلہ لیلے
مجنون (۱) مولٰنا نظامی
گنجوی (۲) مُلّا ہاتفی ہروی
اور (۳) مُلّا مکتبی شیرازی
کے ساتھ

مولٰنا نظامی؛ امیر خسرو

مقابلے سے پہلے یہ اظہار ضروری ہے کہ مقابلۂ کلام میں اگر اشعار امیر خسرو کو مولٰنا نظامی کے اشعار پر ترجیح دی جائے تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مولانا کے پایۂ بلند میں کچھ فرق آتا ہے۔ مثنوی میں مولٰنا نظامی کا مرتبہ امیر خسرو سے بلند ہے۔ اور اس کو خود امیر نے اس بلند آہنگی سے ظاہر کیا ہے کہ مولانا نظامی کا بڑے سے بڑا مداح اس سے بڑھ کر بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مولانا نظامی کا کل کلام امیر خسرو کے تمام کلام سے افضل ہے۔ مثنوی مجنون لیلیٰ میں کلام خسروی کی برتری صاف عیاں ہے۔ میں اپنی فہم و ادراک کے موافق موازنہ کر کے فرقِ کلام آزادانہ ظاہر کرونگا۔

مقابلے کے واسطے وہ اشعار انتخاب کئے گئے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم مضمون ہیں۔ اس طرح پورا موقع مقابلہ کا ہے۔ موازنہ دو طرح ہو سکتا ہے۔ اوّلاً مجموعتہً، ثانیاً انفراداً۔

مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑھو اور بار بار پڑھو۔ اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانت و بلاغت کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اُٹھو گے کہ ضرور یہ

ایک قادر الکلام اُستاد کا کلام ہے۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑھو اور سوچو۔ متانت و فصاحت کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ درد کی چاشنی پاؤ گے اور تمہارا دل شہادت دیگا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہے۔

اوّل حمد کو لیجئے۔

حمد

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے نام تو بہتریں سرآغاز	اے دادہ بہ دل خزینۂ راز
بے نام تو نامہ کے کنم باز	عقل از تو شدہ خزینہ پرداز
اے کارکشائے ہرچہ ہستند	اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار
نام تو کلیدِ ہرچہ بستند	نام تو گرہ کشائے ہر کار
اے ہست کُنِ اساسِ ہستی	اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
کوتہ ز درت دراز دستی	از نیست پدید کردہ ہستی
اے ہفت عروسِ نُہ عماری	اے چار رباط و ہفت پردہ
بر درگہِ تو بہ پردہ داری	بر ہفت عروس عقد کردہ
اے آنکہ نہ بر طریقِ چونی	ہرچہ از تو گماں برم بہ چونی
دانائے درونی و برونی	آں من بوم و تو زاں برونی
اے [illegible] کشائے بستہ بیناں	اے دیدہ کشائے دور بیناں
دربند کن [illegible] نشیناں	سرمایہ دہ تہی نشیناں

مولنا نظامی

صاحب توئی آں دگر کدام اند
سلطاں توئی آں دگر غلام اند
اے بر ورقِ تو درسِ ایّام
ز آغاز رسیدہ تا بانجام
اے واہبِ عقل و باعثِ جاں
با حکمِ تو ہست و نیست یکساں
اے امرِ ترا نفاذِ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق
راہِ تو بہ نورِ لایزالی
از شرک و شریک ہر دو خالی
در صنعِ تو کامد از عدد بیش
عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش
گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
ہفتاد گرہ بدو کشادی
ترتیبِ جہاں چنانچہ بایست
کردی بہ مثابتے کہ شایست

امیر خسرو

قادر توئی آں دگر چہ باشد
منعم توئی آں دگر کہ باشد
وز تربیتِ تو یافت ایّام
پیرایۂ صبح و زیورِ شام
بود ہمہ گشتہ از تو موجود
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
شرکت نبرد بہ ملک راہے
خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے
باریکیِ حکمتت کہ داند
کز کُن مکنِ تو نکتہ راند
دعویٰ گریِ سپہر پر پیچ
در محکمۂ قضائے تو ہیچ
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد
حکمت ز تو یافت آدمی زاد

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
در کار تو آسمان زبونے	بے کوہنی زکاف و نونے
در کلک تو کون کاف و نونے	کردی چو سپہر بیستونے

انفرادی مقابلہ۔ مطلع مولٰنا نظامی کا بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ پہلا مصرع دلیل دوسرا دعوی "سر آغاز" کا لفظ کس قدر مناسب موقع ہے۔ دوسرا مصرع

بے نام تو نامہ کے کنم باز

جتنی بار پڑھو گے نام اور نامہ کی تجنیس تازہ لطف دے گی۔ امیر خسرو کے مطلع میں ایک خاص خوبی ہے۔ داستان عشق وحسن کے مناسب خزینہ راز ہے اور قصۂ مجنوں کے ساتھ خزینہ پردازی عقل صنعتِ تضاد۔ مولٰنا نظامی کا مطلع ہر مضمون کی مثنوی کا سرنامہ ہوسکتا ہے۔ امیر خسرو کا مطلع صرف داستانِ عشق کا طرۂ دستار بن سکتا ہے۔

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	(۲) اے کارکشائے ہر چہ ہستند
نام تو گرہ کشائے ہر کار	نام تو کلید ہر چہ بستند

امیر خسرو کا شعر بہتر ہے مولٰنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون امیر خسرو کے دوسرے مصرع میں آگیا۔ کارکشائے گرہ کشا زیادہ وسیع ہے۔ گرہ کشائی مشکل کشائی پر دال ہے منازل سے انتہا قدرت ثابت ہوگی۔

امیر خسرو کا پہلا مصرعہ "اے تو بہ بہیں صفت سزاوار" مضمون و بندش دونوں میں لاثانی ہے۔ اور المستجمع لجمیع صفات الکمال کی پوری تفسیر۔

امیر خسرو | مولٰنا نظامی

اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی (۳) اے ہست کُنِ اساسِ ہستی

از نیست پدید کردہ ہستی | کوتہ ز درت دراز دستی

مولٰنا نظامی کے اوّل مصرعہ کا مضمون امیر خسرو کے شعر میں زیادہ بلیغ انداز میں موزوں ہوا ہے۔ قدرت اور چیرہ دستی سے کلام میں خاص زور پیدا ہو گیا جو حسب حال ہے۔ نیست سے ہستی کا پیدا کر دینا قدرت کا اظہار بمقابلہ اساسِ ہستی کو ہست کرنے کے زیادہ کرتا ہے۔

امیر خسرو | مولٰنا نظامی

اے چار بساط ہفت پردہ (۴) اے ہفت عروسِ نُہ عماری

بر ہفت عروس عقد کردہ | بر درگہِ تو بپردہ داری

مولٰنا نظامی کے یہاں مضمون زیادہ صفائی سے بندھا ہے۔ ہفت عروس و نُہ عماری کے واسطے پردہ داری بہت مناسب ہے۔ سبعہ سیّارہ کی جانب جو تصرفات و احکام نجوم منسوب ہیں ان کے لحاظ سے بھی پردہ داری بہت موزوں ہے۔ امیر خسرو کے یہاں چار بساط، ہفت پردہ، ہفت عروس، تین عدد جمع ہیں۔ مولٰنا نظامی کے یہاں صرف دو، ہفت عروس و نُہ عماری۔ امیر خسرو کے شعر میں لفظ عقد عروس کے

نہایت مناسب ہی۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

اے آنکہ نہ برطریق چونی (۵) ہرچہ از تو گمان برم بچونی

دانائے درونی و برونی | آں من بوم و تو زاں بردنی

مولنا نظامی سنے سادہ مضمون بیان فرمادیا ہی۔ امیر خسرو ایک دقیق فلسفہ پیدا کرتے ہیں یعنی جو بھی تصور اعلیٰ سے اعلیٰ ذات باری تعالیٰ کا ہم اپنے ذہن میں قایم کریں وہ ہمارے دماغ کی ایجاد ہوگا نہ ذات باری کا ادراک۔ لہذا وہ ایک ناقص ہستی کا ادراک وتصور ہوگا، نہ کامل واجب الوجود کا۔ "آں من بوم" پر غور کرو۔ ظلوم وجہول انسان بڑی کاوش سے ایک مفہوم ذات باری کا قایم کرتا ہی اور اس پر بزعم خود بڑے سے بڑے نتایج لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اس پردہ میں وہ خود چھپا ہوا ہی اور خود اپنے ہی بابتہ احکام صادر کر رہا ہی۔ جو بیچون ہے وہ چگونگی میں کس طرح سما سکتا ہی۔ اس راہ میں کیسے کیسے مدعیان خرد نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

اے سرمہ کش بلند بیناں (۶) اے دیدہ کشائے دوربیناں

در باز کن درون نشیناں | سرمایہ دہ تہی نشیناں

اہل معرفت کو جو فیض مبدء فیاض سے پہنچتا ہی اس کا ذکر ہی۔ امیر خسرو کا شعر بلند پایہ ہی۔ سرمہ کش اور دیدہ کشائے کو اول دیکھو۔ صفاتی وعاضی قوت اور ذاتی قوت کا

فرق ہی۔ جو آنکھ سُرمہ کی مدد سے دیکھے وہ اُس آنکھ کو کہاں پہنچ سکتی ہے جو خود اپنی قوت سے دیکھے۔ اس کے بعد بلندبیں اور دوربیں کے فرق پر غور کرو۔ بلندبیں شانِ رفعت کو ہویدا کرتا ہی۔ عارف شش جہت میں نگاہ سے مطلوب کا جلوہ دیکھتا ہی اور اُس کی نظر میں فوق و تحت سب یکساں ہی۔ درباز کن اور سرمایہ دہ کا فرق بھی ملاحظہ ہو۔ درکھول دینے سے یہ حاصل ہی کہ نظارہ گاہ پیش نظر ہے، اہلِ بصر اپنی نظر سے کام لیں۔ سرمایہ دہ سے یہ مُراد ہی کہ نظارہ اور توفیق نظارہ سب اُسی طرف سے ہی۔ نظارہ گاہ کے ساتھ قوت نظارہ بھی اُسی طرف سے آتی ہے۔ سرمایہ دہ سے فیض ذاتی مفہوم ہوتا ہی۔ درون نشین و تہی نشین، درون نشین میں زیادہ سے زیادہ خلوت نشینی کا مفہوم ہے۔ تہی نشین میں احتیاج و افلاس ہے جو درِ کریم پر پہلا ذریعہ حصول فیض کا ہی۔ نظر کو مزید وسعت دو۔ جو خودی سے تہی ہوکر اور فنا کے مراتب طے کرکے سرحدِ بقا پر پہنچے اُس کی کامیابی اور مایہ داری کہاں تک پہنچے گی۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
قادر تو ئی آں دگر چہ باشد	(۷)	صاحب تو ئی آں دگر گدام اند
منعم تو ئی آں دگر کہ باشد		سلطان تو ئی آں دگر غلام اند

مولانا نظامی کا شعر صاف بلند پایہ ہے۔ ع "سلطان تو ئی آں دگر غلام اند" کو امیر خسرو کا کوئی مصرعہ نہیں پہنچا۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے بر ورقِ تو درسِ ایّام (۸) وز تربیتِ تو یافت ایّام

زآغاز رسیدہ تا بانجام — پیرایۂ صبح و زیورِ شام

مولنا نظامی نے سادہ الفاظ میں یہ مفہوم ادا فرمایا ہے کہ زمانہ باآں ہمہ امتداد بس
اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ اس کے سارے واقعات کی سرگذشت کتاب قدرت
کے صرف ایک ورق پر ثبت ہے۔ امیر خسرو تغیر مضمون کے ساتھ زیادہ دلکش الفاظ
میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عالم کی دلکش نیرنگیاں یدِ قدرت ہی کی بخشی ہوئی ہیں

ع پیرایۂ صبح و زیورِ شام

کیسا دلآویز مصرع ہے۔ صبح کا نورانی لباس شام کا مرصّع زیور تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔
مولنا نظامی کے شعر سے درسِ ایّام کا وقوع ثابت ہوتا ہے اور بس؛
نتیجۂ تعلیم نہیں معلوم ہوتا۔ امیر خسرو کے شعر سے درس و نتیجۂ درس دونوں
ظہور پذیر ہیں۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے واہبِ عقل و باعثِ جاں (۹) بود ہمہ گشتہ از تو موجود

با حکمِ تو ہست و نیست یکساں — حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

مولنا نظامی نے صرف عقل و جان کے عطا و ایجاد کا تذکرہ فرمایا ہے نیز یہ کہ حکم
ربّانی وجود و عدم دونوں پر یکساں نافذ ہے۔ امیر خسرو تمام مخلوق کا ایک ذرّے

لفظ ہمہ میں انحصار کرکے وسعتِ قدرت دکھاتے ہیں جس طرح ایک مصوّر تل کی برابر نقطہ میں ایک شہر کا منظر نمایاں کردیتا ہے۔ دوسرے دونوں مصرعے مقابل پڑھیے

ع باحکمِ تو ہست و نیست یکساں

ع حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

امیر خسرو کا مصرع زیادہ چست اور زوردار ہے۔ حکمِ الٰہی کا نفوذ و نفاذ جس قوت کے ساتھ امیر خسرو نے ظاہر کیا ہے وہ مولٰنا نظامی کے لفظوں میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق	(۱۰)	اے امرِ ترا نفاذ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق		از امرِ تو کائنات مشتق

مولٰنا نظامی کے اوّل مصرع سے امرِ الٰہی کا محض نفاذِ علی الاطلاق عیاں ہوتا ہے۔ امیر خسرو کے مصرع میں امرِ مطلق کا عین حکمت ہونا بھی بیان ہوا ہے، اور یہی شانِ عدل ہے۔ مولٰنا نظامی کے پورے مصرع کا مضمون امیر خسرو کے ان دو لفظوں میں آگیا امرِ مطلق۔ از امرِ تو کائنات مشتق میں وہ لطف نہیں جو عالم ز دو حرف کردہ مشتق میں ہے۔ صرف دو حرف سے سارے عالم کا مشتق ہو جانا قدرت پر زیادہ دلالت کرتا ہے بہ مقابلہ عظیم الشان امرِ الٰہی سے مشتق ہونے کے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
شرکت نبرد بملک راہے	(۱۱)	راہِ تو بہ نورِ لایزالی
خاصہ کہ بملک چوں تو شاہے		از شرکت و شریک ہر دو خالی

مولنا نظامی کے شعر کا پایہ بہت بلند ہی۔ نورِ لایزالی نے جو برقی قوت مولنا نظامی
کے کلام میں پیدا کی ہی اُس کا عشرِ عشیر بھی امیر خسرو کے شعر میں نہیں ہی۔ امیر خسرو نے
شاہانہ غیرت کی بنیاد پر شرکت کی نفی کی ہی مولنا نظامی جلال ربانی کی برقِ خرمن سوز
سے شریک و شرکت دونوں کی ہستی کو مٹاتے ہیں۔ وَبَینَہُما بَونٌ بَعید۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

در صنعِ تو کامد از عدد بیش (۱۲) باریکیِ حکمت کہ داند
عاجز شدہ عقلِ علت اندیش | کز کُنِ کُنِ تو نکتہ راند

مولنا یہ بیان فرماتے ہیں کہ تیزی بے شمار صنعت عقلِ علت اندیش کے عجز کا سامان
ہی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چونکہ حکمتِ الٰہی کی باریکی کو پہنچنا محال ہی اس لئے اُس کے
امر و نہی میں کون عقل کو دخل دیسکتا ہے۔ اس طرح دعویٰ دلیل سے ثابت ہو گیا۔
اس کے علاوہ مولنا نظامی کے مضمون سے واضح ہوتا ہی کہ بے شمار صنعت کو دیکھکر
عقل عاجز ہوتی ہی۔ امیر خسرو باریکیِ حکمت کے سبب عجز قرار دیتے ہیں جو ذرہ ذرہ میں
عیاں ہی لہذا ہر ذرہ عجزِ عقل کے لئے کافی ہی۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی (۱۳) دعویٰ گری سپہر پر پیچ
ہفتاد گرہ بدو کشادی | در محکمۂ قضائے تو ہیچ

مولنا نظامی فرماتے ہیں آسمان میں اگر سات گرہیں (سبعہ سیارہ) دستِ قدرت نے

لگا دی ہیں تو اُن کے ذریعے سے ستّر گرہیں کھول دی ہیں۔ یعنی آبائے علوی کے جو تصرفات عالم میں جاری ہیں اُن سے ہزاروں کام ہو رہے ہیں۔ یا احکامِ نجوم کی جانب اشارہ ہو۔ سات گرہ دے کر ستّر گرہیں کھول دینا پُرلطف مضمون ہے لفظی رعایت پر خیال کرو تو بد و بگشادی میں دو کا لفظ ہفت و ہفتاد کے مناسب ہی۔ امیر خسرو کا مضمون اس سے بلند تر ہی۔ فرماتے ہیں کہ حکمِ الٰہی کے سامنے آسمان کیا چیز ہی محض ہیچ اور ناچیز۔ لہٰذا عظمتِ الٰہی کا اظہار امیر خسرو کے شعر میں زیادہ ہی۔ سپہر کے ساتھ پر پیچ کا لفظ لطف خاص رکھتا ہی۔ نجومی اور فلکی آسمان کے جس چکر میں ہیں اُس سے آج تک بال بھر بھی نہیں نکلے۔

مولٰنا نظامی		امیر خسرو
ترتیبِ جہاں چنانکہ بایست	(۱۴)	عالم ز تو شد بہ حکمت آباد
کردی بمثابتے کہ شایست		حکمت ز تو یافت آدمی زاد

مولٰنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون ایک مصرع میں امیر خسرو نے زیادہ شاندار الفاظ میں لکھ دیا ہی۔ چنانکہ بایست اور بمثابتے کہ شایست کا پورا مفہوم بہ حکمت آباد میں زیادہ بلیغ پیرایہ میں آگیا ہی۔ دوسرے مصرع میں امیر خسرو شرفِ انسانی کو نمونۂ قدرت قرار دیتے ہیں۔ یہ مضمون مولٰنا نظامی کے شعر میں نہیں ہی۔

مولٰنا نظامی		امیر خسرو
بے کوہکنی ز کاف و نونے	(۱۵)	در کارِ تو آسماں زبونے
کردی چو سپہر بیستونے		در کلکِ تو کون کاف و نونے

عظمت و قدرتِ ربّانی کا جو اظہار ع "در کارِ تو آسماں زبونے" سے ہوتا ہے وہ ع "کردی چو سپہر بیستونے" سے نہیں ہوتا۔ مولٰنا نظامی فلک بیستون کی رفعت دکھا کر عظمتِ قدرت ثابت فرماتے ہیں، امیر خسرو پستی و زبونی یعنی عظمتِ قدرت اس قدر ہو کہ اُس کے سامنے عظمتِ آسمان کا تخیل بھی نہیں ہو سکتا ع "ہر دو جہانے کو کبنی ز کاف و نونے" سے معلوم ہوتا ہو کہ بلا دشواری قدرت نے سپہر سا بے ستون بنا دیا۔ کلامِ خسروی سے ظاہر ہوتا ہو کہ قلم برداشتہ کاف اور نون دو حرف لکھدیئے بس یہ قدرت کے روبرو یہ کائنات ہو ساری کائنات کی (جس کا آسمان ایک جزو اقل ہو) اب تم خود سمجھ لو کہ کون سا مضمون زیادہ آسانی ظاہر کرتا ہے۔ اس مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ پندرہ اشعار کے چار شعر مولٰنا کے افضل ہیں گیارہ امیر خسرو کے۔

مضامین خاصّہ

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے ہیچ خطے نگشتہ زاوّل	اے بیش ز دانش خردمند
بے حجّت نام تو مسجّل	ذات تو نطق را زبان بند
اے خطبۂ تو تبارک اللہ	اے سرّ تو بستہ وہم را گوش
فیض تو ہمیشہ بارک اللہ	در معرفتِ تو عقل بیہوش
اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ	اے جان بجسد فگندہ تو
در کن فیکون تو آفریدہ	ہر کس کہ جز تو بندۂ تو

مولنا نظامی

اے مقصدِ ہمت بلنداں
مقصودِ دلِ نیازمنداں
ہم قصۂ نانمودہ دانی
ہم نامۂ نانوشتہ خوانی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردم کنِ آدمی و آدم
اے بندہ نواز بندگی دوست
زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود
جز تو کہ تواند اینچنیں بود
اندیشہ بہر بلندی و پست
بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بدامن
پس فرق چہ باشد از تو تا من
چوں حکمِ تو گردد آشکارا
کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری
کز ہیچ کست نبود یاری

امیر خسرو

عاجز نہٗ از اساسِ ہر ساز

تا یار طلب کنی و انباز

قفلِ ہمہ را کلید بر تو

پنہانِ ہمہ پدید بر تو

اے خاک بران سری کز اخلاص

بر خاکِ عبادتت نشد خاص

مولٰنا نظامی کے اشعار خاص میں (یعنی جن کا مقابلہ امیر خسرو کے یہاں نہیں ہے)

یہ شعر بہت بلیغ و نادر ہے

اے خطبۂ تو تبارک اللہ   فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ

تبارک اللہ و بارک اللہ کا مقابلہ دیکھو۔ تبارک اللہ اشارہ ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْن

کی طرف۔ ماشاء اللہ کیا بلیغ خطبہ ہے۔ یہ اشعار بھی بہت خوب ہیں:

اے ہیچ خطے نشد ز اوّل   بے حجتِ نام تو مسجّل

اے ہرچہ رمیدہ و آرمیدہ   در کن فیکون تو آفریدہ

امیر خسرو کے اشعارِ خاص تعداد میں زیادہ ہیں۔ اشعار ذیل میں اُن کا خاص درد و

نیاز کا رنگ ہے

اے خالقِ جسم و صانعِ روح | مرہم نہ سینہائے مجروح
اے بندہ نواز بندگی دوست | زانِ تو جہاں زمغز تا پوست
اے خاک براں سرِ کہ نا اخلاص | بر خاکِ عبادتت نہ شد خاص

اس رنگ کے اشعار مولنا نظامی کے یہاں نہیں ہیں۔ اشعار ذیل کی معرفت ملاحظہ ہو

اے بیش زدانشِ خرد مند | فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش | در معرفت تو عقل بیہوش
اے نور دہ چراغِ عالم | مردم کنِ آدمی و آدم
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود | جز تو کہ تواند اینچنیں بود
چوں حکمِ تو گرد آشکارا | کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری | کز ہیچ کست نبود یاری
عاجز نہ از اساسِ ہر ساز | تا یار طلب کنی و انباز
اندیشہ بہر بلندی و پست | بگزشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بہ دامن | پس فرق چہ باشد از تو تا من

آخر کے دو شعروں میں اُس غلطی کی اصلاح کی ہے جس میں فکر انسانی اپنے منتہائے کمال پر پہنچکر مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب وہ کُنہ واجب الوجود کے ادراک سے عاجز آجاتی ہے تو انکار کی جُرأت کر بیٹھتی ہے۔ امیر خسرو فکر نارسا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ادراک نہو سکے تو انکار نہ کر بلکہ یہ سمجھ لے کہ مادی مخلوق اور ذات

مجرد کا فرق مستلزم عدمِ ادراک ہے۔ عدمِ ادراک عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔

مُناجات

مولانا نظامی

عقل آبلہ پائے و کوئے باریک
وانگاہ رہے چو موئے باریک
توفیق اگر نہ رہ نماید
ایں قفل بہ عقل کے کشاید
اے عقلِ مرا کفایت از تو
جُستن ز من و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانیِ بار
طاقت نہ۔ چگونہ باشد ایں کار
میکوشم و در تنم تواں نیست
کازرمِ توہست باک ازاں نیست
گر لطف کنی و گر کنی قہر
پیشِ تو یکیست نوش تا زہر

امیر خسرو

اے عذر پذیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع برگناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں را کہ تو افگنی بہ زیست
برداشتنش بہ بازوئے کیست
ہم رحمت تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست
دستے کہ فتاد نفس خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم
از دست رہا مکن کہ مستم
ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد

مولنا نظامی

شک در دلِ من بود کا سیرم
کز لطف زیم ز قهر میرم
گر قهر سزائے ماست آخر
هم لطف برائے ماست آخر
تا در نفسم کفایتے هست
فتراک تو کے گذارم از دست
وانگه که نفس بآخر آید
هم خطبۂ نام تو سراید
واں لحظه که مرگ را بسیچم
هم نام تو در حنوط پیچم
چوں گرد شود وجودِ پستم
هر جا که روم ترا پرستم
احرام گرفته ام بکویت
لبیک زناں به جستجویت
احرام شکن بسی ست زنهار
زاحرام شکستیم نگه دار

امیر خسرو

با اینهمه گریز پری این خاک
نقصان چه بود به عالمِ پاک
نزدیکِ خودم بخواں بداں نور
کز خود ابدالابد شوم دور
از یادِ خودم کن آنچناں شاد
کز هستیِ خود نیایدم یاد
جائیم رساں کز اوجِ اخلاص
دیوم بفرشتگی شود خاص
در گلشنِ قدس کن بهنا لم
مگذار به گلخنِ و بالم
آں بخش که از توام دهد یاد
واں ده که براهِ تو تواں داد
خواهم بستایشِ تو بودن
من خود چه توانمت ستودن
هم تو دلِ پاک ده زباں هم
در مدحتِ خویش بلکه جاں هم

مولنا جامی

من بیکس و رخنها نهانی
هان ای کس بیکسان تو دانی
یک ذرّه ز کیمیای اخلاص
گر بر مسِ من نهی شود خاص
آنجا که دهی ز لطف یک تاب
زر گردد خاک، دُر شود آب
پیشِ تو نه دین نه طاعت آرم
افلاسِ تهی شفاعت آرم
تا غرق نشد سفینه در آب
رحمت کن و دستگیر و دریاب
هستم تو به عنایتِ الٰهی
آنجا قدمم رسان که خواهی
از ظلمتِ خود رهائیم ده
با نور خود آشنائیم ده
بردار مرا که اوفتادم
از مرکبِ جهد خود پیادم

امیر خسرو

تا گوید ذکرِ تو به تمییز
تنها نه زبان که جان و دل نیز
به گر ندهی بهیچ سانم
آن جان که بخویش زنده مانم
آن چشم دهم که پیش بیند
عفوِ تو و جرمِ خویش بیند
آن پرده کشا که بار یابم
در پرده صلاحِ کار یابم
پیداست که نیست از همه هست
نقدیم بجز امید بر دست
افلاس ببین و از سرِ جود
بگشای خزینهای مقصود
گیرم که نیم بلطف در خور
آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمتِ تست بر نکو زیست
رحمت کن بندگانِ بد کیست

مولنا نظامی

روزیکه مرا ز من ستانی
ضایع مکن از من آنچه دانی
وانگه که مرا به من دهی باز
یک سایۂ لطف بر من انداز
آن سایه که از چراغ دورست
آن سایه که آن چراغِ نورست
تا با تو چراغِ نور گردم
چون نور ز سایه دور گردم
بے یادِ توام نفس نیاید
با یادِ تو یادِ کس نیاید
گر تن حبشے سرشتۂ تست
ور خط ختنی نبشتۂ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

چون زانِ توئیم پاک و ناپاک
هم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نه گِلم سرشتۂ تست
نیک و بدِ من نوشتۂ تست
چون من رقم از تو می پزیرم
گر نامہ سیہ بود نگیرم
جرم منگر که چاره سازی
طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نریزد
از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی
ناکرده و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار سستم
شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز
بے آنکه ز کرده پرسیم باز

امیر خسرو

عفوِ تو کہ مشعلے ست پُر نور

از ظلمتِ راہِ من بکن دور

روشن کن ازاں نمط رہم را

کاری بسحر شبانگہم را

زینساں کہ اُمید دارم از تو

خواہش بجُز ایں ندارم از تو

کاندم کہ دمم ز تن برآید

با نامِ تو جانِ من برآید

در حجلۂ قدس بخش جایم

تا با تو بجانبِ تو آیم

آں راہ منا بمن نہانی

کاندر تو رسم دگر تو دانی

مناجات کے تین جز ہیں جو خود خالق اکبر نے سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے تلقین فرمائے ہیں۔ اوّل ستایش، دوم نیایش، سوم گزارش۔ ستایش کا حصّہ زیادہ تر حمد میں ختم ہو لیتا ہے۔ مناجات کے لئے نیایش و عرضِ حال دو جزرہ جاتے ہیں۔ نیایش کی جان عجز و شکستگی ہے

گزارشِ مدعا کی نسبت یہ دیکھنا ہی کہ بارگاہِ عالی میں کیا مُدعا پیش کیا۔ ستایش کے نمونے تم کافی دیکھ چکے۔ اب نیایش و گزارش کی کچھ کیفیت معلوم کرو۔

(نیایش)

مولانا نظامی	امیر خسرو
اے عقلِ مرا کفایت از تو	اے عذر پذیرِ عذر خواہاں
جستن زمن و ہدایت از تو	عفوِ تو شفیع برگناہاں
من بیدل و راہ سہمناک ست	خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست	در ہر چہ فتد فگندۂ تست
عاجز شدم از گرانیِ بار	ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
طاقت نہ چگونہ باشد ایں کار	افگندۂ خویش را دہد دست
گر قہر سزائے ماست آخر	دستے کہ فتاد نفسِ خودرائے
ہم لطف برائے ماست آخر	در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار مرا کہ اوفتادم	ہر چند تنِ گُناہ پرورد
از مرکبِ جہد خود پیادم	در حضرتِ قرب نیست درخورد
تا در نفسم کفایتے ہست	با اینہمہ گر بریزی ایں خاک
فتراک تو کے گزارم از دست	نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
وانگہ کہ نفس بآخر آید	خواہم بہ ستایشِ تو بودن
ہم خطبۂ نامِ تو سر آید	من خود چہ توانمت ستودن

مولنا نظامی

چون گرد شود وجود پستم
هر جا که روم ترا پرستم
من بیکس و رخنها نهانی
هاں اے کسِ بیکساں تو دانی
پیشِ تو نه دین نه طاعت آرم
افلاسِ تهی شفاعت آرم
گر تن حبشی سرشتهٔ تست
ور خط ختنی نبشتهٔ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

هم تو دلِ پاک ده زباں هم
در مدحتِ خویش بلکه جاں هم
پیداست که نیست از همه هست
نقدیم بجز امید در دست
افلاس ببین و از سرِ جود
بکشائے خزینهائے مقصود
گیرم که نیم بلطف درخور
آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمتِ تست بر نکو زیست
رحمت کن بندگانِ بد کیست
چون زانِ توایم پاک و ناپاک
هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه گلم سرشتهٔ تست
نیک و بدِ من نوشتهٔ تست
جرمم منگر که چاره سازی
طاعت مطلب که بے نیازی

امیر خسرو

گر فضلِ تو رحمتے نریزد

از طاعتِ چوں منے چہ خیزد

مجموعۂ اشعار پڑھنے سے عجز و شکستگی کا رنگ امیر خسرو کے اشعار میں زیادہ نمایاں ہے۔ بندۂ کمینہ، تنِ گناہ پرورد، خاک، بندۂ در، ناپاک، عذر خواہ، بے سروپا، افلاس، رحمت، عفو، شفیع، یہ عاجزانہ الفاظ امیر خسرو کے یہاں ہیں۔ مولٰنا نظامی کے یہاں اس رنگ کے الفاظ بیدل، عاجز، وجودِ پست، افلاسِ تہی، بیکس، تن جیشے، شفاعت اور لطف ہیں۔ خود ان الفاظ کا مقابلہ کرو تو باعتبار اکثر امیر خسرو کے الفاظ میں انکسار و شکستگی زیادہ پاؤگے۔

مولٰنا نظامی | امیر خسرو

بردار مرا کہ اوفتادم (۱) دستے کہ فتادنفسِ خود رائے

از مرکبِ جہد خود پیادم در مطرحِ سیل بے سروپائے

بردار، دستے۔ اس موقع پر دستے کہکر مدد طلب کرنا بمقابلہ بردار کے زیادہ موثر ہی۔ مولٰنا نظامی کے شعر میں یہ مضمون ہو کہ ایک شخص گھوڑے سے گر گیا ہو اور کہتا ہے بردار (اُٹھاؤ) امیر خسرو یہ سمان دکھاتے ہیں کہ ایک شخص سیلاب میں اُچھلتا ڈوبتا چلا آتا ہو اور چلاتا ہو دستے، (ہاتھ پکڑنا) بتاؤ دیکھنے والے کے دل پر کس کا درد زیادہ اثر کرے گا؟ یقیناً ڈوبنے والے کا۔ فرض کرو تم دونوں واقعے ایک ساتھ اپنی آنکھ سے

دیکھتے ہو۔ ڈوبتے ہوئے کو بچا کر گھوڑے سے گرنے والے کو اٹھاؤ گے۔ سوار گھوڑے سے گر کر اکثر خود دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو سیلاب میں بے قابو ہو جائے اُس کو خدا ہی بچائے تو بچے۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۲)
گر قہر سزائے است آخر
ہم لطف برائے ماست آخر

گر رحمت تست بر نکو زیست
رحمت کُن بندگانِ بدکیست

نیاز مندانہ ناز مولنا نظامی کے یہاں ہے امیر خسرو کے یہاں شانِ عجز۔ اوّل لطف اور رحمت کا موازنہ کرو۔ پھر اس عاجزانہ سوال پر غور کرو۔ ع

رحمت کُن بندگانِ بدکیست؟

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۳)
پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم
افلاسِ تہی شفاعت آرم

افلاس ببین و از سرِ جود
بخشائے خزینہائے مقصود

اپنے اپنے رنگ میں دونوں شعر لاجواب ہیں۔ خسروی عجز۔ مولنا نظامی کے شعر میں ہے اور نظامی شوکت امیر خسرو کے شعر میں۔ امیر خسرو کے سوال میں بھی اس موقع پر شانِ خسروی ہے

بخشائے خزینہائے مقصود

افلاس، جود، خزینہ مناسب الفاظ ہیں۔ مولنا کے یہاں "تہی" کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی ہے

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۴)
یک ذرہ ز کیمیائے اخلاص
گر بر مسِ من نہی شود خاص

جائیم رسان کز اوجِ اخلاص
یوم بقدرِ شستگی شود خاص

مولنا نظامی ایک ذرۂ اخلاص کے طالب ہیں۔ امیر خسرو اوجِ اخلاص پر صعود چاہتے ہیں۔ مس کو سونا کر دینے سے دیو کو فرشتہ بنا دینے میں زیادہ ترقی ہے۔ امیر خسرو کا مضمون زیادہ بلند ہے۔

(گزارش)

امیر خسرو	مولنا نظامی
زینساں کہ امید دارم از تو	روزیکہ مرا ز من ستانی
خواہش بجز ایں ندارم از تو	ضائع مکن از من آں چہ دانی
کاندم کہ دمم ز تن برآید	وانگہ کہ مرا بہ من دہی باز
با نامِ توجانِ من برآید	یک سایۂ لطف بر من انداز
در حجلۂ قدس بخش جایم	آں سایہ کہ از چراغ دور ست
تا با تو بہ جانب تو آیم	آں سایہ کہ آں چراغ نور ست
آں راہ نما بہ من نہانی	تا با تو چراغِ نور گردم
کاندر تو رسم دگر تو دانی	چوں نور ز سایہ دور گردم

مولنا نظامی نے دو سوال کیے ہیں۔ ایک اوّل شعر میں ضائع مکن از من الخ اس میں قبولِ عمل کا پہلو ہے۔ دوسرے سوال کا بیان دوسرے شعر سے شروع ہو کر چوتھے پر ختم ہوتا ہے۔ انتہا یہ ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو صرف ایک سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

خواہش بجز ایں ندارم از تو

سوال کی انتہا یہ ہے ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دونوں انتہائی مصرعوں پر غور کرو اور دیکھو کہ فنا فی اللہ کا مضمون کس میں زیادہ نمایاں ہے؟ یقیناً امیر خسرو کے مصرع میں۔ دیکھو مولانا نظامی کا مدعا ختم ہو جاتا ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو فنا فی اللہ کے بعد بھی ترقی مدارج کے آرزومند ہیں ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دگر تو دانی میں مدارج کی انتہا نہیں۔ علم قدیم غیر متناہی ہے۔ علیٰ ہذا سوال کی بھی انتہا نہیں۔ جہاں تک رسائی فہم تھی، مدعا ظاہر کیا اور خوب ظاہر کیا۔ آگے حضرتِ کریم کے علمِ قدیم کے حوالہ کر دیا۔ افوضُ امریٰ اِلی اللہ۔ مولانا نظامی کے یہاں نور، سایہ اور چراغ کا تلازم بہت خوب ہے۔ امیر خسرو نے صاف صاف الفاظ میں مدعا عرض کر دیا ہے۔ اوّل حجلۂ قدس میں مقام چاہتے ہیں پھر وہاں سے رفیق اعلیٰ کی رفاقت میں قدم آگے بڑھتا ہے ع

تا با تو بہ جانبِ تو آیم

انتہائے سیر ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

نہیں نہیں کچھ انتہا ہی نہیں۔ لفظ نہانی کس قدر بلیغ وحسب حال ہی۔ امیر خسرو نور ظلمت کے مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں:

عفو تو کہ مشعلیست پُر نور | از ظلمت راہِ من مکن دُور
روشن کن ازاں نمط رہم را | کاری بہ سحر شبانگہم را

ظلمتِ شب کو نورِ سحر سے بدل دینا کمال تنویر ہی۔ ان دو شعروں کا مقابلہ کرو۔

مولٰنا نظامی (۲) امیر خسرو

وانگہ کہ نفس بآخر آید | کاندم کہ دمم ز تن بر آید
ہم خطبۂ نام تو سر آید | با نامِ تو جانِ من بر آید

ظاہر ہی کہ مضمون دونوں شعروں کا ایک ہی یعنی خاتمہ تیرے نام پر ہو۔ خطبہ کے لفظ سے مولٰنا نظامی کے مصرع میں خاص شانِ بلاغت پیدا ہوگئی ہی۔ بیان امیر خسرو کا زیادہ موثر ہی جو موقع کے بالکل مناسب ہی۔ مولٰنا نظامی فرماتے ہیں جب نَفَس آخر ہو (زندگی ختم ہو) تو تیرے نام کا خطبہ پڑھ رہا ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں جب دم نکلے تو جان تیرا نام لیتی ہوئی نکلے۔ جان اور نَفَس میں جس قدر فرق ہی اُسی قدر نام کی محبوبیت میں فرق اسلوبِ بیان سے مفہوم ہوگا۔ امیر خسرو کے کلام میں 'با نامِ تو' میں لفظ 'با' نے خاص لطف پیدا کیا ہی جو رفاقت پر دلالت کرتا ہی۔ مولٰنا کے شعر میں نَفَس نام پاک لیتا ہوا ختم (آخر) ہو رہا ہی۔ امیر خسرو کے کلام میں جان نامِ پاک

کے ساتھ جا رہی ہے۔ "برآید" پر غور کرکے دیکھو کہ کہاں۔ کچھ شبہ نہیں کہ یہ خوبی مضامین حضرت نظام المشایخ کی صحبت کا فیض ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

مولنا نظامی کے اشعار ذیل نہایت بلیغ اور اثر عجز و نیاز میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

من بیکس و رخنہ تنہائی — ہاں اے کس بیکساں تو دانی

پیش تو نہ دیں نہ طاعت آرم — افلاس تہی شفاعت آرم

گر تن بہتے سرشتۂ تست — در خط خفتی نبشتۂ تست

ہاں اے کس بیکساں۔ سبحان اللہ۔ اخیر شعر کا مضمون اور تقابل الفاظ کمال استادی ہے۔

نعت

مولنا نظامی	امیر خسرو
اے ختم پیمبران مرسل	شاہ رسل و شفیع مرسل
حلوائے پسین و ملح اوّل	خورشید پسین و نور اول
اے حاکم کشور کفایت	سلطان ممالک رسالت
فرماں دہ جملۂ ولایت	طغرائے صحیفۂ جلالت
اے خاک تو توتیائے بینش	ہم نور دہ چراغ بینش
روشن بہ تو چشم آفرینش	ہم چشم و چراغ آفرینش
خاک تو ادیم روئے آدم	گنجینۂ کیمیائے عالم
نور تو چراغ ہر دو عالم	پیش از ہمہ پیشوائے عالم

مولانا نظامی

هرکه آرد با تو خود پرستی
شمشیرِ ادب خورد دو دستی
اے شاه سوارِ ملکِ هستی
سلطانِ خرد به چیره دستی
اے بر سرِ سدره شاهراهت
وے بر سرِ عرش تکیه گاهت
رفته ز ورائے عرشِ والا
هفتاد هزار پرده بالا
اے صدر نشینِ هر دو عالم
محراب زمین و آسماں هم
گشته زمیں آسمان ز دینت
نے نے شده آسماں زمینت
هر عقل که بے تو - پے نبرده
هر جاں که نه زندهٔ تو - مُرده
عقل ارچه خلیفهٔ شگرف ست
بر لوحِ سخن تمام حرف ست
ق

امیر خسرو

سرکوبِ مخالفانِ ابتر
تن پوشِ برهنگانِ محشر
شاهنشهِ تختِ آسمانی
خوانندهٔ تختهٔ نهانی
محجوبه کشائے پردهٔ غیب
گنجورِ خزینهائے لاریب
پروانه رسانِ ظلمت و نور
وز نور و دخاں نوشته منشور
یٰسیں ز دهانش دُرفشانده
طاهاش و ان یکاد خوانده
نامش به سریرِ پادشاهی
توقیعِ سپیدی و سیاهی
جاروب زنانِ بارگاهش
از پرّ فرشته رُفته راهش
شمشیرِ سیاستش سر انداز
شمشیرِ زبانش گوهر انداز

مولانا نظامی

ق

ہم مہر مؤیدی ندارد
تا دینِ محمدی ندارد

اے شاہِ مقربانِ درگاہ
نامِ تو ورائے ہفت خرگاہ

صاحب طرفِ ولایتِ جود
مقصودِ جہاں جہانِ مقصود

سرجوش خلاصۂ معانی
سرچشمۂ آبِ زندگانی

سرخیل توئی و جملہ خیل اند
مقصود توئی ہمہ طفیل اند

سلطانِ سریرِ کائناتی
شاہنشہِ کشورِ حیاتی

امیر خسرو

ذیلِ کفنش ز فتنہا دور
خاکِ قدمش بہ دیدہا نور

در مکتبِ کاف و نون شب و روز
زو جملہ رسل دو حرف آموز

کلک از صفتش زباں بریدہ
نہ سپہر ز کلکِ او چکیدہ

لشکر کشِ آسماں غلامش
تعویذِ کلاہ کردہ نامش

خورشید بہ نیلگوں عماری
دربانِ درش بہ پردہ داری

مولانا نظامی کے مطلع کے مصرع اوّل میں صرف ایک صفت ختم رسالت کا ذکر ہے۔ دوسرا مصرع بہت مشہور ہے اور اس میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل و آخر شرف کو نہایت لطیف و مرغوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ملح اوّل و حلوا پسین خوانِ کریم پر دستورِ قدیم کے مطابق آغاز نمک سے ہوتا ہے۔ خاتمہ حلوہ یا شیرینی پر

جب کائنات کا خوان کرم بچھا تو اُس پر صلائے عام کا آغاز و انجام ذاتِ اقدس سے ہوا۔ روحی فداہ۔ نہ صرف یہ بلکہ جس طرح نمک قوام بدن کا باعث اور غذا میں لطفِ ذوق پیدا کرنے والا ہے اسی طرح ذات ہمایوں قوام و صلاح عالم کا اصلی سبب اور جمالِ مبارک تمام کائنات کا نمک اور حُسن تھا۔ خاتمہ دسترخوان کا حلوہ پر ہوتا ہے جو علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے ہاضم طعام ہونے کی حیثیت سے غذا کے اصل مفاد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ شیرینیٔ ذوق کی اعلیٰ ضیافت ہے۔ اسی طرح ذات مبارک پر رسالت کا خاتمہ تمام اگلی رسالتوں کی تعلیم کی کامیابی اور مرغوب ترین انجام تھا۔ امیر خسرو کے مطلع کے اوّل مصرع میں دو صفتیں مذکور ہیں ایک سروری انبیا دوسری شفاعتِ مذنبین۔ دوسرا مصرع بہت بلند پایہ ہے۔ ع

حلوائے پسین و ملحِ اوّل

امیر خسرو فرماتے ہیں: ع "خورشید پسین و نورِ اوّل"۔ اس مضمون میں قابل غور یہ ہے کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی سارے ستارے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں اور خورشید سب کا تنہا قایم مقام بن جاتا ہے۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے تمام ادیان سابقہ کے انوار محو ہو گئے اور نورِ حق کی روشنی سے عالم رشکِ روزِ روشن بن گیا۔ دیکھو ایک لطیف مضمون۔ سورج کا نکلنا ستاروں کے فنا کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اُن کے انوار نورِ آفتاب میں محو و جذب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شرع محمدی نے تمام ادیان کی خوبیوں کو احاطہ کر لیا ہے۔ ملح اوّل کے مقابل نورِ اوّل حدیث کا مضمون ہے۔

اوّل ما خلق اللہ نوری اور شان وجلالت کے عین مطابق۔ مُلّا کمتبی شیرازی کا مصرع ہے

خورشید پسین و صبح اوّل

صبح اوّل میں وہ عالم نہیں جو نور اوّل میں ہی۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
سلطانِ ممالکِ رسالت	(۲)	اے حاکمِ کشورِ کفایت
طغرائے صحیفۂ جلالت		فرماں دہِ جملۂ ولایت

امیر خسرو کے شعر کا ترفع کسی شرح کا محتاج نہیں حاکم کشور کفایت کے مقابل سلطان ممالک رسالت ہر لفظ زور و شکوہ میں بڑھکر ہے۔ ع فرماں دہِ جملۂ ولایت ع طغرائے صحیفۂ جلالت۔ مضمون اگرچہ جدا ہی تاہم شکوہ الفاظ محتاج بیان نہیں۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
ہم نور دہِ چراغِ بینش	(۳)	اے خاکِ تو توتیائے بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش		روشن بہ تو چشمِ آفرینش

توتیا آنکھ کو قوت دیتا ہی جس سے ایک شخص دیکھ سکتا ہی بشرطیکہ عالم روشن ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چراغ بینش کا نور تیز کر دیا جس سے ہزاروں آنکھوں کے سامنے منظر حقیقت روشن و عیاں ہو گیا۔ دوسرے مصرع میں روشن کا مقابلہ چشم و چراغ سے کرو علاوہ شوکت الفاظ کی قوت ہدایت صاف دیدہ افروز ہو گی۔ نہ صرف آنکھیں کھولیں

بلکہ شاہ راہِ معرفت پر چراغ بھی رکھدیا۔ امیر خسرو کا دوسرا مصرع ہے ع

خاکِ قدمت بدیدہا نور

مقابلہ کرو۔ ع

اے خاکِ تو توتیائے بینش

فرق صاف روشن ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
گنجینۂ کیمیائے عالم	(۴)	خاکِ تو ادیمِ روئے آدم
پیش از ہمہ پیشوائے عالم		نورِ تو چراغِ ہر دو عالم

مولنا نظامی کے اوّل مصرع میں خاکِ پاک روئے آدم کی رونق کا باعث ہے۔ ادیم و آدم کا تناسب بھی ہے۔ امیر خسرو نے کیمیائے عالم سے اُس صفت کو بیان کیا جس نے قلب کی ماہیت بدل کر مس سے کندن بنا دیا۔ ظاہر کی رونق سے اندرونی صفائی پیدا کرنے میں زیادہ کمال ہے۔ دوسرے مصرعوں کا مضمون جدا جدا ہے۔ بندش دونوں کی قابل داد ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
سرکوبِ مخالفانِ ابتر	(۵)	ہر کہ آرد با تو خود پرستی
تن پوشِ برہنگانِ محشر		شمشیرِ ادب خورد دو دستی

مولنا نظامی کے شعر میں صرف شانِ جلال کا ظہور ہے۔ امیر خسرو نے پہلے مصرع میں اس مضمون کو ختم کر کے دوسرے میں شانِ رحمت بھی دکھلا دی ہے اور کیسے دلگداز

الفاظ میں ع

تن پوشِ برہنگانِ محشر

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ۔

ہم مضمون وہم قافیہ اشعار کا مقابلہ ختم ہوچکا۔ باقی اشعار دونوں اُستادوں کے اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں۔ مولٰنا نظامی کے حسب ذیل اشعار کس قدر بلیغ ہیں:

اے صدر نشینِ ہر دو عالم　　محراب زمیں و آسماں ہم
گشتہ زمیں آسماں ز دینت　　نے نے شدہ آسماں زمینت
ہر عقل کہ بے تو۔ پے نبردہ　　ہر جاں کہ نہ زندۂ تو۔ مردہ
سرجوشِ خلاصۂ معانی　　سرچشمۂ آبِ زندگانی
صاحب طرفِ ولایتِ جود　　مقصودِ جہاں جہانِ مقصود
سرخیل توئی و جملہ خیل اند　　مقصود توئی ہمہ طفیل اند

امیر خسرو کے اشعار ذیل غالباً زیادہ بلیغ اور شانِ رسالت کے مظہر ہیں۔

مجو بہ کشائے پردۂ غیب　　گنجور خزینہائے لاریب
پروانہ رسانِ ظلمت و نور　　وز نور دو خاں نوشتہ منشور
یٰسیں زدہانش دُرفشاندہ　　طاہاش وان یکا دخواندہ
جاروب زنانِ بارگاہش　　از پرّ فرشتہ رُفتہ راہش
درمکتبِ کاف و نوں شب و روز　　زو جملہ رسُل دو حرف آموز

معراج

معراج کے ذکر میں معرکہ کا مقام قربِ خاص کا بیان ہی اور وہاں کمال شاعری معلوم ہوتا ہی۔ سب سے اوّل یہ دیکھنا ہی کہ دونوں اُستادوں نے اس موقع پر کیا پیرایہ اختیار فرمایا ہی۔

امیر خسرو	مولانا نظامی
دید آں چہ عبارتش نسنجد	ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی
در حوصلۂ خرد نگنجد	ہم سرِّ کلامِ حق شنیدی
دیدارِ خدائے دید بے غیب	از غایتِ فہم و نورِ ادراک
گفتار ز حق شنید بے ریب	ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک
زاں گفت و شنیدِ بے کم و کاست	در خواستی آں چہ بود کامت
ہم گفتن و ہم شنیدنت راست	در خواستہ خاص شد بنامت
کرد از کفِ غیب شربتے نوش	از قربتِ حضرتِ الٰہی
کز ہستیِ خویش شد فراموش	باز آمدی آں چنانکہ خواہی
ایزد ز کمالِ مہربانی	گلنار شگفتہ از جبینت
دادش بہ کمال ہر چہ دانی	توقیعِ کرم در آستینت
بنواخت بہ عزّتِ سلامش	آوردہ براتِ رستگاراں
بسپرد ودیعتِ کلامش	از بہرِ چو ما شکستہ کاراں

امیر خسرو

مقصودِ دو کون بر تنش ریخت

گنجِ دو جہاں بدامنش ریخت

با بخششِ پاک بندۂ پاک

آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرتِ خداوند

منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولٰنا نظامی نے تصریح فرما دی ہے

ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی ہم سرِّ کلامِ حق شنیدی

امیر خسرو نے جن الفاظ میں اس موقع کا ذکر کیا وہ بہت بلیغ و پرمعنی ہیں

دید آں چہ عبارتش نسنجد در حوصلۂ خرد نگنجد

وہ نظارہ ضرور ایسا ہی تھا جو وسعتِ عبارت اور حوصلۂ خرد دونوں سے ماورا تھا

مولٰنا نظامی کے مطلب کو امیر خسرو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

دیدارِ خدائے دید بے غیب گفتار ز حق شنید بے ریب

"دیدارِ خدائے دید بے غیب" میں جو شان رویت ہے وہ غالباً "ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی"

میں نہیں ہے۔

مولانا نظامی	امیر خسرو
ازغایتِ فہم و نورِ ادراک	زاں گفت وشنیدِ بے کم وکاست
ہم دیدن وہم شنیدنت پاک	ہم گفتن وہم شنیدنت راست

مولانا نظامی کا پہلا مصرع بہت بلیغ ہی اور رسالت کے فہم وادراک کی شان نہایت پرمعنی الفاظ میں ظاہر فرمائی ہی۔ وہ موقع جس اہتمام واحتیاط کا تھا اُس کا اظہار امیر خسرو کے الفاظ "بے کم وکاست" اور "راست" میں لفظ "پاک" سے زیادہ مصرح ہی۔ عنایت سرمدی کا ذکر مولانا نظامی ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

درخواستی آں چہ بود کامت | درخواستہ خاص شد بنامت

یعنی جو کچھ مقصود تھا آپ نے چاہا اور جو چاہا عنایت خاص سے عطا ہوا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

ایزد بہ کمال مہربانی | دادش بہ کمال ہرچہ دانی

اوّل تو بے مانگے بخشا پھر کمال مہربانی کو کمال بخشش کے ساتھ ملا کر غور کرو تو ذہن عطیۂ الٰہی کی عظمت سے مالا مال ہوجائیگا۔ خداوند ذوالجلال کمالِ عنایت سے بخشش علیٰ وجہ الکمال فرمائے تو اُس کا اندازہ کون کرسکتا ہی۔ اسی لئے امیر خسرو زورِ کلام کو مزید ترقی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "ہرچہ دانی"۔ امیر خسرو کے ان اشعار کو پڑھو لطفِ سرمدی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا ؎

کرد از کفِ غیب شربتے نوش | کز ہستیِ خویشش شد فراموش

بنواخت بہ عزتِ سلامش | بسپرد ودیعتِ کلامش
مقصودِ دوکون بر تنش ریخت | گنجِ دوجہاں بدامنش ریخت

مراجعت ملاحظہ ہو۔ مولانا نظامی ؎

از قربتِ حضرتِ الٰہی | باز آمدی آں چنانکہ خواہی
گلنارِ شگفتہ از جبینت | توقیعِ کرم در آستینت
آوردہ براتِ رستگاراں | از بہرِ چو ما شکستہ کاراں

امیر خسرو ؎

بابخششِ پاک بندۂ پاک | آمد سوئے بند خانۂ خاک
آورد زحضرتِ خداوند | منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولانا نظامی کا دوسرا شعر بہت بلند پایہ ہی۔ خصوصًا دوسرا مصرع "توقیعِ کرم در آستینت" امیر خسرو نے ؎ بابخششِ پاک بندۂ پاک ٭ آمد سوئے بند خانۂ خاک ٭ میں کمال عبودیت کو جو کمال محمدی ہی عیاں فرمایا ہی۔ کیسا پاکیزہ مصرع ہی ع

بابخششِ پاک بندۂ پاک

اس شعر کو اُن اشعار کے ساتھ ملا کر پڑھو جو قرب خاص کے بیان میں گزرے، حفظ مراتب اور پاس ادب کی داد دل سے نکلے گی۔

مولانا نظامی کے اخیر شعر کا امیر خسرو کے اخیر شعر سے مقابلہ کروگے تو امیر خسرو کا شعر زیادہ چست معلوم ہوگا۔

ایک اور موقع دیکھو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد:

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
از سدرہ رسید مرغِ والا	جبریل رسید طوق در دست
خواندش بہ نویدِ حق تعالیٰ	کز بہرِ تو آسماں کمر بست
آورد جنیبۂ فلک گام	ہر ہفت فلک کہ حلقہ بستند
فردوس نوردو فرقد آشام	نظّارۂ تست ہر چہ ہستند
داد از نمطِ جنیبہ داری	برخیز وہلا نہ وقت خواب ست
شہ را بہ جنیبہ شہسواری	مہ منتظرِ تو آفتاب ست

آگے باقی سیّاروں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
آں شاہ سوارِ آسماں گرد	امشب شبِ قدرِ تست دریاب
آہنگ بہ گشتِ آسماں کرد	قدرِ شبِ قدرِ خویش دریاب
	آرایشِ سرمدی ست امشب
	معراجِ محمدی ست امشب

اشعار بالا کے مقابلہ سے واضح ہوگا کہ غالباً حفظ مراتب کلام خسروی میں زیادہ ہے۔ اور زورِ کلام مولٰنا نظامی کے یہاں۔

روانگی معراج کے موقع پر:

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
اوّل ز سرائے ام ہانی	سر بر زدہ زیں سرائے فانی
شد محرمِ کعبۂ یمانی	بر اوج سرائے اُم ھانی

امیر خسرو

پس داد بابروئے مقوّس

محراب بہ قبلۂ مقدّس

در قبلہ شدو بہ قعدہ بنشست

تحریمہ بہ قبلۂ سمابست

علاوہ خوبیٔ کلام امیر خسروؔ کے اشعار میں شان عبودیت کا پورا جلوہ ہے۔

امیر خسرو	مولنا نظامی
بازار جہت گزاشت برجائے	بازار جہت بہم شکستی
بنہاد بہ نطع بے جہت پائے	از زحمت فوق وتحت رستی
سرزاں سوئے کائنات برکرد	خرگاہ بروں زدی زکونین
ملک ازل وابد نظر کرد	در حجلۂ قرب قاب قوسین

زور کلام امیر خسرو کے یہاں زیادہ ہی۔ دیکھو انسان جب کسی بلند مقام پر پہنچتا ہی تو شوق سے چاروں طرف کا منظر دیکھتا ہی۔ امیر خسروؔ نے کیسا نظارہ گاہ پیدا کیا۔ ع

ملک ازل وابد نظر کرد

مولنا نظامی کا یہ شعر ؎

جبریل زہمرہیت ماندہ اللہ معک زدور خواندہ

لاجواب ہی۔ اللہ معک لاکھوں موقعوں پر استعمال ہوا ہوگا، لیکن شاید ہی اس سے بہتر

مستعمل ہوا ہو۔ عالم ملکوت میں اپنے مرتبہ پر حضرت جبریل کا رہ جانا اور دُوسرے "اللہ معک" زبان پر لانا کس دلآویز اور بلیغ پیرایہ میں آپ کے علو مرتبہ اور تقرب الٰہی پر دلالت کرتا ہی۔ اللہ معک معمولاً کلمۂ رخصت ہی لیکن اس موقع پر جو قرب ذاتِ باری کا پہلو اُس میں نکل رہا ہے وہ شانِ بلاغت بلکہ جانِ بلاغت ہی۔ حضرت جبریل بارگاہ جلال میں قدم آگے نہیں بڑھا سکتے اور دُوسرے کہتے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہی۔ یعنی اب خدا کی ذات اور آپکے سوا اور کوئی نہیں۔ اُردو میں اس موقع پر "اللہ کے سپرد" کہتے ہیں لیکن اُس میں یہ پہلو نہیں۔ مولانا نظامی کی عربی فقروں کی تضمین کندن میں نگینہ ہی۔ بعض نمونے اوپر بھی دیکھ آئے ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مقابلہ کی کشمکش دیباچہ کے مضامین (خصوصاً مضامین مذکورۂ بالا) میں ختم ہو جاتی ہی۔ آگے (داستان لیلیٰ مجنوں کا میدان) اقلیم خسروی ہے ع

شرکت نبرد بہ ملک راہی

صرف دونوں اُستادوں کا کلام بالمقابل پڑھنے سے فرق عظیم نمایاں ہو جاتا ہے۔ لہذا وجوہ مقابلہ کی تفصیل تحصیل حاصل ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خود مولانا کو اس کا احساس تھا کہ یہ میدان اُن کے اشہب قلم کے واسطے تنگ ہی۔ چنانچہ سبب تالیف میں اُس موقع پر فرماتے ہیں جب فرمان شاہی داستان لیلیٰ مجنوں کے نظم کرنے کی بابتہ پہنچا ہی۔ مولانا کو تامل ہی۔ صاحبزادہ محمد نظامی کو اصرار کہ شاہی فرمایش کی تعمیل ضرور ہو۔

گفتم سخنِ تو ہست برجائے ... اے آئینہ روئے و آہنیں رائے

لیکن چہ کنم ہوا دو رنگ ست | کاندیشہ فراخ وسینہ تنگ ست
دہلیزِ فسانہ چوں بود تنگ | گرد سخن ازشد آمدن لنگ
میدانِ سخن فراخ باید | تا طبع سواریٔ نماید
اسبابِ سخن نشاط و نازست | زیں ہر دو سخن بہانہ سازست
بر شیفتگی و بند و زنجیر | باشد سخنِ برہنہ دلگیر
ایں آیۃ اگرچہ ہست مشہور | تفسیرِ نشاط ہست ازو دور
در مرحلۂ کہ رہ ندانم | پیداست کہ نکتہ چند رانم
نے باغ نہ بزمِ شہریاری | نے رود نہ مے نہ کامگاری
بر خشکیٔ ریگ و سختیٔ کوہ | تا چند رود سخن بانبوہ

دیکھو، امیر خسرو کی روانیٔ طبع نے اسی خشک ریگ اور سنگ لاخ پہاڑ پر فصاحت کے دریا بہادئے اور رنگینیٔ کلام سے اُن کو رشکِ گلستاں بنا دیا۔ فقد صدق فصح العرب والعجم صلّی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحراً۔

جمالِ لیلیٰ

مولنا نظامی | امیر خسرو

بود از صدفِ دگر قبیلہ | بود از صفِ آں بتانِ دلخواہ
ناسفتہ دُرِیش[1] ہم طویلہ | ماہی کہ زد آفتاب را راہ

[1] ضمیر شش راجع بہ جانب مجنون ۱۲ حسرت

مولٰنا نظامی

آفت نرسیدہ دخترے خوب
چوں عقل بہ نامِ نیک منسوب
آراستہ لعبتے چو ماہے
چوں سروِ سہی نظارہ گاہے
شوخے کہ بہ غمزۂ کمینہ
سفتے نہ یکے ہزار سینہ
آہو چشمے کہ ہر زمانے
کشتے بکرشمہ جہانے
ماہِ عربی بہ رُخ نمودن
ترکِ عجمی بہ دل ربودن
زلفش چو شبے رخش چراغے
یا مشعلۂ بہ چنگِ زاغے
محبوبہ بیتِ زندگانی
شہ بیتِ قصیدۂ جوانی
تعویذِ بتانِ ہمنشیناں
در خوردِ کنارِ نازنیناں

امیر خسرو

لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش
خالش نقطے ز نقشِ نامش
مشعل کُشِ آفتاب و انجم
دیوانہ کُنِ پری و مردم
تاراج گرِ متاعِ جانہا
بنیاد شگافِ خانمانہا
سلطانِ شکر لبانِ آفاق
لشکر شکنِ شکیبِ عشّاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتا بہ قدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرافراز
نازے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بہ خوابِ خرگوش

مولانا نظامی

بر رشتهٔ عقد زلف و خالش
آمودہ جواہر جمالش
گلگونہ ز روئے خویش پرورد
سرمہ ز سواد ما در آورد
در ہر دلے از ہواش میلے
گیسوش چو لیل و نام لیلے
شکر شکنی بہر چہ خواہی
شکر شکن از شکر چہ خواہی

امیر خسرو

خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشم دیو بستہ
تسبیح فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغ بت پرستاں
طاؤس بہشت و کبک بستاں
فرمودہ کلالہ را سواری
دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
او بے خبر و نظارگی مست
معجون لبش بہ دُرفشانی
پروردہ بہ آب زندگانی
ہمخوابۂ لالہ گیسوانش
ہمشیرۂ انگبیں دہانش
خورشید غلام زادۂ او
مہ داغ جبیں نہادۂ او

امیر خسرو

اندر صفِ آں بتانِ شیریں

چوں زہرہ بہ نور و مہ بہ پرویں

ابتدائے عشق

مولانا نظامی

عشق آمد و جام جام درداد

جامے بدو خوئے خام درداد

مستی بہ نخست بادہ سخت ست

افتادنِ نافتادہ سخت ست

چوں از گلِ مہر بو گرفتند

با خود ہمہ روز خو گرفتند

ایں جاں بہ جمالِ او سپردہ

دل بردہ و لیک جاں نبردہ

آں بر رخِ او نظر نہادہ

دل دادہ و کام دل ندادہ

عشق آمد و خانہ کرد خالی

برداشتہ تیغ لاابالی

امیر خسرو

ہر دو بہ نظارہ روئے در روئے

وارفتہ خیال موئے در موئے

لب ماند ز گفتن و زباں ہم

دل گشتہ بہم یکے و جاں ہم

بیہوشیِ شاں بہ گفتنِ راز

خاموشیِ شاں بہ پردہ آواز

ہر دو بہ غم و گداز ماندہ

لب بستہ و دیدہ باز ماندہ

آں کردہ نظر بہ روئے ایں گرم

وافگندہ ز دیدہ برقعِ شرم

ایں تن بہ ہلاک ساز دادہ

او سینہ بہ تیغِ ناز دادہ

مولنا نظامی

غم داد و دل از کنارشان برد
وز دل شدگی قرارشان برد

زاں دل کہ بیکدگر بدادند
در معرضِ گفتگو فتادند

ایں پردہ دریدہ شد بہر سوئے
واں راز شنیدہ شد بہر کوئے

ایں قصہ کہ محکم آیتے بود
در ہر دہنے حکایتے بود

کردند بسے بسے مدارا
تا راز نگردد آشکارا

بندِ سرِ نافہ گرچہ خشک ست
بوئے خوشِ او گواہِ مشک ست

بادے کہ ز عاشقی خبر داشت
برقع ز جمالِ عشق برداشت

کردند شکیب تا بکوشند
کاں عشقِ برہنہ را بپوشند

امیر خسرو

ایں گفتہ غمِ خود از رخِ زرد
او دادہ جوابش از دمِ سرد

ایں دیدہ درو بہ چشمِ پاکی
او نیز ولے بہ شرمناکی

ایں کامِ خود از فغانِ خود دوخت
او سینۂ خود ز آہِ خود سوخت

عشق آمد و خوں بہ خوں درآمیخت
خونابۂ دل ز دیدہ می ریخت

اندیشہ متاعِ صبر گم کرد
غم بر دل و دیدہ اشتلم کرد

سلطانِ خرد بروں شد از تخت
ہم خانہ بباد داد ہم رخت

طوفاں ز تنور سر برآورد
وآفاق بموجِ خوں درآورد

افتاد ز فرقِ عافیت تاج
خازن شدہ و خزینہ تاراج

امیر خسرو

دردادہ چو بادہ ساقیِ شوق
گم شد دو حریف دریکے ذوق
مستاں ز شراب خانہ جستند
خُم بر سرِ محتسب شکستند
در شہرِ وفا درآمد آں بوئے
ہم خانہ خراب گشتہ ہم کوئے
عاشق منگر کہ داغ پوشد
کو مقنعہ بر چراغ پوشد
دستے کہ کند عبیر سائی
انگشت برو دھد گوائی
بودند بہ زاریِ آں دو غمخوار
در چنبرِ یکدگر گرفتار
میکرد دو سینہ جوشِ برجوش
میرفت دو قصّہ گوش درگوش
یاراں کہ بہ یک کنارہ بودند
دز دیدہ درآں نظارہ بودند

امیر خسرو

بیننده بہ نقش بین از دور
عاشق بہ حسابِ خویش مستور
رازیکہ ز سینہا بجو شد
آں باز کند گرایں بپو شد
باشد چو خریطہ پر ز سوزن
بندی دہنش چہ زر روزن
بر روئے محیط پل تواں بست
نتواں لبِ خلق راز باں بست

مجنوں کی آشفتگی لیلی کی پردہ نشینی کے بعد

مولٰنا نظامی

مجنوں چو ندید روئے لیلی
از ہر مژہ کشادہ سیلی
میگشت بگرد کوئے و بازار
در دیدہ سرشک و در دل آزار
میگفت سرودہائے کاری
میخواند چو عاشقاں بزاری

امیر خسرو

چوں ماند پریوشِ حصاری
در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند
در درسِ ادب ندید یک چند
در گوشۂ صحن و کنج دیوار
می کرد سرودِ عشق تکرار

مولنا نظامی

ہر صبحدمے شدی شتابان
سر پاۓ برہنہ در بیابان
او می شد و می زدند ہر کس
مجنوں مجنوں ز پیش و از پس
کوشید کہ رازِ دل بپوشد
با آتش دل کہ باز کوشد
خوں از جگرش بہ دل برآمد
وز دل بگذشت و بر سر آمد
او در غمِ یار و یار ازو دور
دل پر غم و غمگسار ازو دور
چوں شمع بہ ترکِ خواب گفتہ
ناسودہ بہ روز و شب نخفتہ
می گشت بہ درد خویشتن را
می جُست دوائے جان و تن را
می کند بریں اُمید جانے
می کوفت سرے بر آستانے

امیر خسرو

آہی بہ جگر فرو دمی خورد
والماس بہ سینہ خورد می کرد
زاں ناوکِ غم کہ بے سپر بود
ہر دم خلہ ایش در جگر بود
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست
می کرد شکیب تا توانست
چوں سیل غمش رسید بر فرق
از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک
وافگندہ بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد از تاب
ور خاک مراغہ کرد چوں آب
برداشت ز خانہ راہِ صحرا
چوں خضر نمود میلِ خضرا
میرفت چو باد کوہ بر کوہ
خلقے ز پیش دواں بانبوہ

مولنا نظامی

او بندۂ یار رویار دربند
ازیکدگراں بوئے خرسند
ہر شب بہ فراق بیت خواناں
چوں باد شدے بکوئے جاناں
در بوسہ زدے و باز گشتے
باز آمدنش دراز گشتے
در وقتِ شدن ہزار پرداشت
چوں آمد خار برگزرداشت

امیر خسرو

ہر کس زلطافتِ جوانیش
می خورد فسوس زندگانیش
اینش ز درونہ پند می داد
وانش بہ جفا گزند می داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست
اینش زد و آں شکستہ او خست
با آں شغبے کہ در گزر بود
دیوانہ ز خویش بے خبر بود
میراند ز آبِ دیدہ روئے
میگفت چو بلبلاں سروئے
می زد ز درونِ جاں دمِ سرد
زاں باد چو ریگ وجد می کرد

مجنوں کے نالہائے زار

مولنا نظامی

چوں ماندہ شد از عذاب اندوہ
سجادہ فزوں فگند زانبوہ
بنشست و بہ ہائے ہائے بگریست
کاوخ چہ کنم دوائے من چیست

امیر خسرو

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم
ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہمسم آیم
نورے نہ و یارِ آفتابیم

مولنا نظامی

آوارہ زخانماں چنانم
کز کوئے بہ خانۂ ندانم
نے بر درِ دیرِ خود پناہے
نے بر سرِ کوئے دوست راہے
قرّابۂ نام و شیشۂ ننگ
افتاد و شکست بر سرِ سنگ
ویراں نہ چناں شدہ است کارم
کابادیِ خویش چشم دارم
اے کاش کہ بر من اوفتادے
بادے کہ مرا بہ باد دادے
یا صاعقۂ برآمدے سخت
ہم خانہ بسوختے وہم رخت
کس نیست کہ آتشے درآرد
دود از تن وجانِ من برآرد
انداز دو در دمِ نہنگم
تا باز رہد جہاں ز ننگم

امیر خسرو

چوں گل بہ خوشی بہ خندہ کوشیم
ہرچند پلاس ژندہ پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم
در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم
خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منّتِ تاج سرفرازیم
بے منّتِ دیدہ عشق بازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم
با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جائے رویم
بر نغمۂ جغد پائے کوبیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ
مار است کلیدِ آں خزینہ
دل خستہ و گریہ خونِ نابست
ہاں گر ہوسِ می و کبابست

مولنا نظامی

خونریز منِ خراب و خستہ
ہست از دیت و قصاص رستہ

اے ہمنفسانِ مجلسِ رود
پدرود شوید جملہ پدرود

کاں شیشۂ مے کہ بود در دست
افتادہ شد آبگینہ بشکست

اے بے خبراں ز دودِ آہم
خیزید رہا کنید راہم

من سوختہ ام مرا مسوزید
بر سوختگاں نمک مریزید

از پاے فتادہ ام بہ تدبیر
اے دوست بیا و دستِ من گیر

ایں خستہ کہ دل سپردۂ تست
زندہ بہ تو بہ کہ مردۂ تست

بنواز بہ لطف یک سلامم
جاں تازہ کنم بہ یک پیامم

امیر خسرو

یارب چہ خوش ست نالۂ زار
خاصہ ز درونہاے افگار

جانم ز فراق بر لب آمد
نے آی و یا بروں خرامد

جز نیم دلم نماند حالی
باز آے کہ خانہ گشت خالی

گفتی کہ صبور شو بہ دوری
دوری ز تو انگہے صبوری

بنماے رخ چو یاسمینم
بنواز بہ شربتِ پسینم

تیغم بزن آستاں مکن پاک
بگذار کہ بر درت شوم خاک

گنجینۂ عشق شد وجودم
بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آں روز
کز دودِ غمت نباشدم سوز

مولنا نظامی

زلفِ تو دریدہ ہر چہ دل دوخت
ایں جامہ دری ورا کہ آموخت

اے راحتِ جانِ من کجائی
در بردنِ جانِ من چرائی

جرمِ دلِ عذر خواہِ من چیست
جز دوستیت گناہِ من چیست

یک شب ز ہزار شب مرا باش
یک رائے صواب گو خطا باش

عشقِ تو ز دل نہادنی نیست
ایں راز بکس کُشادنی نیست

با شیر بہ تن درآمد ایں راز
با جاں بدر آید از تنم باز

آں را کہ خبر نہ ز آتشِ گرم
گو دست بروز ند با آزرم

ایں گفت و فتاد بر سرِ خاک
نظّارگیاں شدند غمناک

امیر خسرو

گیرم خوش و شاد ماں تواں زیست
ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

فریاد کہ جاں ز غم زبوں شد
وز رخنۂ دیدہ دل بروں شد

آں تن کہ خمیدہ بود بشکست
واں دل کہ نداشتم شد از دست

سیلاب بلا برآمد از فرق
گشتیم چہ سود چوں شدم غرق

بر سوزِ دلم کہ رستخیز است
انگشت منہ کہ شعلہ تیز است

ہر قطرۂ خوں بریں رخِ زرد
پندار کہ چشمہ ایست از درد

از دیدہ رود چو جوئے خونم
شیراں نکشند بوئے خونم

از شعلۂ آہ - در دہانم
پُر آبلہ بیں ہمہ زبانم

امیر خسرو

شادم بر خت کہ غم کند کم
پیشِ چو تو ئی و آنگہے غم
ور غم رسد از تو نیز شادم
ایں شادی و غم ہمیشہ یادم
مہرِ تو در استخوانِ من باد
دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنوں چو بدیں دمِ دل انگیز
از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بہ خوں درآمد
فریاد ز وحشیاں برآمد

بہار

مولٰنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا
شد خاک بروئے گُل مطرّا
خندید شگوفہ بر درختاں
چوں سکّہ بروئے نیکبختاں

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز
بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر کیمیر
در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر

مولنا نظامی

از لالۂ لعل و از گلِ زرد
گیتی علمِ دو رنگ برکرد
سیرابیِ سبزہائے نو خیز
از لولوئے تر زمرد انگیز
لالہ زورق فشاند شنجرف
کافتاد سیاہیش بران حرف
زلفینِ بنفشہ از درازی
در پائے فتادہ وقت بازی
غنچہ کمر استوار می کرد
پیکاں کشی خار می کرد
گل یافت ستبرقِ حریری
شد باد بگوشوان گیری
شمشاد بہ جعد شانہ کردن
گلنار بہ ناردانہ کردن
سنبل سرِ نافہ باز کردہ
گل دست بد و دراز کردہ

امیر خسرو

سرو از علمِ بلند پایہ
بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل
آراست گلوئے گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں
پر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہردار
شد بر سرِ یاسمن گہربار
نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز
با شاہد و مے خجستہ ناماں
گشتند بسیر چمن خراماں

مولٰنا نظامی

نرگس ز دماغِ آتشیں تاب
چوں تب زدگان بجستہ از خواب
جوشیدنِ قطرہائے بادہ
خوں از رگِ ارغواں کشادہ

رنگینیِ کلام و زورِ مضموں آفرینی مولٰنا نظامی کے یہاں ہی، مصوّریِ فطرت امیر خسرو کے یہاں۔ اشعار ذیل مقابل پڑہو۔

مولٰنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا | شد خاک بروئے گل مطرّا
لالہ ز ورق فشاند شنجرف | کافتاد سیاہیش براں حرف

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز | بشگفت بہارِ عالم افروز
نازک تنِ لالۂ دل افروز | لرزندہ شد از نسیم نوروز

خزاں

مولٰنا نظامی

شرط است بوقتِ برگ ریزاں
خونابہ شود ز برگ ریزاں

امیر خسرو

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ
بنشست بجائے بلبلاں زاغ

مولٰنا نظامی

خونے کہ بود درونِ ہر شاخ
بیرون و مد از مشامِ سوراخ
قارورہ زآب سرد گردد
رُخسارۂ باغ زرد گردد
شاخ آبلۂ ہلاک یابد
زر جوید و لیک خاک یابد
نرگس بہ جنازہ بر نہد رخت
شمشاد در افتد از سرِ تخت
سیمائے سمن شکست گیرد
گل نامۂ خوں بدست گیرد
بر فرقِ چمن کلالۂ تاک
پیچیدہ شود چو مارِ ضحّاک
چوں بادِ مخالف آید از دور
اُفتادنِ برگ ہست معذور
کاناں کہ زغرقہ می گریزند
زاندیشۂ باد رخت ریزند

امیر خسرو

رُخسارۂ لالہ پر زچیں شد
آئینۂ آب آہنیں شد
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گُستاخ
در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شدہ زمینِ گلزار
چوں مجلسِ کرماں ز دینار
ریزاں گل و لالہ شست در شست
مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے
چوں راہ فتادہ کاروانے
ز آسیب طپانچہائے صرصر
غلطاں بزمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل
مقراض شدہ بہ پرِّ بلبل
خفتہ علمِ شگوفہ بر خاک
عبّاس شدہ درختِ ضحّاک

مولنا نظامی

چون سبزۂ چرخِ لاجوردی
خیری شود از غبار زردی
نازک جگرانِ باغ رنجور
شیرین نمکانِ تاک مخمور
انداختہ ہندوئے کدیور
زنگی بچگانِ تاک را سر
سرہائے بہی ز طرۂ کاخ
آویختہ ہم بطرۂ شاخ
نار از جگر کفیدۂ خویش
خونابہ چکاند بر دلِ ریش
پستہ کہ شد دہن دریدہ
عنّاب ز دور لب گزیدہ
نارنج ز روئے زرد روئی
بردہ ز ترنج مشکبوئی
دہقان ز خُمِ مے مُغانہ
سرمست شدہ بسوئے خانہ

امیر خسرو

شیرازۂ گل گره کشادہ
ہر سو ورقے برون فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے
از خندۂ شکّریں ترش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزان
ہر گوشہ دوان فتان و خیزان
نرگس کہ بخواب چشم بستہ
از بانگِ زغن ز خواب جستہ
سوسن ز غبارِ سینہ پر خار
کآزادۂ و باخسان سروکار
رُخسارۂ یاسمیں زمیں سائے
پیمانۂ لالہ بادپیمائے
گیسوئے بنفشہ خاک بوسان
چون زلفِ خمیدۂ عروسان
نسرین بہ لتِ زمانہ خوردن
وز شاخ بتازیانہ خوردن

امیر خسرو

درہم شدہ جعدِ سنبل از باد
شانہ طلب از درخت شمشاد

قاصد و پیام

مولانا نظامی	امیر خسرو
(مجنوں ایک درخت پر کوا بیٹھا ہوا دیکھتا ہے)	(مجنوں ایک بلبل دیکھتا ہے)
بر شاخ نشستہ دید زاغے	دید از سرِ شاخ بلبلِ مست
چشمے و چہ چشم چوں چراغے	در جستن صوتِ خویش می جست
چوں زلفِ بتاں سیاہ و دلبند	دل در غمِ گل بہ خار می سفت
با دل چو جگر گرفتہ پیوند	بر یادِ سمن سرود می گفت
صالح مرغے چو ناقہ خاموش	مجنوں ز نشاطِ آں فسانہ
چوں صالحیاں شدہ سیہ پوش	چرخے بنمود عاشقانہ
بر شاخ نشستہ چست و بینا	مرغ از سرِ سوز در مقالت
ہمچوں شبہ میانِ مینا	مجنوں بہ بیانِ وجد و حالت
مجنوں چو مسافرے چناں دید	گفت اے ز شرابِ عاشقی مست
با او دلِ خویش ہمعناں دید	با غمزدگاں بہ نالہ ہم دست
گفت اے سیہ سپید نامہ	سازت کہ نوائے عشق بازیست
از دست کہ سیاہ جامہ	محبوبہ کشائے عشق بازیست

مولنا نظامی

شبرنگ چرائی اے شب افروز
روزت بچہ شد سیہ بدیں روز
بر آتشِ غم منم تو جوشی
من سوگ زدہ سیہ تو پوشی
نہ سوختہ دل نہ خام رائی
چوں سوختگاں سیہ چرائی
زنگی بچہ کدام سازی
ہندوئے کدام ترکتازی
روزے کہ روی بہ نزد یارم
گوئی کہ ز دست رفت کارم
دریاب کہ گر تو در نیابی
ناچیز شوم بدیں خرابی
گفتی کہ مترس دست گیرم
ترسم کہ دریں ہوس بمیرم
بینائیِ دیدہ چوں بریزد
از دادنِ توتیا چہ خیزد

امیر خسرو

در موسمِ گل کہ نو کنی ساز
بس عشق کہن کہ تو شود باز
من با تو بہ عشق ہم شرابم
زیرا کہ تو مست و من خرابم
بوئے کشم و کنم خرابی
فریاد ازیں تنک شرابی
چوں زمزمۂ وفا سگالی
بہر گلِ بوفا چہ نالی
چندیں کہ بہر چمن گزشتی
در گرد گل و شگوفہ گشتی
گر چوں گلِ من بہ بوستانے
دیدی سمنے و ارغوانے
گوتا بہ تبرکش رُبایم
گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم
چوں سروِ من آید اندراں باغ
تا در دلِ لالہ نو کند داغ

مولنا نظامی

چوں گرگ بره زمیش بربود
فریاد رِشباں کجا کند سود
چوں سیل خراب کرد بنیاد
دیوار چه کاه گل چه پولاد
چوں کشته بماند خشک و بے بر
خواه ابر ببار خواه بگذر
او تیرِ سخن کشاده گستاخ
واں زاغ پریده شاخ در شاخ
او تیرِ سخن دراز کرده
پرّنده رحیل ساز کرده
چوں گفت بسے فسانه با زاغ
بشد زاغ نهاده بر دلش داغ
رفت ۱۲
مجنوں چو شب چراغ مرده
اُفتاده دو دیده زاغ برده
میر سخت بر شکِ دیده تا روز
مانندهٔ شمعِ خویشتن سوز

امیر خسرو

گوئی ز زبانِ من دُعایش
بوسی بهزار عذر پایش
وانگه به عبارتے که دانی
ایں قصّه بگوشِ او رسانی
کاے دعوی مهر کرده با من
وانگه ز وفا کشیده دامن
دور از تو به من نماند جز پوست
دوری و نعوذ بالله از دوست
بر بوئے گل آمدم دریں گشت
ورنه چه کم ست خار در دشت
گلزار که بے رُخِ تو بینم
آں به که به کنجِ غم نشینم
زیناں چمنے چو پرّ طاؤس
افسوس که بے تو بینم افسوس
او در سخن از درونهٔ خویش
بلبل به نشاطِ نعرهٔ خویش

امیر خسرو

پیغام رساں بہ گریہ تر بود
پیغام پذیر بے خبر بود
مجنوں دل از آہ پارہ می کرد
بلبل بہ چمن نظارہ می کرد
مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت
او با گل و لالہ عشق می باخت
چوں دید کہ گفتہ نا صواب ست
قاصد نہ میانجیِ جواب ست
نالید دمے ز بختِ ناشاد
وز سایۂ سرو جست چوں باد

لیلی بسترِ مرگ پر

مولٰنا نظامی

در معرکۂ چنیں خزانے
شد زخم رسیدہ گلستانے
لیلی ز سریرِ سربلندی
اُفتاد بچاہِ دردمندی

امیر خسرو

ناگہ بہ چنیں شگوفہ ریزے
اُفتاد گلے بر ستیزے
لیلی کہ بہارِ عالمے بود
ز وچشمۂ زندگی نمے بود

مولنا نظامی

شد زخم زدہ بسار و باغش
زو باد طپانچہ بر چراغش
آں سر کہ عصا بہائے زیست
خود را بہ عصا بہ دگر بست
گشت از تپ آں گلِ قصب پوش
چوں تارِ قصب ضعیف و بیہوش
شد بدرِ مہیش چوں ہلالے
شد سروِ سہیش چوں خلالے
سودائے دلش بہ سر برآمد
سرسامِ سرش بہ دل درآمد
گرمائے تموز ژالہ را بُرد
باد آمد و برگ لالہ را برد
زاں روز کہ یار ازو جدا شد
سروش ز گداختن گیا شد
زاں پیشتر ارچہ مہرباں بود
آں مہر یکے بہ صد بیفزود

امیر خسرو

آتش زدہ گشت نو بہارش
وزآب برفتہ چشمہ سارش
آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت
جاں بُرد کہ سوئے جاں گذر داشت
آں دل کہ شدش بہ عشق پامال
جاں نیز رواں شدش بہ دُنبال
آمیخت بہ سرِ نوجوانش
بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعلہ ز تنش چناں برآمد
کش دود ز استخواں برآمد
پہلو بہ کنارِ بستر آورد
سرپوشِ اجل بسر درآورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں
وز بسترِ رنج ساخت بالیں
چشمے کہ ہمے بہ خواب در گشت
در بند غنودنِ دگر گشت

مولنا نظامی

چوں عاشقِ خویش را بہ صد بند
دلسوختہ دید و آرزومند
بر خاطرِ او فراق رہ کرد
سودائے ورا یکے بدہ کرد
تا کار بداں رسید کز کار
یکبار فتاد و گشت بیمار
لرزہ بشکست پیکرش را
تبخالہ گزید شکّرش را
بالیں طلبید زاد سروش
وز سرو فتادہ شد تدروش
اُفتاد چنانکہ دانہ از کشت
سر بند قصب بہ رُخ فرو ہشت
ایں گفت و بگریہ دیدہ تر کرد
آہنگِ ولایتِ دگر کرد
چوں رازِ نہفتہ بر زباں ماند
جاناں طلبید و رفت و جاں داد

امیر خسرو

در آتش تپ فتادہ نعلش
یاقوتِ کبود گشتہ لعلش
گلگشتش خوے تپ رواں بہ تعجیل
ہم وسمہ ز روئے شست و ہم نیل
گیسو ز شکنج ناز ماندش
نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش
وافتاد بہ زردی آفتابش
تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ
تبخالہ نہاد بر لبش داغ
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار
یک جاں بدو غم شدہ گرفتار
گفت ایں سخن و ز حال در گشت
وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش کہ میانِ موجِ خوں رفت
مجنوں گویاں ز تن بروں رفت

امیر خسرو، ملّا مکتبی شیرازی، ملّا ہاتفی ہروی

میں نے ملّا مکتبی شیرازی اور ملّا ہاتفی ہروی کی لیلیٰ مجنوں کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ ملا مکتبی شیرازی کی لیلیٰ مجنوں کی والہ داغستانی نے اپنے تذکرہ میں خصوصیت سے تعریف کی ہے۔ ملا ہاتفی ہروی مثنوی گویوں میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں اور مولنا جامی کے بعد اُن کا شمار ہے۔ تاہم ان دونوں کی مثنوی لیلیٰ مجنوں امیر خسرو کی مجنوں لیلیٰ سے باعتبار خوبیِ مضامین اور لطفِ کلام کے پست ہے۔ دو ایک مقام کے کلام بالمقابل لکھتے ہیں اہلِ ذوق خود اندازہ فرمالیں گے۔

حمد

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
اے دادہ بدل خزینۂ راز	اے براحدیّت زآغاز	ایں نامہ کہ خامہ کرد ایجاد
عقل از تو شدہ خزینہ پرداز	خلقِ ازل و ابد ہم آواز	توقیعِ قبول روزیش باد
اے دیدہ کشائے دُور بیناں	اے سایہ مثال گاہِ بینش	طغراش بنامِ پادشاہے
سرمایہ دہِ تہی نشیناں	درحکمِ وجودت آفرینش	کوراست چو عرش بارگاہے
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	اے کالبد آفرینِ جانہا	بینا کنِ چشمِ اہلِ بینش
ناہم تو گرہ کشائے ہر کار	گوہر کشِ رشتۂ زبانہا	فیّاضِ وجودِ آفرینش
اے بیش ز دانشِ خردمند	اے ظرفِ نُہ آسمانِ عالی	نقّاشِ نگارخانۂ غیب
فرمانِ تو نطق را زباں بند	در بحرِ تو چوں حباب خالی	منشیِ صحیفہائے لاریب

امیر خسرو

اے بندہ نواز بندگی دوست
زانِ تو جہان ز مغز تا پوست
اے سِرّ تو بستہ وہم را گوش
در معرفتِ تو عقل بیہوش
اے حکمتِ تو باہرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
اے جلوہ گرِ بہارِ خنداں
بینا کُنِ چشمِ ہوشمنداں
اے کردہ ز گنج خانۂ راز
بر آدمیاں درِ سخن باز
اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
از نیست پدید کردہ ہستی
اے بازکنِ درِ معانی
بر ما بہ کلیدِ آسمانی
اے جان بہ جسد فگندۂ تو
ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

ملا مکتبی شیرازی

اے طائرِ عقل عرش پرواز
بے یادِ خوشِ تو ناخوش آواز
اے مبدعِ آفریدگاری
سرمایہ دہِ بزرگواری
اے قطرۂ ابر و ذرّہ ہیچ
در حلقۂ طاعتت بہ تسبیح
اے برتر ازانکہ دیدہ جوید
یا نطقِ زباں بریدہ گوید
اے بحرِ تو بیش ازاں مقعّر
کانجا بتواں فگند لنگر
در بحرِ تو گوہریست نایاب
زیرا کہ کسش ندیدہ پایاب
از بحرِ تو یک حباب بشکست
ایں دائرہائے آبگوں بست
یعنی فلک ار چہ دیر پا ہست
با بودِ تو چوں خطے بر آبست

ملا ہاتفی ہروی

زینت گرِ آسماں بانجم
تشریف دہِ زمیں بآدم
لطفش زمۂ خجستۂ عید
خلخال بہ ساقِ عرش بخشید
بر کوہۂ فیلِ چرخ خودرائے
او دادہ بہ ہندوئے زحل جائے
داد از پئے ضبطِ فیلِ سرکش
از قوسِ قزح کجک بدستش
او دادہ زنارہائے خورشید
ابریشمِ چنگِ عودِ ناہید
بر جبیں کہ دید دولتِ دیں
سبحہ دہدش ز عقدِ پرویں
شد قوسِ فلک کمانِ بہرام
لشکر کشیش چو کرد انعام
او دادہ بآفتاب شاہی
وز خیلِ کواکبش سپاہی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے چار بساط و ہفت پردہ
بر ہفت عروس عقد کردہ
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردم کنِ آدمی و آدم

ملا مکتبی شیرازی

عقل از کرمت بہ نکتہ دانی
دریائے گہر کفِ معانی
ہستیِ تو بحرِ بیکرانست
واں در ہمہ قطرۂ عیانست
حرفے کہ زماہ تا بماہی ست
بر ذاتِ تو محضرِ گواہی ست

ملا ہاتفی ہروی

او کردہ بنا سراچۂ تن
بکشادہ درونِ دیدہ روزن
بستہ بہ کمالِ قدرت از موئے
بر منظرِ دیدہ طاقِ ابروئے
او ساختہ ایں ہمہ عجائب
او کردہ بنائے ایں غرائب

نعت

شاہِ رسل و شفیعِ مرسل
خورشیدِ یقین و نورِ اوّل
ہم نور دہِ چراغِ بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش
شاہنشہِ تختِ آسمانی
خوانندۂ تختۂ نہانی
سلطانِ ممالکِ رسالت
طغرائے صحیفۂ جلالت
محجوبہ کشائے پردۂ غیب
گنجورِ خزینہائے لاریب

شاہنشہِ انبیا محمدؐ
ماہ افسرِ آفتاب مسند
عنوانِ صحیفۂ الٰہی
سرخیلِ سپیدی و سیاہی
آں مجملِ آخریں مفصّل
خورشیدِ یقین و صبحِ اوّل
آں سایۂ رحمتِ الٰہی
فیروزہ نگینِ مہرِ شاہی
زاں از ہمہ سایہ اش نہاں بود
کش سایہ بروں از آں جہاں بود

آں دُرِّ یتیم بحرِ سرمد
سرخیلِ پیمبراں محمدؐ
ای خاتمِ انبیائے مرسل
شد فتوئے دیں ز تو مسجّل
اے قاضیِ شرع و فتوئ دیں
توقیعِ تو خاتم النبیّین
اے چشم و چراغِ اہلِ بینش
مقصود توئی ز آفرینش
قایم بہ طفیلِ تست عالم
وز نورِ تو شد مکرم آدم

امیر خسرو

پروانہ رسانِ ظلمت و نور
وز نور و دخاں نوشتہ منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر
تن پوشِ برہنگانِ محشر
گنجینۂ کیمیاے عالم
پیش از ہمہ پیشوائے عالم
در کتبِ کاف و نون شب و روز
زو جملہ رسل دو حرف آموز
یٰسیں ز دہانش در فشاندہ
طاہاش دواں بیاد خواندہ
نون والقلمش ز حق تعالیٰ
چترے ز بر ستونِ والا
سہ میم شود بہ چرخ نون ہم
یعنی کہ ز بحرِ حسن او نم
کلک از صفتش زبان بریدہ
نہ بحر ز کلکِ او چکیدہ

ملا مکتبی شیرازی

زاں مہرِ ازل کہ بر نگیں داشت
اقبالِ ابد در آستیں داشت
عقل از کلمات اوست محظوظ
دل عرش و زبانش لوحِ محفوظ
او پیش قدم تر از جہاں بود
زاں پیشتر و جہانیاں بود
آدم کہ شدہ است لوحِ تصویر
زاں صورتِ خوب شد جہانگیر
سجادۂ شرع او کہ بکشود
در کشتیِ نوح بادباں بود
تامسّ خلیل از در زر آمد
ز آتشکدہ سرخ رو بر آمد
ہر ریگ زر رہگذارِ آں نور
ہاروں و کلیم را شدہ طور
ہر ذرہ ز خاکِ راہِ آں تاج
ادریس و مسیح راست معراج

ملا ہاتفی ہروی

چوں روزیِ آدمی نمک شد
شائستہ بہ سجدۂ ملک شد
شاہِ قرشی و ہاشمی خیل
زلفیں تو شد و و لامِ واللیل
آمد حرمت حریمِ بطحا
فراش درت دمِ مسیحا
ہم خادمِ خوانِ تو خلیلے
ہر مرغِ مدینہ جبرئیلے
بر درگہت اے رسولِ یثرب
موسیٰ بہ عصائے خویش حاجب
خضر آمدہ نیز سوئے ایں در
کز خاکِ درت لبے کند تر
باغِ ارم از نسیمِ کویت
خوشبوئے بنفشہ راز مویت
از بوئے خوشِ نسیمِ آں کوئے
روحِ قدس ست خاصیت جوئے

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
نامش بہ سریرِ بادشاہی	گر سدّ شریعتش نہ بودے	خورشید زبہرِ دُرّۂ تاج
توقیعِ سپیدی و سیاہی	طوفانِ بلا جہاں ربودے	با چہرۂ سبحۂ تو محتاج
جاروب زنانِ بارگاہش	ور غنچۂ لب نہ بر کشادے	گردیدہ ستونِ دیں عصایت
از پرِ فرشتہ رُفتہ راہش	از باغِ جناں کہ در کشادے	شد پردہ سرائے حق نوایت

دیکھو انبیا علیہم السلام کا ذکر جس پیرایۂ بیان میں مکتبی و ہاتفی کے کلام میں ہے اُس کا شائبہ بھی امیر خسرو کے کلام میں نہ پاؤ گے۔

لیلی

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
بود از صفِ آں بتانِ دلخواہ	زاں جملہ یکے عروس زیبا	بس نادرہ دخترے لطیفے
ماہی کہ زدآفتاب را راہ	چوں صورتِ چیں میانِ دیبا	خلوتگہ اُنس را حریفے
لیلی نامے کہ مہ غلامش	از جلوۂ سروِ او برفتار	دریائے حیا و کانِ آزرم
خالش نقطے ز حرفِ نامش	صد خانۂ مرغِ دل گرفتار	گویا کہ سرشتہ اندش از شرم
مشعل کُشِ آفتاب و انجم	رویش کہ بہشت را بقا بود	خورشید ندید سایہ اش را
دیوانہ کُنِ پری و مردم	حوران بہشت را لقا بود	مہ نیز نیافت پایہ اش را
تاراج گرِ متاعِ جا نہا	در تنگ ز انگبیں دہانش	دایم گلِ عارضش زیبا کی
بنیاد شگافِ خانمانہا	درگرد ز سرمہ آہوانش	در زیرِ عرق ز شرمنا کی

امیر خسرو

سلطانِ شکرلبانِ آفاق
لشکر شکنِ شکیبِ عشّاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتابقدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز
تا نے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بخوابِ خرگوش
خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں

ملا مکتبی شیرازی

چشمش بہ ستارہ راہ مے زد
مژگانش سناں بماہ مے زد
مژگاں بہ دلِ خراب کردہ
بر آتشِ رخ کباب کردہ
مہ غالیہ دانِ دایۂ او
خورشید ندیدہ سایۂ او
لعلش عسلِ نخوردِ کس داشت
کز مردمِ دیدہا نگس داشت
وز موچو فلک خمے فگندہ
بر گردنِ عالمے فگندہ
از نازکیِ کمر کہ او داشت
گفتی کہ بہ دل خیالِ مو داشت
ز ابرو و مژہ کمیں کشادہ
صد تیر بہ یک کماں نہادہ
باغے نشگفتہ گل بنش نام
ماہے نشکستہ لیلیش نام

ملا ہاتفی ہروی

مینو روشش ز روئے خور آب
زو پنجۂ آفتاب در تاب
لیلی نامے سمن عذارے
غنچہ دہنے سخن گزارے
با روئے گل و چو موئے سنبل
خنداں چمنے ز سنبل و گل
شیریں حرکات عشوہ انگیز
در خندۂ شکّریں شکر ریز
چشمے و ہزار ناز با او
صد گونہ کرشمہ اش در ابرو
از شکّرِ لب شکر ستانے
وز سنبلِ زلف بوستانے
بادامِ دو چشمِ آں سمن بر
مے بود نہالِ تازہ را بر
آں ہر دو ہلالِ ابروان نام
از وسمہ دو برگِ سبزِ بادام

امیر خسرو	ملّا ہاتفی ہروی
فرمودہ کُلالہ را سواری	ہر ناخنِ آں نگارِ رعنا
دادہ مژہ را سلاح داری	چوں برگِ شقائقے بہ حنّا
افگندہ بہ دوش زلفِ چوں شست	رُخسارۂ دلفریبش آبے
او بے خبر و نظارگی مست	گوئی زتنش ازاں حبابے
معجونِ لبش بہ دُر فشانی	زاں پائے کہ در نگار بستہ
پروردہ بہ آبِ زندگانی	سرویست زلالہ زار رُستہ

ختمِ کلام اس مقدمہ کے دورانِ تحریر میں دو نسخے مجنوں لیلی کے اور ملے (ایک کلکتہ کا مطبوعہ ۱۸۳۲ء دوسرا قلمی) ان دونوں نسخوں سے بھی صحت کی گئی۔ اس طرح اب ہمارا یہ نسخہ ایک نسخے سے نقل اور نو نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مسودہ اور اس کی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح میں تا بحد امکان بشری پوری کوشش کی گئی ہے۔ باقی العلم عند اللہ وما توفیقی الا بہ۔

محمد حبیب الرحمن خاں شروانی حسرت

حبیب گنج ضلع علیگڈھ:

۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

نوٹ: مقدمہ کے صفحہ ۲۱ پر چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ میں بجائے "تاباں" کے "تاماں" اور متن کے صفحہ ۸۴ پر چودھویں شعر کے دوسرے مصرعہ میں بجائے "سوخت" کے "دوخت" پڑھنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این قصہ کہ از احسن القصص[1] نمونہ ایست بنام[2] مجنون و لیلیٰ دراٰغ[5] کردہ شد و ثنای باری تعویذِ صحتش ساختہ آمد تا بیمارانِ دل را مدام از خواندن آن صلاح قلب حاصل شود انشاء اللہ تعالیٰ واہب الصحۃ

(بحرِ سریع)
(مفتعلن مفتعلن فاعلن)

ای دادہ بدل خزینۂ راز — عقل از تو شدہ خزینہ پرداز[3]
اے دیدہ کشائے دوربیناں — سرمایہ دہِ تہی[4] نشیناں
اے تو بہمیں صفت سزاوار — نامِ تو گرہ کشائے ہر کار
اے بیش ز دانشِ خردمند — فرمانِ تو نطق را زبان بند
اے بندہ نواز بندگی دوست — زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
اے سِرِّ تو بستہ وہم را گوش — در معرفتِ تو عقل بے ہوش

[1] اے قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام ۱۲ حسرت [2] نام نہادہ شد ۱۲ حسرت [3] صرف کنندہ و آرایندہ ۱۲ [4] تہی دستاں ۱۲ حسرت

اے حکمتِ تو بامرِ مطلق — عالم ز دو حرف[1] کردہ مشتق

اے جلوہ گرِ بہارِ خنداں — بیناکن چشمِ ہوشمنداں

اے کردہ ز گنجِ خانۂ راز — بر آدمیاں درِ سخن باز

اے قدرتِ تو بچیرہ دستی — از نیست پدید کردہ ہستی

اے باز کنِ درِ معانی — بر ما بکلیدِ آسمانی

اے جان بجد فگندۂ تو — ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح — مرہم نہ سینہائے مجروح

اے چار بساط[2] و ہفت پردہ — بر ہفت عروس عقد کردہ

اے نوردہِ چراغِ عالم — مردم[3] کنِ آدمی و آدم

عالم ز تو شد بہ حکمت آباد — حکمت ز تو یافت آدمی زاد

ہست از تو شدہ جہانِ فانی — و ز نیست کنیش ہم تو دانی

در کارِ تو آسماں زبونے — و ز کلکِ تو کون کاف[4] و نونے

کونین کہ از صفت بروں ست — بالا و فرودش کاف و نون ست

تقدیرِ تو چرخ بر زمیں کرد — جز تو کہ تواند اینچنیں کرد

بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود — جز تو کہ تواند اینچنیں بود

دعوی گرِ سپہرِ پُر پیچ — در حکمِ قضائے تو ہیچ

---

[1] کُن فیکون ۱۲ حسرت [2] چار بساط اربعہ عناصر، ہفت پردہ ہفت افلاک، ہفت عروس سبعہ سیارہ ۱۲ حشم
[3] با مروت ۱۲ حشم [4] مراد از کُن ۱۲ حسرت

کرده قلمِ تو حرف رانی — بر تختهٔ مرگ و زندگانی

حرفِ تو بنامهٔ الٰهی — بیرون ز سپیدی و سیاهی

اندیشه بهر بلندی و پست — بگذشت و بدامنت نزد دست ق

گر دست منت رسد بدامن — پس فرق چه باشد از تو تا من

هر چه از تو گمان برم بچونی — آن من بوَم و تو زان برونی

با حکمِ تو گاهِ کارسازی — منصوبهٔ عقل جمله بازی

زین عقل ترا شناخت نتوان — زان پیش جنیبه[له] تافت نتوان

زینسان که کمندهاست کوتاه — بر کنگرِ تو کرا بود راه

پس در رهِ تو به تیز هوشی — بیهوده بود سخن فروشی

آن به که زنیم سر خرد را — اقرار کنیم عجزِ خود را

با تو نه سخن رفیع سازیم — نادانیِ خود شفیع سازیم

داننده توئی بهر که رازیست — سازنده توئی بهر چه سازیست

از بودنی آن چه بود دارد — از تو رقمِ وجود دارد

وان چه عدمست نامش آن نیز — از حکمتِ تست مانده ناچیز

بودِ همه گشته از تو موجود — حکمِ تو روان به بود و نابود

چون حکمِ تو گرد آشکارا — کس را بچرا و چون چه یارا

له جنیبه اسپ ۱۲ ش

باریکیِ حکمت کہ داند / کز کُن مکنِ تو نکتہ راند

ہر ذرّہ کہ از ہواش تابیست / از صنع تو در وے آفتابیست

از امرِ تو شد کفایت اندوز / منشورِ شب و جریدۂ روز

وز تربیت تو یافت ایام / پیرایۂ صبح و زیورِ شام

از صنع تو گشت گوہریں چہر / یاقوتِ مہ و زبرجدِ مہر

کردی بازل تمام کاری / کز ہیچ کست نہ بود یاری

عاجز نہٗ از اساس ہر ساز / تا یار طلب کنی و انباز

شرکت نبرد بہ ملک راہے / خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے

قادر توئی آں دگر کہ باشد / منعم توئی آں دگر چہ باشد

جز تو کہ نہد بہ جیب اُمید / دریوزۂ[1] مفلسانِ جاوید

کارے کہ خرد صلاحِ آں جست / موقوف بکار سازیِ تست

قفلِ ہمہ را کلید بر تو / پنہانِ ہمہ پدید بر تو

لطفِ تو انیسِ مستمنداں / قہرِ تو ہلاکِ زورمنداں

گر لطف کنی وگر کنی قہر / در ہر دو بود ز مرحمت بہر

اے خاک بر آں سرے کز اخلاص / بر خاک عبادتت نشد خاص

ہموارہ درِ تو جائے من باد / توفیقِ تو رہنمائے من باد

---

[1] دریوزہ بھیک ۱۲ حسرت

مناجات بدرگاہِ الٰہی

اے عذر پذیرِ عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع بر گناہاں

خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست

آں را کہ تو افگنی بہ زیست
برداشتنش بہ بازوئے کیست

ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست

دستے! کہ فتاد نفسِ خود رائے[1]
در مطرحِ سیل بے سر و پائے

بردار ز خاکِ رہ کہ پستم
از دست رہا مکن کہ مستم

ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست در خورد
ق

با ایں ہمہ گر پذیری ایں خاک
نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک

نزدیکِ خودم بخواں بداں نور
کز خود ابدا لابد شوم دور

از یادِ خودم کن آں چناں شاد
کز ہستیٔ خود نیایدم یاد

جائیم رساں کز اوجِ اخلاص
دیوم[2] بفرشتگی شود خاص

در گلشنِ قدس کن نہالم
مگذار بگلخنِ وبالم

گنجم کہ تو کردۂ نثارش
ہم تو بہ کرم نگاہدارش

در گرچہ دریں خزانہ کم نیست
چوں بدرقہ عونِ تست غم نیست

---

[1] یعنی بدرائے ۱۲ حسرت
[2] یعنی نفسِ امارۂ من فرشتہ گردد ۱۲ حسرت

ایں داده[1] نگاهدار با من — نا داده نثار کن بدامن

آں بخشش که از تو ام دهد یاد — آں ده که براهِ تو تواں داد

گر تر نکنی از نمے دهانم — بکشائے بشکرِ آں زبانم

شکرِ تو بهر که کام[2] توزیست[3] — مفتاحِ خزینهائے روزیست

تا جاں بود دم امید دارم — کز شکرِ تو دل تهی ندارم

خواهم بستایشِ تو بودن — من خود چه تو امنت ستودن

هم تو دلِ پاک ده زباں هم — در مدحتِ خویش بلکه جاں هم

تا گوید ذکرِ تو به تمیز — تنها نه زباں که جان و دل نیز

به گزندهی بهیچ سانم — آں جاں که بخویش زنده مانم

جانیم ده از خزینهٔ خویش — کم زنده بتو کند نه از خویش

آں چشم دهم[4] که بیشش بیند — عفو تو و جرمِ خویش بیند

آں پرده کشا که بار یابم — در پردهٔ صلاحِ کار یابم

توفیق دهم ولے بکارے — کز فضلِ تو باشدش شمارے

دلشاد کن از امید خویشم — نومید برون مران ز پیشم

پیداست که نیست از همه هست — نقدیم بجز امید بر دست

افلاس ببین و از سرِ جود — بکشائے خزینهائے مقصود

۱ هر چه مرا دادهٔ حفاظت آں کن و نبخشیده مرا عطا کن ۱۲ ش ۲ تفسیر آیه لَئِن شَکَرتُم لَأَزِیدَنَّکُم است ۱۲ ش ۳ توزیدن اندوختن و جمع کردن (برهان) ۱۲ حسرت ۴ آں چشم ده مرا ۱۲ حسرت

گیرم که نیم بلطف درخور — آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمت تست بر نکو زیست[1] — رحمت کن بندگانِ بد کیست
چون زانِ توئیم پاک و ناپاک — هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه بگلم سرشته تست — نیک و بدِ من نوشته تست
چون من رقمم از تو می پذیرم — گر نامه سیه بود مگیرم[2]
جرمم منگر که چاره سازی — طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد — از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی — ناکرده و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار سستم — شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز — بے آنکه ز کرده پرسیم باز
در صدرِ نعیم ده نشستم — منشور نجات نه بدستم
عفوِ تو که مشعلے ست پر نور — از ظلمتِ راه من مکن دور
روشن کن ازان نمط رهم را — کاری بسحر شبانگهم را
خاکِ تنِ من درین شب داج[3] — از طاعتِ خود رسان بمعراج
زانگونه بجویش ده پناهم — گر فضل تو خواهم آنچه خواهم
زینسان که امید وارم از تو — خواهش بجز این ندارم از تو

[1] نکو زیست آنکه زندگی او نیک ست ۱۲ حسرت [2] اے مواخذه مفرما ۱۲ حسرت
[3] یعنی تاریک ۱۲ شش

اینؔ دادہ نگاہ دار با من — تا دادہ نثار کن بدامن

آں بخش کہ از تو ام دہد یاد — آں دہ کہ براہِ تو تواں داد

گر تر کنی از نمے دہانم — بکشائے بشکرِ آں زبانم

شکرِ تو بہر کہ کامؔ توزیستؔ — مفتاحِ خزینہائے روزیست

تا جاں بودم امید دارم — کز شکرِ تو دل تہی ندارم

خواہم بستایشِ تو بودن — من خود چہ تو امنت ستودن

ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم — در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم

تا گوید ذکرِ تو بہ تمیز — تنہا نہ زباں کہ جان و دل نیز

بہ گر ندہی بہیچ سانم — آں جاں کہ بخویش زندہ مانم

جانیم دہ از خزینۂ خویش — کم زندہ بتو کند نہ از خویش

آں چشمؔ دہم کہ بیش بیند — عفوِ تو و جرمِ خویش بیند

آں پردہ کشا کہ بار یابم — در پردہ صلاحِ کار یابم

توفیق دہم و لے بکارے — کز فضلِ تو باشدش شمارے

دلشاد کن از امید خویشم — نومید بروں مراں ز پیشم

پیداست کہ نیست از ہمہ ہست — نقدیم بجز امید بر دست

افلاس ببین و از سرِ جود — بکشائے خزینہائے مقصود

---

۱ ہر چہ مرا دادہ حفاظت آں کن و آنچہ ندادہ مرا عطا کن ۱۲ ش ۲ تفسیر آیہ لَئِن شَکَرْتُمْ لَأَزِیدَنَّکُمْ است ۱۲ ش ۳ توزیدن اندوختن و جمع کردن (برہان) ۱۲ حسرت ۴ آں چشم دہ مرا ۱۲ حسرت

گیرم که نیم بلطف درخور | آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمت تست بر نکوزیست[۱] | رحمت کن بندگانِ بد کیست
چون زانِ توئیم پاک و ناپاک | هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه گِلم سرشتهٔ تست | نیک و بدِ من نوشتهٔ تست
چون من رقمم از تو می پذیرم | گر نامه سیه بود مگیرم[۲]
جرمم منگر که چاره سازی | طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد | از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که زبنده راز پرسی | ناکرده و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار سستم | شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز | بے آنکه ز کرده پرسیم باز
در صدرِ نعیم ده نشستم | منشورِ نجات نه بدستم
عفوِ تو که مشعلے ست پُر نور | از ظلمتِ راه من مکن دور
روشن کن ازاں نمط رهم را | کاری بسحر شبانگهم را
خاکِ تنِ من درین شبِ داج[۳] | از طاعتِ خود رساں بمعراج
زانگونه بخویش ده پناهم | کز فضلِ تو خواهم انچه خواهم
زینساں که امید وارم از تو | خواهش بجز این ندارم از تو

۱؎ نکوزیست آنکه زندگی او نیک ست ۱۲ حسرت ۲؎ اے مواخذه مفرما ۱۲ حسرت
۳؎ یعنی تاریک ۱۲ شش

کاندم که دمم ز تن برآید / با نامِ تو جانِ من برآید
در حجلهٔ قدس بخش جایم / تا با تو بجانبِ تو آیم
آں راه نما بمن نہانی / کاندر[1] تو رسم دگر تو دانی
در قربتِ حضرتِ مقدس / پیغمبرِ پاک رہبرم بس

نعت خاتم انبیا که لوح محفوظ نگین راستین[2] اوست و کلام الله نقش مبین او زین الله خواتم امورنا بایادیه

شاهِ رسل و شفیعِ مرسل / خورشیدِ یقین و نورِ اوّل
هم نور دهِ چراغِ بینش / هم چشم و چراغِ آفرینش
شاهنشهِ تختِ آسمانی / خوانندهٔ تختهٔ نهانی[3]
سلطانِ ممالکِ رسالت / طغرای صحیفهٔ جلالت
محجوبه کشای پردهٔ غیب / گنجور خزینه های لاریب
پروانه رسانِ ظلمت و نور / وز نور و دخان[4] نوشته منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر / تن پوشِ برهنگانِ محشر
گنجینهٔ کیمیای عالم / پیش از همه پیشوای عالم
در مکتبِ کاف و نون شب و روز / زو جملهٔ رسل دو حرف آموز

---

۱ فنا فی الله ۱۲ حسرت ۲ نقش راست ضد نقش واژگون - چرا که نقش نگین منقلب می باشد و این غیبت ۱۲ م
۳ تختهٔ نهانی لوح محفوظ ۱۲ ش ۴ نور و دخان نام سورتهای قرآن ۱۲ ش

یٰسٓ[۱] زدہانش دُر فشاندہ — طٰہٰ ش وانْ یکاد[۲] خواندہ

نون والقلمش زحق تعالیٰ — چترے زبرِ ستونِ والا

مہ میم شود بچرخ نون ہم — یعنی کہ زبحرِ حُسنِ او نم

کلک از صفتش زبان بریدہ — نہ بحر زکلکِ او چکیدہ

نامش بسریرِ پادشاہی — توقیع سپیدی و سیاہی

جاروب زنانِ بارگاہش — از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش

شمشیرِ سیاستش سرانداز — شمشیر زبانش گوہر انداز

شرعش بدو کون باز خوردہ — ہر دو بدو تیغ ضبط کردہ

لشکر کشِ[۳] آسمان غلامش — تعویذِ کلاہ کرد نامش

خورشید بہ نیلگوں عماری — دربانِ درش بہ پردہ داری

ذیلِ کفش زفتنہا دُور — خاکِ قدمش بدیدہ ہا نور

بستہ کمر آسمان بکارش — انجم ہمہ چاؤشان[۴] بارش

بر کنگرہ کشیدہ فتراک — کانجا نرسد کمندِ ادراک

ف۱ اتباع رسم قرانی کردہ شد تلفظ یاسین وطاہا باشد ۱۲ حسرت ف۲ مراد از آیہ وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارہم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون (سورۂ قلم) کہ برائے دفع نظر بد می خوانند ۱۲ حسرت

ف۳ مراد از ستارۂ مریخ کہ جلادِ فلک ہست ۱۲ حسرت

ف۴ چاؤشاں بار نقیبان دربار ۱۲ اش

در طیرانِ سیمرغِ قاف قران سوی سوادِ مازاغ با طاؤسِ[1] سدره یمدّ ظلّها السّنیا

فرخنده شبے که آں جہانگیر — از نطعِ[2] زمیں شد آسماں گیر

طیارہ[3] ز حجرہ بر قمر تاخت — زیں نہ سوئے[4] آں نہِ دگر تاخت

برخاست ز خوابگاہِ ایں دیر — در مرقدِ چرخ شد سبک سیر

از سدرہ رسید مرغِ والا — خواندش بہ نویدِ حق تعالے

آورد جنیبۂ فلک گام — فردوس نورد و فرقد آشام

داد از نمطِ جنیبہ[5] داری — شہ را بجنیبہ شہسواری

آں شاہ سوارِ آسماں گرد — آہنگ بگشتِ آسماں کرد

اوّل ز سرائے اُمِّ ہانی — شد محرمِ کعبہ یمانی

پس رو ز ابروئے مقوّس — محراب بقبلۂ مقدّس

در قبلہ شد و بقعدہ بنشست — تحریمہ بقبلۂ[6] سما بست

برداشت ازیں خرابہ محمل — در منزلِ ماہ کردہ منزل

زانجا بطریقِ تاجداری — بنشست بدو بمیں عماری

زانجا بسرِ بلندیِ بخت — شد تخت نشینِ سومیں تخت

ف۱ طاؤس سدره جبریل علیه السلام ۱۲ ش ف۲ نطع بستر ۱۲ حسرت ف۳ کنایه از اسپ تیز رو (غیاث) ۱۲ حسرت
ف۴ یعنی جهات شش گانه و مولید ثلاثه، نُهِ دگر نه افلاک ۱۲ حسرت ف۵ جنیبه داری سائیسی ۱۲ حسرت
ف۶ بیت معمور ۱۲ حسرت

زانجا کہ رسید بر چہارم — شد خواجۂ آں خجستہ طارم
زانجا چو زبر کشید رایت — شد والیِ پنجمیں ولایت
زانجا چو بلند بارگہ گشت — شہبازِ ششم شکارگہ گشت
زانجا چو نمود بیشتر جہد — شد مہدیِ خاصِ ہفتمیں مہد
زانجا چو شد آں طرف روانہ — شد خازنِ ہشتمیں خزانہ
زانجا چو پرید بر نہم بام — آزاد شد از شکنج نہ دام
بازارِ جہت گزاشت بر جائے — بنہاد بقطعِ[۱] بے جہت پائے
سر زاں سوئے کائنات بر کرد — ملکِ ازل و ابد نظر کرد
بست از دو دوال بندِ نعلیں[۲] — شہباز غرض نقاب قوسیں (تضمین)
دید آنچہ[۳] عبارتش نسنجید — در حوصلۂ خرد نگنجید
دیدار خدائے دید بے[۴] غیب — گفتار ز حق شنید بے ریب (تضمینان)
زاں گفت و شنید بے کم و کاست — ہم گفتن و ہم شنیدنش راست[۵]
کرد از کفِ غیب شربتے نوش — کز ہستیِ خود شدش فراموش
ایزد بکمالِ مہربانی — دادش بکمالِ ہر چہ دانی
بنواخت بعزت سلامش — بسپرد ودیعت کلامش[۶]

[۱] قطعِ بے جہت یعنی ملا اعلیٰ ۱۲ حسرت [۲] یعنی از دو تسمہائے پاپوش خود شہباز غرض را در قاب قوسین بست ش
[۳] آنچہ معائنہ کرد اورا عبارت نتواں سنجید ۱۲ ش [۴] عیاں ۱۲ حسرت [۵] یعنی صحیح و درست ۱۲ ش
[۶] کلام کتاب اللہ و سلام السلام علیک ایہا النبی کہ در تشہد میخوانند ۱۲ ش

مقصود دو کون بر تنش ریخت
گنج دو جہاں بدامنش ریخت

با بخششِ پاک بندۂ پاک
آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرت خداوند
منشور نجات عاصی چند

پس او بہر خجستہ یارے[1]
ز آوردۂ خویش یادگارے

یاراں کہ ستودہ حال بودند
منعم ہمہ زاں نوال بودند

بودند ہمہ ز سینہ پُر
جوئے ہم ازاں محیط پُر دُر

بوبکرؓ بغار ہم قدم بود
فاروق بعدل محترم بود

واں حرف کشِ[2] جریدہ پرداز[3]
با خازنِ علم بود ہمراز

ہر چار چو ہشت باغ بودند
پروانۂ یک چراغ بودند

زیں چار ستون فرخ آرام
چوں دینِ ہدیٰ بلند شد نام

اُمید کہ ایں خجستہ بنیاد
تا روزِ ابد بماند آباد

جانم کہ چنیں حصار دارد
بیگانہ درو چہ کار دارد

یارب کہ سرش بر آسماں باد
وز رخنۂ دیو در اماں باد

خسرو ز چنیں اساسِ محکم
چوں معتکفانِ کعبہ بے غم

ف[1] صحابی ۱۲ حسرت ف[2] حرف کش محرر و نویسندہ (بہار عجم) ۱۲ حسرت
ف[3] آرائندہ و جامع قرآن یعنی حضرت عثمان ابن عفان۔ خازن علم باب العلم حضرت علی یعنی عثمان و علی باہم موافق وہمراز بودند ۱۲ ش

مدحِ شیخ الطریقه نظام الحق والحقیقه محمدی که عیسیٰ آخر الزمانش فرستادند تا دمِ جان بخشِ اسلامِ محمدی را از سر زنده گردانید و عمرِ جاوید بخشید

متع اللہ المسلمین بطول بقائه

چوں گوہرِ مدحِ خواجہ سفتم ‌ ‌ از غیب شنیدم آنچہ گفتم

اکنوں قدرے دُرِ معانی ‌ ‌ ریزم بسرِ جنیدِ ثانی

قطبِ زمن و پناہِ ایماں ‌ ‌ سرحلقۂ حلقۂ کریماں

در شرع نظامِ دینِ احمد ‌ ‌ یعنی کہ نظامِ دینِ محمد

در حجرۂ فقر پادشاہے ‌ ‌ در عالمِ دل جہاں پناہے

بر خاک ز رحمت آسمانے ‌ ‌ بر چرخ ز دولت آستانے

بر مہ ز گلیم بردہ رایت ‌ ‌ سلطانِ ممالکِ ولایت

شاہنشہِ بے سریر و بے تاج ‌ ‌ شاہانش بخاکِ پائے محتاج

در پردۂ غیب محرمِ راز ‌ ‌ وز راز سپہر کیسہ پرداز

در عالمِ وحدت ایستادہ ‌ ‌ بر ہر دو جہاں قدم نہادہ

از خواجگی آستیں کشیدہ ‌ ‌ در پایۂ بندگی رسیدہ

---

۱ حضرت نظام الدین معروف باولیا قدس اللہ سرہ ۱۲ اش

بیناتر جملہ پاک بیناں — بیدار ترینِ شب نشیناں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام — بر فرشِ فرشتگاں زند گام
در پیش روند جملہ مشتاق — گویند بعرش قم علی الساق
مسند ز سپہر برترش باد — خسرو چو ستارہ چاکرش باد

فی المحمدة المحمدیہ وہو ختم خلفاء العرب والعجم وارث خلافت بنی آدم علاء الدنیا والدین ناصر امیر المومنین المستنصر برب العلمین المستعصم بحبل اللہ المتین رفع اللہ فی الخلافة درجاته وجعل الخلافه خلفاء الاقالیم فی حیاتہ

اے بخت زپیش پردہ بردار — ما را رخِ خویش در نظر دار
بنمائے بما کہ تو چہ چیزی — کاندر ہمہ جا چنیں عزیزی
نے مردم و نے فرشتہ نامی — دیوی کہ فرشتہ؟ کدامی؟
دولت کہ چنیں بزرگوار ست — پیش تو کمینہ پیشکار ست
ہر پایہ کہ در جہاں توان جست — موقوف بکار سازیِ تست
بیں تا تو چہ بندۂ دریں خاک — کیں مرتبہ دادت ایزد پاک
با آں کہ بجستگی زبانہا — بود از تو صلاحِ خانمانہا
لیک آمدنِ تو زیر نہ مہد — مخصوص شد از برائے ایں عہد

تابنده بوی بجهد و تسلیم ‌‌ — ‌‌ در خدمت شاه هفت اقلیم

شاهی که بنصرت خدائی ‌‌ — ‌‌ ختم است برو جهان کشائی

سلطان جهان علای دنیا ‌‌ — ‌‌ سرمایه ده سرای دنیا

چون سعد[1] فلک سعادت اندود ‌‌ — ‌‌ یعنی که محمد ابن مسعود

ختم خلف درین کهن طاس ‌‌ — ‌‌ ز آدم شده نی ز آل عباس

سینه اش صدف دُر الهی ‌‌ — ‌‌ سنگش[2] محک عیار شاهی

ملکش بچهار حد شد آباد ‌‌ — ‌‌ با سبع[3] شداد بسته بنیاد

دولت خبری ز داستانش ‌‌ — ‌‌ گردون صفتی ز آستانش

رمحش ز سر بر سر فرازی ‌‌ — ‌‌ قادر کُشی و زبون نوازی

فرمانش زمانه را زبون گیر ‌‌ — ‌‌ سهمش بدل زبون کشان تیر

خلقی بحمایتش زن و مرد ‌‌ — ‌‌ از ظل خدای سایه پرورد

برتر جهت[4] جهان مقامش ‌‌ — ‌‌ وز حد جهت گذشته نامش

مصباح کواکب اختر او ‌‌ — ‌‌ معراج ستاره بر در او

شیران سپاه بارگاهش ‌‌ — ‌‌ بر بام فلک گشاده راهش

اندیشه گم اندرون صدرش ‌‌ — ‌‌ ز اندیشه برون قیاس قدرش

---

[1] سعد فلک، سیارهٔ مشتری و زهره ۱۲ ش [2] سنگ تمکین و وقار ۱۲ حسرت [3] سبع شداد هفت آسمان
[4] ای از جهت جهان ۱۲ حسرت

در داشتن جہاں ہمہ گاہ — بازوش[1] دراز و دست کوتاہ[2]

زانگہ کہ فگندہ[3] نطعِ شاہاں — بنشستہ[4] نفیر داد خواہاں

گر روئے تُرش کند بہ تُندی — دندان فلک فتد بکُندی

ہر بیخ عدو کہ ہست در دہر — برکندہ ہمہ بصرصرِ قہر

تا صرصرِ او خس از زمیں رُفت — ہر فتنہ کہ بود در جہاں خُفت

آہو بز بانش بے تظلّم — پیشانیٔ شیر خارد از سُم

پیلاں بدرش بہ پیش بینی — رفتہ رہِ مورچہ بہ بینی

میزانِ عطا گرفت در چنگ — زر داد بخاک و چرخ را سنگ

ہنگامِ عطا چو شرمساراں — بخشندہ باحیا چو باراں

بذلش کہ درونِ حد نہ گنجد — در حوصلۂ خرد نہ گنجد

زاں لطف کہ دست مایہ کردہ — بر خلق ز دست سایہ کردہ

دستش ہمہ جود غرب تا شرق — ذاتش ہمہ حلم پائے تا فرق

آفاق بجز انچہ جلالش — مہمانِ وظیفۂ نوالش

پیمانۂ دوست پُر ز دُر کرد — پیمانۂ[5] خصم نیز پُر کرد

چوں کوکبہ سپہ کند راست — تکبیر[6] زند ستارہ بے خواست

---

[1] اے در حفاظت ملک ۱۲ حسرت [2] اے از ظلم ۱۲ حسرت [3] اے شاہان جہاں را سرانداخت یا آں کہ بر سریر شاہی جلوہ کرد ۱۲ حسرت [4] نفیر داد خواہاں فرو نشست یعنی کسے فریادی نیست ش [5] یعنی ہلاک کرد ۱۲ حسرت [6] تکبیر زند یعنی از حیرت اللہ اکبر گوید ۱۲ ش

بادیست جنیبتش روانه | گر زوے پرد ابلقِ زمانه
چترش سلبِ سیاه بردوش | زو هفت خلیفه جاگی[1] پوش
شبگون علمش چو لیلة القدر | از چترِ سفید یافته بدر
خورشید جنیبهٔ شکارش | مریخ سلاح‌دارِ بارش[2]
مه کوست بر آسمان حشم را | در داخلِ دولتش[3] علم را
کوسش زده بانگ بر ثریا | لرزان شده آسمان چو دریا
دین را علمش عماری خواب | محرابی[4] او پناهِ محراب
آن را که کشد به تیغِ خونی | رحمت کندش گهِ زبونی
خصم ار همه درخورِ دو نیم است | شمشیرِ سیاستش رحیم است
از تیغ چو آبِ قطرهٔ پاک | بنشاند غبارِ عالمِ خاک
تیغش چو زمین ز خون رزیده | بس جان که بهشتِ او خریده
دریاے از کفِ چو میغش | دوزخ شررے ز تابِ تیغش
رمحش ز خطِ سما گذشته | تیرش ز حدِ خطا[5] گذشته
لوحیست حسامش آنگون سطح | حرفش رقمے ز سورهٔ فتح
آراسته هُدبهٔ[6] سریرش | نون و القلمِ کمان و تیرش

[1] جاگی پارچهٔ کهنه (غیاث) هفت خلیفه مراد از روح حیوانی و عقل و سامعه و باصره و ذائقه و شامه و لامسه باشند ازین خادمِ تربیت یافتهٔ ممدوح هستند ۱۲ حسرت [2] بار، بارگاه ۱۲ حسرت [3] اے حرمِ دولتش ۱۲ حسرت [4] محرابی نوعے از شمشیر (غیاث) ۱۲ حسرت [5] یعنی تیرش خطا نمی‌کند ۱۲ ش [6] بالضم مسلسل چادر (منتخب) اردو جھالر یعنی هدبهٔ سریرِ ممدوح از تیر و کمانش آراسته است ۱۲ حسرت

باد ابہ نشاطِ جاودانہ در سایۂ تیغِ او زمانہ

در خطاب سکندر ثانی و سد عصمت مسلمانی اید اللہ ارکان سریرہ علی قوائم التائید و اید بنیان سدتہ علی اساطین التابید

اے روئے تو آفتابِ جاوید وے رائے تو شب چراغِ خورشید

بر فرقِ تو چترِ بادشاہی ہمسایۂ سایۂ الٰہی

بازوئے تو تختِ جم گرفتہ ملکِ عرب و عجم گرفتہ

خاکِ درِ تو بہ روشنائی[۱] مصروف بشغلِ توتیائی

عہدت بدلِ بزرگ حالاں چوں عیدِ بطبعِ خورد سالاں

نامِ تو کلیدِ تنگیِ حال مدح تو فسونِ جذبۂ مال[۲]

در مشتِ تو نقدِ جملہ ہستی احسنت زہے فراخ دستی

ابرے کہ چناں دہ دست ست با مکرمتِ تو نیک پست ست

دستت بکرم ضمانِ روزی عالم بہ تو میہمانِ روزی

ہر تعبیۂ[۳] تو در زمانہ منصوبہ کشائے جاودانہ (۲۰)

---

۱ خاکِ درِ تو برائے روشنیِ چشم بسرمہ دادن مصروف است ۱۲ اشش

۲ مداحِ تو مال و زر می کشد ۱۲ اشش

۳ تعبیہ، ساختن چیزے کہ قدرے غریب نماید (غیاث) مراد آئین ہا در سلطنت باشد ۱۲ حسرت

رمزے ز تو شد بہ بخششِ گنج / تضعیف محاسبان شطرنج

نزدِ خردِ نہایت اندیش / زاں بیشتری کہ گوئمیت بیش

من مدحتِ تو کہ بیش خواہم / بے قیمتِ بیتِ خویش خواہم

آں نادرہ کش بہا بنا شد / قیمت کنمش روا نباشد

پیداست کہ قیمتِ معانی / دانستہ نشد بہ کاردانی

لیک از کرمِ تو گنج دیدن / مزدیست برائے رنج دیدن

ایں زر[1] کہ بہ نظمِ زیورِ تست / احساں تو مزد زرگرِ تست

من صنعتِ سہل کار بندم / شہ تو دہ زر دہد بلندم

مزدش کہ چنیں بلند باشد / بنگر کہ بہاش چند باشد

چوں من بہ سخن ز رنج بردن / بد خوشدہ ام بہ گنج بردن

ایں گنج[2] و چہار گنج دیگر / کار استہ[3] شد بہ پنج دیگر

سختم[4] ز درونِ حکمت آگاہ / از بہرِ خزینہ خانۂ شاہ

تا بو کہ مرا (بود ۲) بدانش و داد / گہ گہ بضمیرِ شہ دہد یاد

اُمید کہ ایں متاعِ اخلاص / گردد بقبولِ بندگی خاص

[1] ایں زر اسے نقد سخن ۱۲ حسرت

[2] مراد پنج گنج خسروی ۱۲ حسرت

[3] مطابق خمسۂ نظامی آراستہ شد ۱۲ حسرت

[4] سختن بمعنی سنجیدن (غیاث) ۱۲ حسرت

ایزد بدلِ تو جا دهادش — مقبولیِ خود عطا دهادش
بادش بمقام ارجمندی — از سکهٔ نامِ تو بلندی
از نامِ تو او خجسته رو باد — وین بندهٔ خجسته نام ازو باد

در سبب نظم این جواهر رشتهٔ خجسته را در کشیدن و در نظرِ جوهریانِ مبصّر داشتن و قیمتِ عدل خواستن

چوں مُشک بدو نامه زین ورق پیش — راندم قلمے بہ نکتهٔ خویش
از روحِ قدس شنیدم آواز — کای کرده لبِ تو گوشِ من باز
نے ایں رقمِ خیال کردی — بل جادوئے حلال کردی
آں بہ که کنوں دریں تفکّر — کاہل نه شوی به سفتنِ دُر
آں کو بہنر نه شد طلبگار — چوں بے ہنراں بود قفا خوار
اسپے که نه خانه خانه گردد — مستوجبِ تازیانه گردد
آں خواجه که کاہلیست خویش — کاہل ترا از دست آرزویش
جاں کن که غرض بچنگ یابی — کاں کن که گہر بسنگ یابی

له ازیں بیت معلوم می شود که ایں سوم کتاب پنج گنج ست ہنوز دو دیگر نه نوشته شده پس ایں شعر که (ایں پنج گنج الخ) چگونه صحیح باشد۔ مگر آں که گویند که چوں قصد نوشتن خمسه بنام ممدوح داشتند ایں چنیں فرمودند چنانکه در دیباچهٔ کتاب می گویند ایں کتاب به فنِ فلاں نوشته شد۔ حالانکه وجود کتاب در ذہن می باشد۔ ہمه کتب خمسهٔ خسروی بنام سلطان علاءالدین نوشته شده ۱۲ صحت

(ابنِ یمین)

تا چہ نکنند کے دہد نم؟ | تا رہ نروند کے شود کم؟

لیکن مکن آں تفکرِ خام | گر نامۂ بد بوی نکو نام

بکشا طبقے بغیر تاواں | نُقل اندک و چاشنی فراواں

یک شیشہ کہ خوش فرو تواں خورد | بہتر ز دو صد سبوئے پُر دُرد

بتواں نمے از شراب خوردن | نتواں دو شربہ آب خوردن

خواہی کہ بہ از بہت کشاید | خورسند مشو بہر چہ آید

ز اندیشہ دقیقہ نغز خیزد | وز پختنِ آرد مغز خیزد

بالاشش[1] قند و تیرہ تابش | رُخسارِ نبات را صفا بیش

کانکس کہ گرفت تشنہ در چنگ | خشنود چگونہ گردد از سنگ

ہر گہ کہ علم شدی بکارے | در غایتِ آں بکوش بارے

از اندکِ خوب شو فسانہ | نے از حشواتِ[2] بیکرانہ

یک دانۂ نارِ پختہ در کام | بہتر ز ہزار آلبیِ[3] خام

یک شاخ کہ میوہ دہد تر | بہتر ز ہزار باغِ بے بر

یک بلبل خوش نوائے دلکش | بہتر ز دو صد کلاغ ناخوش

یک صفحہ پُر از خلاصۂ شوق | بہتر ز دو صد کتابِ بے ذوق

ھ۱ لے چوں قند با تابۂ سیاہ (کڑھاؤ) بیامیزد و از ضرباتِ کفچۂ قنّاد (حلوائی) مالش نبیند یا بد صفائے نگیرد و تابش مخفف تابہ اش۔ و تابہ ظرفے باشد کہ در آں خاگینہ و ماہی بریاں کنند (برہان) ۱۲ حسرت

ھ۲ کارِ عبث و فضول ۱۲ اش ھ۳ آلبی میوہ بہی ۱۲ اش

در کامِ کساں کجا بود به | مغزے نه بحرف و جلد فربه

دفتر چه کنی چو نظمِ رنگیست | در صد صدفت یکے گہر نیست

چوں مردمِ دیده چشمِ بد دور | یک خالِ سیه نمائے پُر نور

نے چوں حبشی که از تباہی | نورے نه و عالمِ سیاہی

آں به که چو نکته سگالی | حرفے نه بود ز نکته خالی

یک رمز بدفترِ منقش | چوں خندۂ زنگیست ناخوش

چوں صبح[1] نخست بے فروغ ست | آں خنده که می زند دروغ ست

آں کش نمکِ سیاه باید | در سنگِ سیه چه دست ساید

آں کس که رقاقِ[2] میده یابد | از بہر سبوس کے شتابد

تا شربتِ صاف در قدح ہست | در سر که کسے چرا کند دست

بد گو که سیاه گوئے باشد | ز و نامه سیاه روئے باشد

چوں گفتِ لطیف درخورِ زه[3] | گویند که ہر چه کم بود به

ناخوش سخنے که بیش گوید | مزد آں چه دہیش بیش جوید

خر کو بفغاں بمو نه باشد | پس دیر کشد چگونه باشد

بوقی[4] نه بس آنکه ساز گیرد | واں گاه نوا دراز گیرد

---

[1] صبح کاذب ۱۲ اش [2] رقاق نان تنک ۱۲ اش [3] اے درخور تحسین ہست ۱۲ اش
[4] بوق چیزے باشد از مس مانند شہنائی که ازاں آواز مہیب و مکروه خیزد (غیاث) ۱۲ حسرت

بے نکتہ قلم زدن پیاپے — کژ کردن باد باشد از نے

ہر کلک تہی کہ در صریرست — مضراب مغنیان پیرست

پر مغز بود خدنگ دلخواہ — ناشورہ[1] بود ہمہ تہی گاہ

نظمے کہ نہ در ہنر بلندست — بگذر ز ژنخ[2] کہ ریش خندست

بے مایہ تجارت این چہ بارست — بے رشتہ تنیدن این چہ کارست

در تو ہوس گزاف داری — مے لاف کہ جاے لاف داری

بے بہرہ کہ کار کردنش خوست — بیکار ترین مردمان اوست

سنجیدن سایہ در ترازو — بیکار تر از وست و بازو

کژ پایک راجو کج کنی پاے — گر کج خوردت گریزی از جاے

دریا چو بکوزہ[3] کم کند کس — در کوزہ کنش کہ بس کند بس

آن دیو بود کہ چار ناچار — کارے طلبد نہ بہرہ کار

بہرہ: نفع ۱۲

زنخ (ژنخ)

حکایت آن دو دیو کہ از خوی پشیمانی دریا را در بیابان ریختند و از بریدن زمین بیابان را در دریا انداختند

گویند دو دیو با سلیمان — بستند ز بہر کار پیمان

[1] ناشورہ، پراگندہ ۱۲ اشس [2] ژنخ بیہودہ (غیاث) ۱۲ اشس [3] اے بے خردے کہ آب دریا را بکوزہ پُر کردہ کم کردن خواہد علاجش آنکہ خود او را در کوزہ باید کرد تا فریاد بس بس آرد و فہمد کہ چون او در کوزہ نمے گنجد آب دریا چگونہ گنجد ۱۲ حسرت

بردند بر اوج بارگاہے ‌ ‌ ‌ روزے کردند کارگاہے

چون در عملِ دگر شد دست ‌ ‌ ‌ کردند ہماں کشیدہ ایست

فرمان دِہِ کارکاردان بود ‌ ‌ ‌ بر ہر دم و دیو کارران بود

چون دید کہ دیو بیند آزار ‌ ‌ ‌ از بیکاری چو ہر دم از کار

فرمود کہ ہر دو تن مہیا ‌ ‌ ‌ پویند سبک بدشت و دریا

این ریک برو دِ آب ریزد ‌ ‌ ‌ او نایژہ[1] در سراب ریزد

چندان کہ بجنبد گاہِ[2] موز رو ‌ ‌ ‌ ہامون شود آب و آب ہامون

دیوان بہ چناں گزاف کارے ‌ ‌ ‌ ماندند دراز روزگارے

تا بود حیات سپے فشردند ‌ ‌ ‌ و آخر ہماں شکنجہ مردند

بے رنج تنِ عقوبت الفنج[3] ‌ ‌ ‌ رنجیدہ شود چو نازک از رنج

مقصودم ازیں حکایت آن ست ‌ ‌ ‌ کاندیشہ بے غرض زیان ست

ناگفتہ بہ آن چہ کس نہ گوید ‌ ‌ ‌ ناکشتہ بہ آن چہ بر نروید

کوتہ سخنی ستودہ حالے ست ‌ ‌ ‌ بسیار سخن زدے ملالے ست

لیک ار سخنے ست روح پرور ‌ ‌ ‌ می گوئے کہ عمرِ تست بہتر

زر کش ازلی ست ہمتِ خویش ‌ ‌ ‌ ہر چند کہ بیش عمر تش بیش

---

[1] بمعنی آب چکیدن چنانچہ گویند نایژہ مے کند یعنی آب مے چکد (برہان) اینجا مراد آب باشد ۱۲ حسرت

[2] سالے در چند سال ۱۲ حسرت

[3] الفنجیدن بمعنی جمع کردن و اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت

آں تحفہ کہ عزتش ز غیب است — بیشی و کمی درو چہ عیب است
خوبی سبب قبولِ عام است — پیرایۂ نامِ حرفِ نام است
کاغذ کہ شود سپید چوں گل — بہتر ز سوادِ بے تامل
زینساں کہ ترا سخن بلند است — خاموشیِ تو نہ دل پسند است
کالا ز خزینہ بر بہ بازار — تا تنگ شود رہ از خریدار[1]
در گوش من از سپہر نیلی — آمد چو ندائے جبرئیلی
خوش خوش بتوکلِ خداوند — دریائے گہر کشادم از بند
ہاں اے شنوندۂ خبردار — کردم خبرت بیا و بردار
آں موج زنم کنوں کہ از دُر — گردد ہمہ دامنِ جہاں پُر
نقشے کہ بنامہ نخست است[2] — ہر چند کہ یک بیک درست است
من نیز چناں کہ خواندم آں حرف — اینجا ہمہ کرد خواہشش صرف
تا سرخوشِ جامِ اولیں ست[3] — گردد بشرابِ دویمیں مست
چوں ساقی پیش صاف را بُرد — عیبم نکند کسے بایں دُرد
یارب چو تمام گردد ایں ماہ — در دے ندہی کسوف را راہ
بیز د چو دقیقہ را ہنر بیز — از چاشنیِ خودش نمک ریز

[1] مراد ہجوم خریداراں ۱۲ ش
[2] مراد لیلیٰ مجنونِ مولٰنا نظامیؒ ۱۲ حسرت [3] دور ۱۲ حسرت

زانگونه کنش بسینها خاص | کش ور دل وجاں نهند اخلاص

ق

واں چه از رقمِ گناه بینی | کز وے رقمِ سیاه بینی

اُمید که گاه نا اُمیدی | بخشی سیه مرا سپیدی

چوں یافت دل ایں امیدواری | اے خامه بیار تا چه داری

راه نمودن فرزند قرة العین عین الدین خضر را که از ظلمات دنیا بسوئے روشنائی دین گراید رواه الله من عین الحیوة وزاد عمره کالخضر نصیحة لذات

اے چارده ماهه زیرکانی | هم خضر و هم آبِ زندگانی

اکنوں که نداری از خرد ساز | می پرورد ت زمانه در ناز

اُمید که چوں شوی خردمند | خالی نکنی درون زیں پند

ق

از چارده بگذرد چو سالت | گردد مه چارده جمالت

بر نکتهٔ عقل دست سائی | بر گنج هوس گره کشائی

در چپ زدن خرد شوی راست | دانی چپ خود ز جانبِ راست

دانسته شوی بکاردانی | بر سرِ صحیفهٔ معانی

خواهی که دلت بتابد از نور | اندر زهر امکن ز دل دور

پیوند هنر طلب چو مردان | وز بے هنراں عناں بگرداں

خضر از پئے آن نہاد مست نام
کت عمر ابد بود سرانجام

لیکن نہ بود حیات جاوید
تا سر نہ کشی بماہ و خورشید

وان راست باوجِ آسمان سر
کز جوہرِ علم یافت افسر

وان خواجہ برد کلیدِ این گنج
کو برتنِ خویشتن نہد رنج

خواہی ظلمت بچرخ ساید
بے دود چراغ راست ناید

گر دل نہ کنی بسہل خرسند
نقدے بہ ازان کشاید از بند

تاک از پئے غورۂ[1] می دہد مُل
شاخ از پس سبزہ میدہد گل

کانے کہ کنی زبہر گوہر
شکست دہد اوّل آن گہے زر

چون باز کنی زنیشکر بند
خس در دہن آید آن گہے قند

آن نیست نشانِ علمِ والا
کز خلق بری بحیلہ کالا

علم آن باشد کہ رہ کند پاک
نے زرقِ[2] مزوّرانِ چالاک

آن تختہ درست کن بتکرار
کاگہ شوی از نہایتِ کار

چون من نشوی کہ ہر زمانے
سازم بدروغ داستانے

در گنجِ سخن دہد کلیدت
اندیشۂ من شود پدیدت

آن بہ کہ بجہل کم بپیچی
این نامہ بپیچ تا نہ پیچی

[1] غورہ انگور خام ۱۲ اشش

[2] زرق مکر۔ مزوّران مکاران ۱۲ اشش

من کیں قسم از ہنر گرفتم — زیں کشتہ اگرچہ[۱] برگرفتم

تا تو چو کنی مے زراندود — زاں قلب زنی چہ آیدت سود

ور دل کندت ہنر فزائی — پیشہ نکنی ثنا سرائی

گر مدح تو در طمع کشد رائے — در صفِ سراں نباشدت جائے

چوں زیں فن بدشوی شکیبا — می گوئے سخن ولیک زیبا

از کارگہ حریر زن لاف — خس پارہ مکن چو بوریا باف

حرفے کہ ازاں دلے کشاید — از ہر قلمے بروں نیاید

زیبا۔ نہ بہر زباں تواں گفت — یاقوت بکار کے تواں سفت

در پردہ ایں درخت قندت — وا وازہ چو من شود بلندت

زاں میوہ کہ افتدت بدامال — تنہا نخوری چو ناتماماں

چوں آمدہ گر یکے ست گر ہفت — بدہی ندہی بخواہدت رفت

بارے کم ازاں نہ کز تو چیزی — آسودہ شود نیازمندی

چوں مرد بگیرد مردمی گرد — نے ہمچو بخیلِ ناجوانمرد

سرمایۂ مردمی مکن گم — کز مردمی ست قدرِ مردم

گرچہ زرت از عدد بود بیش — درویش نواز باش و درویش

صد سر برد آسماں بہ شمشیر — تا یک شکم از علف کند سیر

---

[۱] بر ثمرہ ۱۲ اسش

موراں کہ بزیر پا دوانند[1]	یکجو بہزار جاں ستانند
نقدے کہ رہش بدیں گزندست	بے رنج دہی مگر کہ چندست
خواہی کہ بمہتری زنی چنگ	دریوزۂ کہتراں مکن تنگ
سنجیدہ دہد چو ابر باراں	رنجیدہ شوند دانہ خواراں
ابلہ کہ دہد قراضہ بے رنج	بہتر ز محاسب درم سنج
مستی چو کرم بود جمال ست	در بادہ نمک زنی حلال ست
گر بر تو زند فقیر جاں باز	در پیش خود از درم سپر ساز
کاں را کہ بکیسہ نیست چیزے	خود را کشد از پے پشیزے
در شعبدہ ہر دو خنجر آشام	از پہلوے خویش می خورد شام[2]
تا داشت کہ نیست با[3] خبر و خویش	بازو ز پے شکم کند ریش
آں کز تن خود جدا کند پوست	او با دگرے کجا شود دوست
تا پا نہ نہی بدستیاری	از دوست مخواہ دوستداری
بیدار پے پاسبانِ بے مزد	گنجینہ بر دل شرکتِ دزد
یارے کہ بجاں نیاز مائی	در کار خودش مدہ روائی
صد یار بود بناں شکے نیست	چوں کار بجاں فتد یکے نیست

[1] ریزۂ سیم و زر ۱۲ش [2] شام طعام ۱۲ش

[3] اے خبر باہر دو از خویش و ہمہ رہ چارہ ساز ندارد ۱۲حسرت

کن برکفِ همگناں درم ریز
جز برکفِ کودکانِ نوخیز

کاموختہ شد چو خورد باسیم
کالائے بزرگ را بود بیم

کودک ز درم شود گرہ گیر
پیراز رقمِ سیاہ تحریر

در خود بغلط نعوذُ باللہ
در سمت سیاقت او فتد راہ

باآں کہ شوی وزیرِ کشور
دزدے باشی کلاہ برسر

دانی ز قلم ہنر چہ جوئی
از آبِ سیہ سپید روئی

چوں بر سرِ شغل کام باشی
می کوش کہ نیک نام باشی

در ہر چہ ترا شمار باشد
آں کن کہ صلاح کار باشد

نیکی کن اگر بدی سگالی
از حسنِ نیت مباش خالی

گر بنشانی درختے از خار
آں خار نشاں کہ گل دہد بار

نشتر کہ بزخم خوں فشانست
از بہرِ صلاح ناتوانست[1]

آزار مجو چو سینہ سوزے
کازردہ شوی تو نیز روزے

ناخن کہ سرخراشش دارد
بُرّند سرش چو سربرآرد

آتش کہ بظلم گشت خویش
سیری نبود بہیچ رویش

شمشیر کہ کار اوست آزار
باشد بہ نیام سرنگوں سار

آزار کسے طلب ہمیشہ
کازردنِ خلق کرد پیشہ

ازار رسانیدن

[1] ناتوان بیمار ۱۲ اشش

ناکس کہ خراش چوں خساں کرد
با او آں کن کہ با کساں کرد

گر دست رسد بہ بد فعالے
رحمت نکنی بہیچ حالے

رندے کہ خورد بآر ز وشت
در حال بشبت بایدت کُشت

برخویشتن آں کہ او نہ بخشود
بخشودن او جز ضرر نمود

نا داشت کہ تن کند بزر ریش
وانگے مدہش کہ تا کند بیش

مستے کہ بہ چہرہ جہد بیازی
آں بہ کہ رسن بدو نبازی

کورے کہ رود بگشتِ گلزار
ہاں تا نہ کشی گرش خلد خار

آں سر کہ سزائے تیغ باشد
رحمت کنیش دریغ باشد

در جنبش فتنہ جا نگہدار
بر خار چہ جرم؟ پا نگہدار

باآں کہ بود جہاں پر از دوست
ایمن منشیں زخصم در پوست

گر خود نتواں ز سرفرازی
با تیہو و کبک جستہ بازی

بارے چو کلنگ و ار بر جائے
پاس سر خویشتن بیک پائے

با پنجہ وراں بپائے خیزند
وز شیر بپائے پس گریزند

شد چیرہ چو دشمنِ ستمگار
از وے نرہی مگر بہ ہنجار

مرغے کہ طپد بحلقۂ دام
اندر خفہ[1] جاں دہد سرانجام

افتاد چو کار با گراناں
با صرفہ[2] زیند کاردناں

بخشیدن

[1] خفہ تنگ بودن گلو ۱۲ حسرت [2] صرفہ حیلۂ و تدبیر ۱۲ حسرت

مردم چو عناں دہد بفرہنگ — از باد بگردد آسیا سنگ

بینائیِ عقل پیش مے دار — بیناشو و پاس خویش مے دار

شب کور بود عس چو در کوئے — از دزد خورد طپانچہ بر روئے

منگر ز جہاں فریب ناکی — کاندر پسِ او بود ہلاکی

چوں خندہ کند بپردۂ برق — شمشیر زند ز شعلہ بر فرق

ایمن منشیں بعالمِ خس — کز چرخ نرست بے بلا کس

گنجد کہ ز کام آسیا جست — ہم در دہنِ جوال[۵] شد پست

مغرور مشو بملک و مالے — کاں نیست مگر کہن سفالے

مال ارچہ کشادِ کار ازان ست — تشویشِ دل و ہلاکِ جان ست

آں بہ کہ بحرص کم شتابی — کز ننگِ طمع خلاص یابی

تا دل تنگ دیو زند بسوئے — راحت نبود بہیچ روئے

چوں قافلہ در گریز باشد — خواہش ہمہ خیز خیز باشد

خواہی کہ نگردی آرزومند — می باش بہرچہ ہست خورسند

پویانِ حریص روئے زرد ست — خورسندیِ دل صلاحِ مرد ست

مردم چو ز رز عناں بتابد — ہمت شرفِ کمال یابد

آں سرخ گلے کہ خوں فشان ست — سرخیش ز خونِ سرکشان ست

[۵] جُوال بالضم پیمانہ کہ دراں غلہ پر کردہ بر شتر و یا بو نہند (غیاث) ۱۲ حسرت

ایمن بود از شکنجه درویش — زر ہر چہ کہ بیشتر بلا بیش

گشتی چو بسروری کله دار — شو ساخته[۱] خدنگ خونخوار

ور تیر شوی و زیر مقبل — از زخم زبان مباش غافل

ور ز اہل قلم شوی گران گیر — بر نسبتِ جد شوی کمان گیر

ناوک زنی و گره کشائی — ترکانه ز مو گره کشائی

چون در صفِ پردلان کنی جاے — سر پیش نه اوّل آن گھے پاے

مردانه که کارِ مرد ورزد — آن به که ز بیم جان نه لرزد

گیرم ز عدو عنان بتابی — از مرگ کجا خلاص یابی

از پیش بلا که گرم خیزی — مُردن بقفاست چون گریزی

کار نظرست پیش دیدن — نتوان بقفاے خویش دیدن

بیرون ز اجل چو نیست کارے — تا نیست اجل بکوش بارے

خون از دگرے کسے کند خواست — کو از سرِ خونِ خویش برخاست

مردانه که جانِ خود سپارد — بر جانِ کسان چه رحمت آرد

تا دل بقرارِ خویش باشد — شمشیر بکارِ خویش باشد

دل را چو شود خزینه تاراج — دشمن بسلاح نیست محتاج

بے دہشت اگر سمند رانی — ہم باز رہی و ہم رہانی

---

۱ ساخته، موافقت کرده شده ۱۲ ش

در بازوئے دل نباشدت سخت — هم سر بفدا کنی و هم رخت

آں کیش مدد ضمیر باشد — پیلش بہ نظر حقیر باشد

باز آنکہ دلش ہراس پیشہ است — شیر ہمدمش چو شیر بیشہ است

لیکن سبکی مکن چناں ہم — کت دل برود ز دست و جاں ہم

در حملہ مشو مبارزِ خام — ہنجار ببین و پیش نہ گام

پائے کہ کند فراخ گامے — از پائے چہ ریزدش سلامے

ور تو بغزا شوی سر آہنگ — با سہل[1] خصوماں مکن جنگ

لشکر نہ ہمہ دلیر باشد — در دشت شغال و شیر باشد

گر خر بوحل فرو نماند — قدرِ تگِ توسناں کہ داند

گر شب نبود سیاہ و دیجور — در خانہ چراغ کے دہد نور

در بر تو عدو عناں کند تیز — چوں مایہ کار ہست مگریز

بر بے ہنراں ست جور و بیداد — کس را نبود ز بے ہنر یاد

چوں رختِ کلال خاک باشد — از نقب زنش چہ باک باشد

گر دیدہ باطنت شود باز — در عیب کساں نظر مینداز

دریابی بنیش یقینی — آں بہ کہ کنی خدائے بینی

مپسند بہر چہ رایت آسود — آں کن کہ بود خدائے خوشنود

[1] اے ہمراہ سہل خصوماں ۱۲ حسرت

دوزخ مطلب چو کندهٔ زشت — کاتش بود اوّل آخر انگشت[۱]

می باش چو شاخِ سبز دلکش — کاتش ز تنش نه گیرد آتش

بفروز چراغ پارسائی — کو راست سرے بروشنائی

خواہی کہ رسی بچرخ گردان — مگذار عنان نیک مردان

با دولتیان نشیں کہ خارے — در صحبتِ گل شود بہارے

گیرم ندہند کندهٔ عود — بوئے رسدت بیاری دود

عطار اگرچہ تند خویست — مشکش بہ نسیم تازہ رویست

با ہر کہ نہ دولتی ست منشیں — کز سرکہ نگشت کام شیریں

شمعے کہ بود ز روشنی دور — ندہد بہ چراغ دیگراں نور

دولت نہ ہماں بود کہ یکچند — فلسی دو سرا شوی خداوند

مُردارِ جہاں چو در پذیری — مُردار کُشی بود نہ میری

دولت بود آں کہ دل فروزی — وز ترکِ امل کلاه دوزی

در دامنِ نیستی زنی دست — تا ہست شوی بعالمِ ہست

گر فقر باختیار یابی — در حجلهٔ قدس بار یابی

ور مطلبی ازاں چہ دُوری — ہم فقر بود ولے ضروری

دانی کہ بخاطرِ ہوسناک — ہر کس نہ رسد بعالمِ پاک

۱؎ انگشت کوئلہ ۱۲ حسرت

گر داعیۂ رسد الٰہی		تو خود بجز آں دگر چہ خواہی
ور غیب رہِ دگر کشاید	ق	یا لطف ترا رہے نماید
با ایں ہمہ ہم زجست وجوئے		کاہل نشوی بہیچ روئے
خواہی شرف و بزرگواری		می کوش بہ ہمتے کہ داری
کاں تن کہ بہ ہمتے سرشتہ است		مردم نگری ولے فرشتہ است
مفلس کہ دلش بسر فرازی ست		سلطاں شدنش کمینہ بازی ست

حکایت شبانے کہ از غایت ہمت تیغ را آئینۂ وجاہت و قلم را عمدۂ دولت خود ساخت

گویند کہ در عرب جوانے		بودہ ست زنسبتِ شبانے
بختش چو بہ اَوج رہبری داشت	(نظم)	ہمت بفلک برابری داشت
زاں پیشہ کہ اصلِ کار بودش		اقبال رہے دگر نمودش
زاں شیر دلی کہ داشت با خویش		آلودہ نشد بجیرِ میش
رفتے پدرش چو مستمنداں		دنبالِ چراے گوسپنداں
او سَبَقِ امید کردہ پرکار[1]		در درسِ ادب شدی بتکرار

[1] پرکار، مجازاً بمعنی طوق ہم آمدہ (غیاث) ۱۲ حسرت

چوں حرفِ قلم درست کردے | دامن بسلاح چست کردے
تا یافت ازاں ہنر پرستی | در ہر دو ہنر تمام دستی
روزے پدرش بہ پردہ گفت | کاے جانِ تو گشتہ با خرد جفت
نوشد چو شگوفۂ جوانی | از جفت[1] گریز نیست دانی
گر فرمائی زمہرِ چند | جوئیم تنے سزائے پیوند
گفتا کہ چو کرد نیست کارے | جفت از نسبِ خلیفہ بارے
گفتش پدر اے سلیم خود رائے | زاندازۂ خود بروں منہ پائے
گیرم کہ دہندت آنچہ دلخواست | بے خواستہ[2] کار چوں شود راست
نقدے بہ بروسواریت کو | واسبابِ عروس واریت کو
آورد جوانِ دولت اندیش | شمشیر و قلم نہاد در پیش
گفت ار سببِ دگر ندارم | ایں ہر دو نہ بس کلید کارم
آں کیں دو ہنر بدست دارد | شک نیست کہ ہر چہ ہست دارد
افگند چو ہمتِ بلندم | بر کنگرۂ ہنر کمندم
گر بازوے ہمتم چنیں ست | ہر چہ آں طلبم در آستین ست
گویند بہمت آں جواں مرد | شد برتر ازاں کہ آرزو کرد
دولت چو برو فگند سایہ | شد محتشمِ بلند پایہ
فی الجملہ بہر چہ دست سائی | ہمت چو قوی بود بر آئی

[1] جفت عروس ۱۲ ش [2] خواستہ مال و زر (غیاث) ۱۲ حسرت

اے آں کہ زمن بیادگاری — ایں پند زمن بیاد داری

جانِ پدر ار رسی بجائے — برجانِ پدر کنی دعائے

آغاز سلسلہ جنبانیدن از داستان عشق مجنون و لیلیٰ

دندانہ کشائے قفلِ ایں راز — زیں گونہ کند درِ سخن باز

کاں روز کہ زاد قیسِ فرخ — رخشندہ شد آں قبیلہ را رخ

زاں نور خجستہ شب افروز — بر عامریاں[۱] خجستہ شد روز

بنشست پدر بشادمانی — بکشاد درے بمہمانی

بیگانہ و خویش را صلا داد — ہم نزل فشاند و ہم عطا داد

(نقرہ)

واندر پسِ پردہ مادرش نیز — آراست ز صفّہ[۲] تا بہ دہلیز

خوبانِ قبیلہ را طلب کرد — وآفاق ز نغمہ پر طرب کرد

می ریخت بجوب تر نثارے — اندازۂ ہر یکے نثارے

جستند حکیم طالع اندیش — کاگہ کنند از حکایتِ پیش

دانا بشمارِ خود نظر کرد — گفتہ چو سر از شمار برکرد

کیں طفل مبارک اخترے خوب — یوسف صفتے شود چو یعقوب

باآں کہ زگردشِ زمانہ — در فضل و ہنر بود یگانہ

۱؎ جمع عامری منسوب بہ بنی عامر قبیلۂ عرب ۱۲ اش ۲؎ صفہ صدر (چبوترہ) ۱۲ اش

لیکن فتدش گہِ جوانی — در سر ہوسے چناں کہ دانی

از عشقِ بتے نژند[۱] گردد — دیوانہ و مستمند گردد

اندیشہ چناں کند نزارش — کز دست رود عنانِ کارش

مادر پدر از چنیں شمارے — مانند ز غم بحال زارے

لیکن ز نشاط روئے فرزند — گشتند بہر چہ ہست خورسند

آں نکتہ بسہل بر گرفتند — و آئینِ طرب ز سر گرفتند

یکچند چو دورِ چرخ درگشت — آں گلبنِ تر شگفتہ تر گشت

سالش بہ شمار پنجم اُفتاد — زو نور بہ چرخ و انجم اُفتاد

شد تازہ چو نیم رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تدروے

نزدِ ہمہ شد بہ ہوشمندی — چوں مردمِ دیدہ ارجمندی

زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیشِ معلّمش نشاندند

دانائے رقم ز بہرِ تعلیم — کردش بکنارِ تختۂ تسلیم

جہد اوستش چناں کہ دانست — می کرد چناں کہ مے توانست

آراستہ مکتبے چو باغے — ہر لالہ درو چو شب چراغے

زیں سوئے نشستہ کودکے چند — آزادہ و زیرک و خردمند

زاں سوئے دخترانِ چوں حور — مسجد شدہ چوں بہشتِ پُر نور

ہر تازہ رُخے چو دستۂ گُل — بر گُل زدہ حلقہ ہائے سنبل

[۱] نژند اندوہگیں (برہان) ۱۲ حسرت

از مقنعہ دام ماہ کردہ | دلہا ز زنخ بچاہ کردہ

بود از صفت آن بتانِ چوں ماہ | ماہے کہ زد آفتاب را راہ

لیلی نامے کہ مہ غلامش | خالش نقطے ز نقشِ نامش

مشعل کُشِ آفتاب و انجم | دیوانہ کُن پری و مردم

تاراج گرِ متاعِ جانہا | بنیاد شگافِ خانمانہا

سلطانِ شکرلبانِ آفاق | لشکر شکنِ شکیبِ عشاق

گردن زنِ عافیت فروشاں | تشویش دہِ صلاح کوشاں

سرتا بقدم کرشمہ و ناز | ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز

نازے و ہزار فتنہ در دہر | چشمے و ہزار کشتہ در شہر

چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش | آہو برہ بخواب خرگوش

خنداں چو سمن بتازہ روئی | شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی

از وسوسہ چشمِ دیو بستہ | تسبیح فرشتگاں گسستہ

نے بت کہ چراغِ بت پرستاں | طاؤس بہشت و کبکِ بستاں

فرمودہ کلالہ[1] را سواری | دادہ مژہ را سلاح داری

افگندہ بدوش زلف چوں شست | خود بے خبر و نظارگی مست

معجونِ لبش بدُرفشانی | پروردہ بآبِ زندگانی

---

[1] کلالہ، گیسو ۱۲ حسرت

همخوابهٔ لاله گیسوانش — همشیرهٔ انگبین دهانش

قندش نمکی تبرزد[1] آلود — خوشخوار تر از گوارش[2] عود

خورشید غلام زادهٔ او — مه داغ جبین نهادهٔ او

اندر صفت آب تبان شیرین — چون زهره به نور و مه به پروین

زانو زده قیس بر دگر سو — هم حرف زبان و هم سخن گو

نازک چو نهال نو دمیده — خوش طبع و لطیف و آرمیده

شیرین سخنی که هوش می برد — رونق ز شکر فروش می برد

بود از سخن چو شکر و شیر — مست سخنش معلم پیر

از رخ بدو شاه برد می کرد — صد دل بدو خرده[3] خرد می کرد

نالنده به تخته در دبستان — چون بلبل مست در گلستان

لحنش چو شدے بروزن گوش — از روزن جان برون شدے هوش

زان تن که نوائے او شنیدے — جان رقص کنان ز دل دویدے

از نامه بجان نورد می داد — وز ناله صدائے درد می داد

هر خوش پسرے ز لطف کارش — گشته به هوس ندیم و یارش

وان لاله رخان زاغوان ساق — نیز از دل و جانش گشته مشتاق

ایشان همه را بقیس میلے — وان سوخته در هوائے لیلے

ن: گہ از رخ بدر شاہ گرمی

ن: دل و جان

---

[1] تبرزد نبات (برہان) ۱۲ حسرت [2] گوارش بروزن گزارش معرب آن جوارش (برہان) ۱۲ حسرت

[3] خردہ نکتہ (برہان) ۱۲ حسرت

لیلی خود از خراب جان تر   گشته نفس از نفس گران تر

هر دو بنظاره روی در روی   وارفته خیال موی در موی

لب مانده ز گفتن و زبان هم   دل گشته بهم یکی و جان هم

بی هوشی شان بگفتن راز   خاموشی شان به پرده آواز

هر دو بغم و گداز مانده   دل بسته و دیده باز مانده

آن کرده نظر بروی این گرم   وافگنده ز دیده پردهٔ شرم

این تن به هلاک ساز داده   او سینه به تیغ ناز داده

این گفته غم خود از رخ زرد   او داده جوابش از دم سرد

این دیده درو بچشم پاکی   وان نیز وی بشرم ناکی

این کرده بگریه خاک را گل   وان گریه فرو خورده در دل

این گشته بتاب دیدگان مست   وان شسته ز جان خویشتن دست

این کام خود از فغان خود دوخت   او سینهٔ خود ز آه خود سوخت

عشق آمد و خون بخون در آمیخت   خونابهٔ دل ز دیده میریخت

اندیشه متاع صبر گم کرد   غم بر دل و دیده اُشتُلم[1] کرد

سلطان خرد برون شد از تخت   هم خانه بباد داد و هم رخت

طوفان ز تنور سر بر آورد   وافاق بموج خون در آورد

[1] اُشتُلم لغت ترکی بمعنی غلبه و زور و تعدی ۱۲ عشرت

اُفتاد ز فرقِ عافیت تاج / خازن شده و خزینه تاراج

فریاد شبان بمانده از کار / میش آبله پای و گرگ خونخوار

مستان ز شراب خانه جستند / خم بر سرِ محتسب شکستند

دردادہ چو بادہ ساقی شوق / گم شد ز حریف دُردیِ ذوق

در شهرِ وفا در آمد آن بوئے / هم خانه خراب گشته هم کوئے

مجنون ز نسیم آن خرابی / شد بے خبر از تنک شرابی

از خونِ جگر شراب می خورد / وز پہلوئے دل کباب می خورد

وز دیده درو نگاه سے کرد / میدید ز دور و آه سے کرد

مغز ش ز تفِ درونه در جوش / چون نایۂ دیگ زیرِ سر پوش

می بود ز نیک و بد هراسش / می داشت خرد هنوز پاسش

میدید یکین ز نقش[1] بنیان / میکرد کران ز هم نشینان

اندیشه هنوز خام بودش / دل در غم ننگ و نام بودش

پوشیده بسانِ برق در میغ / که حربه فرو د خورد که تیغ

از دشنۂ غم خراش خورده / صد دشنۂ دُور باش خورده

صد رخنه دلش ز خنجرِ غم / هر سو خسکِ[2] مخالفان هم

آن تن که شود ز تیغ ره زن / دوزند دگر بر خسم سوزن

(دورہ ہیئت)

(جوگری)

[1] نقش ہیں قیافہ شناس ۱۲ حسرت [2] چیزے خلنده مثلِ سوزن ۱۲ حسرت

چوں لالہ جبین شگفتہ می داشت — داغِ بجگر نہفتہ می داشت

می سوخت چو شمع با رُخِ زرد — در گریہ و سوز خندہ می کرد

دانا رقمش نتیجہ ے جست — او تختہ بآبِ دیدہ مے شست

اُستاد سخن ز علم می راند — او جملہ کتابِ عشق می خواند

واں لعبت در رمند و دل تنگ — دل دادہ بباد و ماندہ بے ننگ

باآں کہ نمشس بزیرِ گل بود[1] — سیمائے رخش گواہِ دل بود

خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ

بر چہرہ ز شرم پردہ می دوخت — و آتش بدلش گرفتہ می سوخت

ہر چند کہ غنچہ بود سربست — می کرد ز بوئے خلق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عود — می شد بدماغِ مردماں دود

بوئے کہ ز نافہ در تگاپوست — پوشیدہ چگونہ گردد از پوست

عاشق منگر کہ داغ پوشد — کو مقنعہ بر چراغ پوشد

دستے کہ کند عبیر سائی — انگشت برد دھد گوائی

بودند بزاری آں دو غمخوار — در چنبر یکدگر گرفتار

می کرد دو سینہ جوش بر جوش — می رفت و قصہ گوش در گوش

یاراں کہ بہر کنارہ بودند — دزدیدہ دراں نظارہ بودند

[1] نمشس بزیرِ گل یعنی راز خود مخفی می داشت ۱۲ ش

بیننده به نقش بینی از دور ‏ عاشق بحساب خویش مستور

هر کس سخنے به پرده می گفت ‏ این خاک بجوں فشاند و رفت

این گفت فسانه در مدارا ‏ آن گفت حکایت آشکارا

رازے که ز سینها بجوشد ‏ آن باز کند گر این بپوشد

باشد چو خریطه پر ز سوزن ‏ بندی دهنش جهد ز روزن

آن لب که کلید شد زبانش ‏ چون بسته شود کشاید آتش

بر روئے محیط پل توان بست ‏ نتوان لب خلق را زبان بست

پرده برداشتن دمهاے سرد از روئے لیلی و دیدن مادر پژمردگی آن گل شگفته و از آن پرده دریدگی جوش در دماغ پدرش دمیدن و دود روان کردن پدر از دو دیده و لیلی را چون ریحان سفالی در گوشه محنت پائے در گل کردن

چون رفت بگوش هر کس این راز ‏ وز هر طرفے برآمد آوازه

کازاده جوانے از فلان کوے ‏ شد شیفته فلان پری روے

در مکتب عشق شد غلامش ‏ خواند شب و روز لوح نامش

مقصود وے آن بت یگانه است ‏ وان درس و تعلمش بهانه است

زو هر چه شنیده یاد گیرد ‏ تعلیم دگر بباد گیرد

آموختنش کجا بود ہوش | کاموختہ می کند فراموش

زین قصہ بہر دو سرائے | می رفت نہفتہ ماجرائے

تا گشت ز گفتگوئے او باش | بر مادرِ لیلی این سخن فاش

مادر ز نہیبِ شرمِ اغیار | بنشست بگوشۂ دل افگار

زان آتشِ دہ زبانہ ترسید | وز سرزنشِ زمانہ ترسید

فرزندِ خجستہ را نہانی | بنشاند ز راہِ مہربانی

گفت اے دل و دیدہ مرا نور | از روئے تو باد چشمِ بد دور

دانی کہ جہاں فریبناک ست | آسودگیش غم و ہلاک ست

ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد | پنہاں بنوالہ زہر دارد

ہر سرخ گلے کہ در بہار ست | در دامنِ او نہفتہ خار ست

ہر نافۂ خوش کہ بوئے ہشتہ ست | پنہاں جگرے در و سرشتہ ست

ایں پردہ کہ در ہوا کشیدہ ست | بس پردہ کہ در ہوا دریدہ ست

خام ست امیدِ نیک رایاں | از عالم و عالم آشنایاں

تو سادہ مزاجی و تنک دل | وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چوں اہلِ زمانہ را وفا نیست | زایشاں طلبِ وفا روا نیست

ہاں تا نہ کنی عنانِ دل سست | کافتادہ[1] خلاص چوں تواں جست

[1] اے بدام افتادہ ۱۲ حسرت

القصه شنیده ام که جائی / داری نظری بر آشنائی

ترسم که چو گردد این خبر فاش / بدنام شوی میان اوباش

تا خانه نکرده بر زمین میل / انباشته به دریچهٔ سیل

آتش که بشاخ ارزن افتد / زو وا رنه کشی بخرمن افتد

کم خور غم خویش تا توانی / الا غم عشق و ناتوانی

کین هر دو بلا چو سهل گیری / دیوانه شوی و یا بمیری

با این تن پاک و گوهر پاک / آلوده چرا شوی بهر خاک

جائی منشین که چون نهی پای / تهمت زده خیزی از چنان جای

صوفی که رود به مجلس می / البته چکد پیاله بر وی

چون شهره شود عروس معصوم / پاکی و پلیدیش چه معلوم

آنکس که مگس ز کاسه راند / تا خوردن و خوردنش که داند

عشق ارچه بود بصدق و پاکی / خالی نبود ز شرمناکی

آوازه چو گشت در جهان عام / صرفه نه کند کسی بدشنام

گردم نه زنند کاردانان / چون باز رهی ز بد گمانان

نیک از دل نیک راز دارد / بد را ز گمان که باز دارد

مادر بحدیث نیک خواهی / لیلی بهلاک و سینه کاهی

بر زانوی درد سر نهاده / لب بسته و خون دل گشاده

زاں غم کہ درونہ ریش می شد — از دادنِ پند بیش می شد
باسوختگاں حدیثِ پرہیز — روغن بود اندر آتشِ تیز
بیمار ز ہرچہ داریش باز — لب را بہ ہماں خورش کند ساز
مادر چو شناخت کو اسیرست — واں کن ہکنش نہ جاگیرست
تن زد ز نصیحتے کہ می گفت — گفت آں خبرِ نہفتہ با جفت
بشنید پدر چو حالِ فرزند — گم شد ز خجالت و سر افگند
فرمود کہ سرو نو بہاری — در پردہ چو گل شود حصاری
از پردہ سخن بروں نراند — خواند پسِ پردہ ہرچہ خواند
مہ را البسرائے بند کردند — دیوار سرا بلند کردند
او ماند بکنجِ خانہ دل تنگ — می داد ز گریہ خاک را رنگ
ہر نالہ کہ عاشقانہ میزد — آتش ز لبش زبانہ میزد
شد خانہ ز آہِ آتش آلود — چوں تربتِ مجرماں پراز دود
می خورد ز آہِ خود بدل خار — می زد نفس بسینہ مسمار
گہ خاک برخ چو سایہ می رفت — گاہے غمِ دل بسایہ می گفت
صبرے نہ کہ دل براہ دارد — واندیشہ بدل نگاہ دارد
یارانہ کہ سینہ راکشاود — خونابۂ دل بروں تراود

۵ ایں یار انداشت کہ سینۂ اکشاود ۱۲ واش

باز پستنے چناں کہ دانی ‏ ‏ می بود بمرگ و زندگانی

چوں دید رمیدہ حال می زیست ‏ ‏ وز مردمِ خیال می زیست

ہر چند کہ مادر از سرِ سوز ‏ ‏ می بود بہ نزدِ او شب و روز

زو مشعلہ چوں درخشش می کرد ‏ ‏ غم را بدو نیم بخشش می کرد

لیک آں کہ در آہوئے یار ست ‏ ‏ با مادر و با پدر چہ کار ست

نے خویش ز دست باشد از آں ‏ ‏ کیں جانِ عزیز باشد آں خون

خراب شدن مجنون با دلِ ورِ عشق و از مستی درپائے کوہ افتادن و خبر یافتن پدر و سوئے آں بے خبر دویدن و از آب دیدہ باد سینہ سلسلہ دریائے کردن و زنجیر کشانش پیش مادر آوردن

چوں ماند پر پوششِ حصاری ‏ ‏ در حجرۂ غم بسوگواری

قیس از ہوسِ جمالِ دلبند ‏ ‏ در درسِ ادب دو دید پیچند

در گوشۂ صحن و کنجِ دیوار ‏ ‏ می کرد سرود عشق تکرار

بے صرفہ ہمی شتافت چوں کور ‏ ‏ بے رشتہ ہمی تنید چوں مور

ـــــــــ

۱ ای از دلِ لیلی چوں مشعلۂ غم سے درخشید مادر نیز دراں غم شریک می شد ۱۲ حسرت ۲ اقربا ۱۲ حسرت

می بست بخامشی دہن را — می داشت بحیلہ خویشتن را

آہے بجگر فسردہ مے خورد — والماس بسینہ خورد مے کرد

زاں ناوک غم کہ بے سپر بود — ہر دم خلہ ایش درجگر بود

وز دیدہ سرشک دیدہ می ریخت — وز دیدہ دُرِ بخچیدہ می ریخت

بر حقۂ لعل راستینش — خازن نہ کسے جز آستینش

زیں گونہ بچارہ کہ دانست — می کرد شکیب تا توانست

چوں سیل غمش رسید بر فرق — از پردہ بروں فتاد چوں برق

بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بتارک از زمیں خاک

گریاں بزمیں فتاد بے تاب — بر خاک مراغہ کرد چوں آب

برداشت ز خاک راہ صحرا — چوں خضر نمود میل خضرا

می رفت چو باد کوہ بر کوہ — خلقے ز پئش دواں بانبوہ

ہر کس ز لطافت جوانیش — می خورد فسوس زندگانیش

انیش ز درونہ پند می داد — وانش بحف گزند می داد

طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست — انیش زد و آں شکست و خست

باآں شغبے کہ در گذر بود — دیوانہ ز خویش بے خبر بود

---

۱ خورد ریزہ ریزہ ۱۲ حسرت ۲ درمکنوں ۱۲ حسرت ۳ مراغہ کردن غلطیدن (برہان) ۱۲ حسرت ۴ سبزہ زار ۱۲ حسرت ۵ شور ۱۲ حسرت

می راند ز آبِ دیده رودے
می گفت چو بلبلان سرودے

می زد ز درونِ جان دمِ سرد
زان با دو چو ریگ رقص مے کرد

چون گشت یقین که مردِ دل ریش
دارد سفرے دراز در پیش

زین غم همه در گزار گشتند
گریان بقبیله باز گشتند

رازش بزبانِ عام کردند
مجنونِ زمانش نام کردند

بردند خبر ز روزگارش
سوئے پدرِ بزرگوارش

گفتند ز راهِ سوگواری
کاے پیرِ ضعیف در چه کاری

کان روئے که می فشاندیش گرد
ز آسیبِ زمانه لطمه خورد

زحمت ز ولایتت بدر برد
عشقش بولایتِ دگر برد

زیبا رخے از فلان قبیله
بستش ز دو زلف در طویله

زین بند که در گلو فگندش
مجنون کن قیس گشت بندش

گر در پئے او شوی به پرواز
باشد که هنوز یابیش باز

پیر از خبرِ چنان جگر دوز
زد نعرهٔ از درونِ پرسوز

خون از جگرِ دریده می ریخت
نے نے که جگر ز دیده می ریخت

هر جا جگرش بچشمِ تر بود
گشت دل سوئے گوشهٔ جگر بود

آن دم همه چون شکر همی خورد
از بے جگری جگر همی خورد

اشکش بجگر نمک نه کم داشت
گوئی نمک و جگر بهم داشت

وان مادرِ دردمندِ پرجوش — کاں قصہ شنید گشت بیہوش
غلطید بخاک تیره مویاں — واں گم شده را بخاک جویاں
موی از سرِ ناامید می کند — معجر[۱] ز سرِ سپید می کند
بیچاره پدر دوید بیروں — ہمراه سرشک و ہمدمش خوں
می رفت زسوزِ دل شتاباں — فریاد کناں بہر بیاباں
چوں گشت بسے بدشت و کہسار — از کوه شنید نالۂ زار
اندر پئے آں ترانہ زد گام — وافگند ز اشک باده در جام
دریافت حریف را چو مستاں — با زمزمۂ ہزار دستاں
می گفت و زآں فراقِ خونریز — باخود غزلے جراحت انگیز
درگرده سرے بسانِ خارے — در دامنِ کوه دور ز غارے
دل را بستیزه سنگ می داد — رخ را ز طپانچہ رنگ می داد
چوں چشمِ پدر فتاد بروے — نشکست ز سختیِ غمش پے
چوں سوختگاں دوید سویش — بنشست بگریہ پیشِ رویش
دیدش چو چراغ مرده بے نور — دور از من و تو ز خویشتن دور
چوں روئے پدر بدید فرزند — لختے دلِ پاره یافت پیوند
خم کرده تنِ ستم رسیده — مالید بہ پائے پیر دیده

[۱] چادر ۱۲ حسرت

پیر از جگر کباب گشته ‌ ‌ ‌ رُخ شسته به خونِ آب گشته

بگریست بر و بخستہ جانی ‌ ‌ ‌ بوسید سرش به مهربانی

می سوخت بزاری از گزندش ‌ ‌ ‌ می داد ز سوزِ سینه پندش

کای شمعِ دل و چراغِ دیده ‌ ‌ ‌ وی میوهٔ جان و باغِ دیده

با آن خردی که داشت رایت ‌ ‌ ‌ چون روح او فتاد پایت

درد که نهاد بر تو این بار ‌ ‌ ‌ سودا که کرد با تو این کار

بادِ که رسید در چراغت ‌ ‌ ‌ آهِ که بسینه کرد داغت

پیرانه سرم گذاشتی چهر ‌ ‌ ‌ بر پیریِ من نیامدت مهر

بودم بگمان که گاهِ پیری ‌ ‌ ‌ مونس شویم بدست گیری

چون بشکند این تنِ سفالین ‌ ‌ ‌ غمخوار تو باشیم ببالین

خود گشت درین سفال پُر درد ‌ ‌ ‌ پیش از تنِ من سفالِ تو خورد

رو در که کنم؟ که درچنین سوز ‌ ‌ ‌ روزے شب آرم اندرین[۱] روز

دریاب که عمرِ ما سر آمد ‌ ‌ ‌ طوفانِ اجل بسر در آمد

ز سیلِ طپانچه بر گلِ جانم ‌ ‌ ‌ هم حجره خراب گشت و هم بام

جنبید درای کاروانم ‌ ‌ ‌ هودج طلبید ساربانم

بجست زهِ کمانِ سختم ‌ ‌ ‌ وز زلزله سست شد درختم

لہ اے اندرین روزگار ۱۲ حسرت

پیری ہوسِ جوانیم بُرد — مرگ آمد و زندگانیم بُرد

گرچوں خلفاں شوی جگرسوز — باشد خلف از برائے این روز!!

چندیں نہ بس است تلخیِ دہر — دیگر چہ کنی تو عیشِ من زہر

چوں کارِ جہاں ست غم فروشی — تو نیز سوئے جہاں[1] چہ کوشی

شیرے کہ خراشِ پنجہ ہستش — تو دشنہ چہ می دہی بہ دستش

آتش کہ بشعلہ خوئے دارد — روغن زنیش چہ روئے دارد

گرمی گسلد زمانہ کاٹے — مگسل تو باختیار بارے

من خود ز زمانہ پا بر اہم — تو رشتہ چہ می دہی بچاہم

تنگست دلم موئے[2] چندیں — دل تنگیِ من مجوئے چندیں

اے جانِ پدر بخانہ باز آئے — وے مُرغ در آشیانہ باز آئے

بشتاب کہ تا دریں غم آباد — پیش از اجلم رسی بفریاد

زیں پس کہ بجستنم شتابی — جوئیم[3] بسے ولے نہ یابی

وان ہا در تو کہ در نقاب ست — او ہم زغمت چو من خراب ست

زان پیش کہ دیدہ را کند ریش — محروم مدارش از رُخِ خویش

زاں پس چو پلک بہم نشنید — چنداں کہ نمائیش نہ بیند

تشنہ کہ بمرگ می نہد پے — شربت چہ دریغ داری از وے

له اے در غم فردشی مددگار جہاں شوی ۱۲ حسرت ٢ه موئیدن گریستن ۱۲ حسرت ٣ه اے مرا جوئی ۱۲ ش

مستے که سرش بخواب گرد
پُرده دو سر تا خراب گرد

ماییم دو تیره روز بنگیں
یک دیده به چشم ما تویی بس

مپسند که از جمال تو دور
بے دیده شویم بلکه بے نور

دانی که بنائے خاک سست ست
پیمانِ حیات نادرست ست

آں دُزد که در ہوا بجنده ست
بنیادِ بسے خزینه کنده ست

تا کیسهٔ تو نه کرده خالی
شو بر سرِ نقدِ خویش حالی

نقدِ تو ہمہ بود که خنداں
بینی به جمالِ ارجمنداں

با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش
یارانِ عزیز را کنی خوش

چوں بگسلدت فلک ز خویشاں
تو خود چه کنی کناره زیشاں

ہر یک نفسے که می رود تیز
پیکے ست سوئے اجل سبک خیز

آں را که چنیں شتاب خوانند
چوں زیستنش بخواب مانند

زیشاں نفسے بجہل مشمر
عمر ست نه باد سہل مشمر

آں تحفه که قیمت ست جانش
ضایع چه کنی به رائگانش

آخر پدرِ توام نه اغیار
بیگانه چنیں مشو به یک بار

بیمار اگرچه دردناک ست
بیمار پرست در ہلاک ست

زاں جا که یکے ست خون و پیوند
مرگِ پدر ست رنج فرزند

زازردنِ دست و پا توان زیست
زازارِ جگر کجا توان زیست

چون تیشه کند بکارش آهنگ	رنجیده تر از گهر بود سنگ
زانست شتر ز بار نالان	کان بار شتر کشد نه پالان
زان غم که تو پستی از شمارش	نی بر تو که بر منست بارش
این جای نه جای تست برخیز	وین کار نه کار تست بگریز
گیرم که ز غم زبون توان بود	بی خانه و جای چون توان بود
گر زان منی ازان من باش	ورنه به مراد خویشتن باش
هر چند که عشق جمله دردست	نی روشکن سلاح مردست
لیکن مشو آن چنان زبون نیز	کاتش چو درون زنی برون نیز
مرد ارچه بسوزدش همه تن	دود ندهد برون ز روزن
سستی ست بلطمه پست گشتن	وز جام نخست مست گشتن
گر واقعه چند سینه سوز ست	مردی ز پئے کدام روز ست
مسپار بدست دیو تن را	گرد آر عنان خویشتن را
صبر از پئے روز درد و دوری ست	ورنه همه وقت خود صبوری ست
سرمایه بیافت سهل چیز ست	نایافته در جهان عزیز ست
زین غم همه گر مراد یار ست	غم هیچ مخور که در کنار ست
گر بر مه آسمان نهی هوش	کوشش که رسانمت در آغوش
آن مه که دلت ازو خراب ست	لیلی ست نه آخر آفتاب ست

ننشینم تا بچاره ورائے | با او بشماتت به یکجائے
لیکن نه کنی چو دیو را بند | دیوے را نه شوی سزائے پیوند
این دیو دلی[1] رها کن از خوے | مردم شو و راهِ مردمی جوے
تا بو که ز عونِ بخت پرنور | همخوابه شود فرشته با حور
مجنوں چو نویدِ کام بشنود | بنشست ز مغزش اندکے دود
با پیر به شرم گفت گریاں | کاے ز آتشِ من دلِ تو بریاں
از من به من ارچه یک گزندست | دانم که ترا هزار چندست
لیکن چه کنم که نفسِ خودکام | از حیلهٔ دو دم نمی شود رام
بر دل که به نازکی لطیف ست | اندیشه موکلے عنیف[2] ست
کوشم که به جهد گاه و بیگاه | در خود نه دهم خیال را راه
باز افگند آسمانِ نیلی | در چنبرِ این غمم به سیلی[3]
خود گیر[4] که از بلا گریزم | از بندِ قضا کجا گریزم
بیچاره وجودِ سست تدبیر | هر حیلت بر ریسمانِ تقدیر
نامرده ز رشته جست نتواں | وین رشته بجهد گسست نتواں
آں روز که بودم از غم آزاد | می بود برائے خود دلم شاد

[1] دیوانگی و وحشت ۱۲ حسرت [2] عنیف سخت ۱۲ ش
[3] سیلی بر وزنِ فیلی آنست که انگشتانِ دست را راست کنند و بہم چسپانیده تیغ وار برگردنِ مجرم زنند و اینکه طپانچه را سیلی گویند غلط است ۔ برہان، حسرت [4] خود گیر۔ فرض کن ۱۲ ش

واکنوں کہ نہ بر قرار خویشم | ایں ہم نہ باختیار خویشم
کس را ہمرہ[۱] رہ نیفتد | ہر دم بہوس بچہ نیفتد
رستے گل اگر بخندۂ خوش | چنداں نگریستی در آتش
انگشت[۲] سیاہ را چہ چارہ | از سوختنِ ہزار بارہ
چوں عقدۂ شادی ست مشکل | ہم بر غم خویشتن نہم دل
در بادیہ تشنۂ جگر تاب | از دیدۂ خویشتن خورد آب
اشتر کہ زخود تہی شدش کاز[۳] | خوردہ ز گلوئے خود خورد باز
گیرم ہمہ خلق راحت الفنج | مجبور بود بہ بردنِ رنج
پروانۂ شمع را کہ فرمود | کو از تنِ خود بر آورد دود
چوں ہر کسے از برائے کاریست | ز اندیشۂ دوں دگر شماریست
آں کآفتِ آسماں نداند | داند چو در آں شکنجہ ماند
توسن کہ نہ گردد از دوش رام | ہم رام شود ز آلت سرانجام
گر کار بدستِ خویش بودے | کارِ ہمہ خلق بیش بودے
چوں نیست بہ ہر دم آنچہ باید | تسلیم شدم بہر چہ آید
تا یاری جاں بقت لبم ہست | جاں بدہم و یا رہند ہم از دست
یا ہمسرِ او شوم چو افسر | یا در سرِ کارِ او کنم سر

۱ اے کسے راہِ خود بالقصد غارت نمی کند ۱۲ حسرت ۲ زغال کوئلہ ۱۲ حسرت
۳ کاز خانہ کہ از نے و علف سازند (غیاث و برہان) ہندی جھونپڑی ۱۲ حسرت

ہاں اے پدرِ من و سرِ من	من گوہرِ تو تو افسرِ من
زیں گونہ کہ بہرِ من دو دیدی	آزردہ شدی و رنج دیدی
غمخوار گیسم فگند از زیست	ور تو نہ خوری غمم دگر کیست
زیں غم چو مرا اقرار برتست	غم زانِ من ست و بار برتست
بارے کہ نشست بر دلِ ریش	بر داشتنی ست لابد از پیش
دردِ دلِ خستہ را دوا کن	واں وعدہ کہ کردۂ وفا کن
پذرفت پدر کہ سخت کوشد	کالاخر دو درم فرو شد
پوید بدرِ طبیب چنداں	کز درد رہند دردمنداں
آں چارہ کند کہ تا تواند	دیوانہ بہ ماہ نورساند
مجنوں بو شفقتے چناں جست	شد با پدر و رضائے او جست
باہم دو ستمکشِ زمانہ	رفتند ز دشت سوئے خانہ

تنقیہ کردن ما در دماغِ مجنوں را بداروے تلخِ فصیحت و از لفظ دربار و شیرینئِ زبان مفرحِ سودائے او ساختن

گویندہ حکایت آں چناں کرد	کاں خستہ چو با پدر رواں کرد
آمد بسرائے خویش رنجور	نزدیک بمرگ و از خرد دور

مادر چو بدید حالِ فرزند | بگسست ز درد بندش از بند
بوسید چو مادران سرش را | تر کرد بگریه پیکرش را
گه جامه درید بهر سانش | گه از فره دوخت چاکِ دامانش
گریان نفسی بر کشیدش | پس جامهٔ پاره بر کشیدش
شست از نم دیدگان نخستش | وز مشک و گلاب باز شستش
وانگاه تنش چو نقشِ جامه | آراست بجبه و عمامه
زین لابه گری چو باز پرداخت | گرمی سوی مطبخ و خورش تاخت
آورد ز راهِ مهربانی | مادر ز پختنی چنان که دانی
می‌راند مگس ز روی خوانش | می‌داد نواله در دهانش
مجنون که درونه پر ز غم داشت | ز اندیشه کجا سرِ شکم داشت
می‌خورد ز بهر روی مادر | نی لقمه که شعله‌های آذر[1]
چون خورد بقدر رغبتش خورد[2] | مادر سرِ سفره را بهم کرد
در پیش نشست و زار بگریست | گفتا که به است مرگ ازین زیست
تا زاده شد از عدم وجودم | رنجی ز جهان نیاز مودم
دولت همه عمرِ آن چنان داشت | کم ز اندهِ دهر بر کران داشت
آزادم داشت بختِ فیروز | ز آسیبِ زمانه تا به امروز

---

۱ آذر، آتش ۱۲ حسرت ۲ خورد بمعنی طعام (غیاث) ۱۲ حسرت

واکنوں که دمید صبح پیری — کافوری گشت زلفِ قیری[1]

بالائے چو تیر شد کمانم — وآمد بتزلزل استخوانم

مپسند که در چنیں زمانے — سوز دلِ نغمت گسسته جانے

بارے که گہے نبردم آں بار — خود گوئے که چوں برم بیکبار

رنداں که برند بر ہوا سنگ — افزوں نه کنند جز بپا سنگ[2]

گاوے که پرستدش دلِ آرام — گوساله حُنز دُبرد بر بام

به گر نه نہی اگر توانی — بر من ستمے بدیں گرانی

زیں واقعه ار رہی به تمیز — ایں با ور پیر وارہد نیز

واری بجز دو روز برجائے — بیروں نه نہی ز عافیت پائے

مردانه برآر پائے از گل — بندی بخدائے خویشتن دل

تا بو که بصبرِ فرّخ انجام — از کام[3] روا برآیدت کام

کانجا که بود شکستگیہا — صبر است کلید بستگیہا

دُرّے که نشایدش نشاں یافت — در دُرجِ صبوریش تواں یافت

کارے که به صبر برکشاوند — بار دگرش گره نه داوند

ما ہم ز بیت چناں که دانیم — جہدے بکنیم تا توانیم

ف[1] قیر، سیاه ۱۲ حسرت

ف[2] اے اندک ۱۲ حسرت

ف[3] اے از کام روا کننده ۱۲ حسرت

مجنوں ز درونہ پر آذر … بگریست بدرد پیش مادر

گفت اے گہرِ مرا خزینہ … پرورده مرا چو جان بسینہ

اے کرده بلند پستیِ من … پیدا از تو گشتہ ہستیِ من

یارب کہ ز بخت شادمان باش … وز غم ہمہ عمر در امان باش

پندِ تو کہ عافیت پسندست … چوں دارِوے تلخ سودمندست

لیکن چو ببرد دیوم از ہوش … دیوانہ بہ پند کے نہد گوش

یا نقد مرا بدامن آرید … یا دست ز دامنم بدارید

مادر چو شناخت سرّ کارش … کز دست شده است اختیارش

غمخوارهٔ او شد از سر درد … می سوخت ز درد و غم ہمی خورد

روزے دو سہ برگِ کار[1] او ساخت … و اسبابِ عروسیش بپرداخت

پس گفت بہ پیرِ خانہ تا زود … پیرانہ دود زبہرِ مقصود

رفتن پدر مجنوں بخواستگاریِ لیلےٰ

پیر از دل دردمند برخاست … اشتر طلبید و محمل آراست

از اہلِ قبیلہ مہترے چند … گشتند ہم از خویش و پیوند

رفتند ز بہرِ خواستگاری … در خانۂ لعبتِ حصاری

آمد پدرش بمردمی پیش … زاندازهٔ مردمی نمود بیش

[1] برگ قصد و عزم والتفات نیز ساز و سامان (برہان) یعنی دو سہ روز سرانجام کار او کرد و اسبابِ عروسیش مہیا ساخت ۱۲ حسرت

از راہِ کرم بر سمِ تازی — بنشست بہ میہماں نوازی
خوانے بکشید مہترانہ — پر نعمت و نزلِ بیکرانہ
چوں سفرہ زپیش برگرفتند — عیشے بہ نشاط در گرفتند
با یک دگر از طریقِ کارے — می رفت سخن زہر شمارے
ہر جعبہ[1] چو تیر خود بر انداخت — جو یائے غرض[1] در انداخت
در جلوۂ آں عروسِ نوخیز — می کرد عبارتے شکر ریز
کانیز دو چو بنائے دہر پرداخت — ہر طائفہ جفت در ساخت
زیں رو ہمہ را بزندگانی — از جفت گریز نیست دانی
چوں ہست چنیں امید واریم — کامیدِ خود از درت برآریم
ناسفتہ دُرت کہ در خزینہ ست — مانند صفا در آبگینہ ست
گوئی بزبانِ خود کہ بے[2] گفت — با گوہرِ پاکِ من شود جفت
قیسِ[3] ہنری کہ در زمانہ — ہست از ہمہ در ہنر یگانہ
گر سینہ بمہرِ او کنی گرم — داماد یِ او نیاردت شرم
ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش — از بس خجلی بماند خاموش
برخود قدرے چو مار پیچید — واں گہ بجواب دُر بسنجید

---

[1] جعبہ، ترکش غرض نشانہ و مطلوب و مقصود ۱۲ش و حسرت [2] بے گفت۔ بے قال و قیل ۱۲ حسرت
[3] قیس ہنری نامِ مجنوں مولانا نظامی فرماید۔ ع چوں شرطِ ہنر تمام کردند + قیسِ ہنریش نام کردند
جائے دیگر گوید ع قیسِ ہنری بہ علم خواندن ۱۲ حسرت

گفتا چه کنم که میهمانی ‏ ورنه کنم آن سزا که دانی

هر نکته گزان کسے برنجد ‏ رنجیده شود کسے که سنجد

گفتنے که نه آن ز داد باشد ‏ پیمودنِ باد و باد[1] باشد

تیرے که نه بر هدف گراید ‏ آن به که ز جعبه بر نیاید

شخصے که ز نفسِ ناسرانجام ‏ مارالقبیله کرد بدنام

دیوانه و مست و لاابالی ‏ وز مردمیِ زمانه خالی

از بے ننگی فتاده در ننگ ‏ وز بے سنگی بخوردنِ سنگ

خلق از خبرش بخانه و در ‏ انگشت بگوش و دست بر سر

زین گونه حریفِ ناخردمند ‏ درخورد کجا بود به پیوند

خورے به ستنبه[2] داد نتوان ‏ لولو بوصل نهاد نتوان

خود گیر که ما بدست پیشی ‏ جستیم رضائے تو بخویشی

آشفته که حالِ خود نداند ‏ تیمارِ عروس کے تواند

بردے که کفایتش بسے نیست ‏ نیروی تعهدِ کسے نیست

در دیو دلان[3] توان نباشد ‏ در دیوچه[4] استخوان نباشد

باشد چو ز نے ستونِ خانه ‏ ناخفته به اندرونِ خانه

[1] هیچ (برهان) ۱۲ حسرت [2] ستنبه بکسر اول بر وزن شکنبه صورتے را نیز گفته‌اند که از غایت کراهت و زشتی طبع از دیدنش رماں و هراساں باشد؛ برهان ۱۲ حسرت [3] دیو دل سیاه دل و بے رحم (برهان) ۱۲ حسرت [4] جونک برهان ۱۲ حسرت

آں زہ کہ نشد کمانش از کار — دیوک[1] زندش بہ روئے دیوار

مرغے کہ شتر شدہ است نامش — بار ست چو پائے ناتمامش

مردانہ توانش نام کردن — کو بار کسے کشد بگردن

بہ گر نہی بہ پردہ اش روئے — کِش غم تو خوری و او بود شوئے

واں گہ بجدائی خداوند — از صدقِ عقیدہ خورد سوگند

کیں در نشود کشادہ تا دیر — گر کارِ زباں رسد بشمشیر

جویندہ لعبتے چو خورشید — شد باز بسوئے خانہ نومید

آہستہ بگوشِ پیرزن گفت — کیں سوختہ طاق ماند و بے جفت

کم خازنِ آں خزینۂ سیم — از آہنِ تیر می کند بیم

گر کار رفتے بزور بازو — زیں سوئے سبک بدے ترازو

آں چارہ کہ نے ببازوی ماست — ز اقبالِ قوی ترے شود راست

نتواں ستدن ز پنجہ ور رخت — الّا کہ بزور بازوے سخت

آں دنبہ کہ گرگ ازاں کند توش[2] — کے گنجد در دہانِ خرگوش

ہدہد کہ سپرد پادشہ را تاج — شاہیں کشد از کفش نہ درّاج

گنجے کہ گرفت شحنہ در چنگ — سالار ستاندش نہ سرہنگ

---

[1] بروزن زیرک جانورے ست کہ چوب عمارت و پشمینہ و انچہ در زمیں افتد بخورد و ضائع کند (برہان یعنی دیمک ۱۲ حسرت

[2] توانائی و قوّت و خوراک بقدر حاجت (برہان) ۱۲ حسرت

شمشیر کشیدن نوفل بجهت مجنون در سواد لیلی کوکب آراستن و در قتالِ مردمانِ حی بسعی تمام کوشش نمودن

خوانندهٔ حرفِ آشنائی ... زین گونه کند سخن سرائی

کاں پیرِ جگر کباب گشته ... وز بادهٔ غم خراب گشته

چوں شد ز درِ عروس نومید ... شد خستهٔ آں گزندِ جاوید

شد در پئے آں کہ تا چه سازد ... کاں عاشقِ خسته را نوازد

کرد آں چه ز چارہ کردنی بود ... نامد بکفش کلیدِ مقصود

چوں از طرفے نیافت یاری ... بر میرِ قبیله شد بزاری

نوفل ملکے بد آدمی خوئے ... آزادہ و مهربان و دلجوے

از کشمکشِ دلِ ستمگار ... در سلسلهٔ بتے گرفتار

هم زحمتِ عاشقی کشیده ... هم شربتِ عاشقی چشیده

افسانهٔ قیس کاتش افروخت ... هر لحظه همی شنید و می سوخت

چوں حالتِ پیر دید حالی ... کرد از بد و نیک خانه خالی

بنواخت بلطف و راز پرسید ... واں قصه که داشت باز پرسید

پیر از جگر شکایت اندود ... دم بر زد و گرد خانه پردود

چوں کار فتادگاں بزاری ... جست از پئے آں امید یاری

او خود عزمِ او ز پیش دانست — وان مصلحت آنِ خویش دانست

قاصد طلبید و داد پیغام — سوئے پدرِ بتِ گل اندام

کاندیشه آں کند که بگفت — دیوانه بماهِ نو شود جفت

گر گفت و گر بود درین زیر[1] — گویم سخن از زبانِ شمشیر

شد پیک و پیام داد و درحال — تا شد شنونده بر دگر حال

بکشاد زبان چو آتشِ تیز — پس گفت جوابِ آتش انگیز

کاندازه گرا بود درین از — کز پردهٔ ما بر آرد آواز

زهره بسلامِ کس نیاید — مه نیز بدامِ کس نیاید

باید چو عطارد ے که جاوید — پروانه شود بشمعِ خورشید

دیوے که بود ز حاضران دُر — کش جفت[2] کند فرشته یا حور

کارے که زبستنش جدا بیست — کوشیدنِ آن نه نیک رایست

کرباسِ تو گرچه دلپذیر است — پیوند حریر با حریر است

بینا که بسلکِ دُر کشی راست — از بهرِ صلاحِ چشمِ بد راست

گر مهتر ماست نوفلِ گُرد — مهتر نه کند ستیزه با خُرد

زاں گونه زبوں نه ایم ما نیز — کارزد گلِ بانرخِ کشنیز

اُفتد چو درونِ پرده کارے — جاں کیست و راں میانه بارے

ف۱ مقابل ہم ۱۲ حسرت

ف۲ یعنی او را کدام کس (که اش) با فرشته یا حور جفت کند ۱۲ حسرت

چندان غمِ جان و تن توان خورد | کز پردہ سخن بروں تواں کرد
فرماندہ اگر بدیں بہانہ | ما را بہ بدی کند نشانہ
ما نیز بکوششِ صوابش | معذور بویم در جوابش
پیک آمدہ باز داد پاسخ | نوفل ز غضب شد آتشیں رُخ
لشکر طلبید و بارگی خواست | بیروں ز قبیلہ شد صف آراست
خویشانِ صنم چو آں شنیدند | مجموع بکیں بروں دویدند
گشت از دو طرف روانہ شمشیر | آویخت بجملہ شیر با شیر
ہر تیغ زنے بہ خنجر و خشت[1] | سرہا ہمہ می درود و می کشت
می کرد سنان بچشم باریک | جاسوسیِ سینہائے تاریک
واں تیر کہ خوں حلال می کرد | نی را بجگر نہال می کرد
ابروئے کماں کرشمہ انگیز | ناوک بکشش چو غمزۂ تیز
پیکاں کہ جگر شگاف می کرد | می داد[2] ز بان و دل ہمی خورد
شمشیر کشیدہ ہر دلیرے | نوفل بمیاں چو تند شیرے
بر رسمِ عرب بجہد ناورد[3] | می کرد ستیزہ مرد با مرد
مرگ آمد و جاں ز سینہ می رفت | بر نغمۂ تیر پائے می کوفت
ہر سو کہ فگند تیغِ فولاد | گرد از سرِ مرد گردن آزاد

---

[1] خشت نیزۂ کوچک (برہان) ۱۲ حسرت [2] می خلید ۱۲ حسرت
[3] جنگ و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

زان کینه که بی دریغ میرفت — یک هفته دو رویه تیغ میرفت

خلقی سوی لعبت حصاری — تنگ آمده زان ستیزه کاری

گفتند باتفاق پیران — در سوخته به که خانه ویران

چون فتنهٔ او برون زد این تاب — آن به که کنیم فتنه در خواب

خیزیم سبک ز خون لیلی — در خاک دوان کنیم سیلی

آفت ز جهان چو گشت گمنام — غوغا زد و سوی گیرد آرام

هم رخنهٔ فتنه بسته گردد — هم دل ز گزند رسته گردد

هم سکه[1] مجنون اندرین راز — بُد سوختهٔ درونه پرواز

آمد سوی آن ستم رسیده — نالید ز جان غم رسیده

رمزی که شنیده بود بنهفت — بگریست نخست بعد از آن گفت

مجنون که از آن خبر شد آگاه — بر زد ز درون دل یکی آه

بر میر سپه دوید جوشان — چون سیل که در رسد خروشان

بگرفت عنان مرکبش سخت — می سوخت ز خامکاری بخت

گفت ای همه مرهم تو آزار — باز آر دل از ستیزه باز آر

کان دست که با وست این رنج — مانده است ازین شغب بلا سنج

گویند ز غصه مهترانش — کاهسته کنیم بر کرانش

[1] ہمدرد ہم از ۱۲ حسرت

یعنی چو وے از جہاں برافتد — این مشعلہ از میاں برافتد
ہاں تا نشوی کنوں کماں گیر — تا در نہ رسد بجان من تیر
تیرے چہ زنی کہ بر من آید — بر جاں ز دریچۂ تن آید
بر خصم بکش بکینہ جوئی — تیغے کہ بخونِ دوست شوئی
آں نیزہ مزن بہ دشمنان بیش — کز وے دلِ دوستاں کنی ریش
چوں جامۂ بختِ من کبود ست — از کوششِ مردماں چہ سود ست
ادبار فروشدہ بہ کارم — اقبالِ ترا چہ رنجہ دارم
روزِ بدِ من مرا ست از پس — تو کردی از آنِ خویشتن بس
نوفل چو شنید گفتِ مجنوں — بکشاد ز دیدہ چشمۂ خوں
لا بد بہ نیام کرد شمشیر — در بیشۂ خویش رفت چوں شیر
در گوشۂ غم نشست نالاں — از حالتِ قیس دست مالاں
از ہر کہ حدیثِ او شنیدے — آہے بہ دریغ برکشیدے
آنکہ آدمی ست و آدمی زیست — داند کہ گزندِ آدمی چیست
حیوانِ دگر کہ بے شمار ند — از دردِ کسے خبر ندارند

مہمان خواندن مجنوں زاغان را در خانۂ چشم تا مردمان فتنہ انگیز را بکاوکاو از خانہ بیروں کنند

دانندۂ ایں حکایتِ نغز — از پوست چنیں بروں دہد مغز

کاں روز که نوفلِ سپهدار		بربست میاں بعزمِ پیکار
چنداں به زمیں فتاد مردم		کاندر تهِ کشته شد زمیں گم[1]
چوں کوکبهٔ مصاف بشکست		هر خسته که رسته بود می جست[2]
خلقے ز دو سوئے خستہ و ریش		رفتند بسوئے خانهٔ خویش
ماندند بر آں بساطِ ناورد		مجنون و یکے رفیق و همدرد
دیوانه که جائے دید خالی		برجست چو دیو لا اُبالی
رخساره ز خونِ کشتگاں شُست		هم در صفِ کشته خوابگه جُست
اُفتاد چناں میانِ خوں غرق		گر کشته نبود تا بدو فرق
چوں ماند فتاده بر زمیں دیر	ق	تشنه جگرے ز جانِ خود سیر
مرغاں که باوج مے پریدند		گستاخ بسوئے او دویدند
زاغے بسرش نشسته خونخوار		در دیده کشتی کشیده منقار[3]
واں یار دراں اسیرِ بے صبر		می دید و همی گریست چوں ابر
چوں کرد نگاه مردِ هُشیار		کاں چشم ز سرمه بیند آزار
شد بر سرِ آں خرابِ خونی		تا وا خردشش ازاں زبونی
پرنده هوا گرفت چوں دود		واں سوخته خاست آتش آلود

۱ زمیں زیرِ انبار کشتگاں بپوشید ۱۲ ش

۲ می جست — می تپید ۱۲ ش

۳ مراد منقارِ زاغ به مناسبت سیاهی میلِ سرمه ۱۲ حسرت

زد نعره که این چه دوستدارست
آزردنِ دوستاں نه یاریست

چون دیده بدشمنی دلم خست
از دشمنِ خانه چون تواں رست

چنداں بنظاره کرده شادم
کاندر غمِ کوریش فتادم

امروز که اتفاقِ آں بود
کاں کینِ کهن بروں کشم زود

اے دست بہ من کجا فتادی
کیں دشمن را اخلاص دادی

نے دیده که آفتیست در پوست
ایں آفتِ من ز دیدنِ اوست

زیں شرم که روئے یار دیده است
دستم ز گزندش آرمیده است

بے قصدِ من از زغیب جائے
می شد ز سرم چنیں بلائے

گر نیست سیاستے دگرگوں
کم زاں که کنم ز خانه بیروں

یارب که ترا چه آرزو بود
کوشش بہ زیانِ من دریں سود

دیده چه بُدے اگر نبودے
چه دیده که کاش سر نبودے

جاں در سرِ ایں جریده کردم
سر در سرِ کارِ دیده کردم

کو دشمنِ دوستے دے بنگر
تا سر دہمش دو دیده بر سر

اے دشمن اگر بکشتن آئی
تا تیغ بجویم آزمائی

چشمم بکن اوّل ار توانی
گر سر بری آں گہے توانی

کافتاد چو فرق بر زمینم
رسوائیِ چشمِ خود نه بینم

زینساں بہ عتاب تلخ لختے
می خورد جگر چو شور بختے

وآن مردِ سره[1] که بود یارش — حیران شده در طریقِ کارش
زان شیوه که حالتے عجب دید — بگریست گہے گہے بخندید
گفت اے گہرت بمردمی پاک — وز بہرِ تو صد ہزار دل چاک
گر تو ز حیات سیر گشتی — در کشتنِ خود دلیر گشتی
آن را که بود سرِ وفائے — چون بیند رنجِ آشنائے
آن دیو بود نہ آدمی زاد — کز اندہِ دیگرے شود شاد
با آن کہ ز دیدہ رنج بودت — چشم آن چہ نمودنی نمودت
گر دیدہ بصد جفا کنی ریش — معذور بوی ولے ببندیش
کان وز کہ رو برو نشینی — رویش بہ کدام دیدہ بینی
مجنون کہ شنید نامِ دیدار — گشتش بہزار جان خریدار
از وجد برقص شد چو مستان — و ز زمزمہ چون ہزاردستان
زان قصّہ بدیہہ بر انگیخت — می گفت و ز دیدہ اشک میریخت
از گفتِ خوش چو وقت خوش گشت — برداشت ز بیخودی رہِ دشت
او رفت چو بادِ بے سر و پائے — ہمرہ بشگفت ماند بر جائے
آمد بسوئے قبیلہ نالان — زان مرغِ پریدہ دست مالان
گریان بہزار وائے و ویلے — شد تا بدرِ سرائے لیلے

[1] سره خالص ۱۲ ش

لیلی که شنید نالهٔ زار — بر گرد چو ماه سر ز دیوار

گفتا که تو کیستی بدین روز — وین گریه چرا کنی بدین سوز

رنجیده منم درین جهان بس — وین کار منست چون کند کس

تو ناله مکن که خسته مائیم — تن زن[1] تو که دل شکسته مائیم

آن یار عزیز مهر پرورد — چون دیده در آن نشانهٔ درد

گفتا منم آشنای یارت — دارم خبری ز دوستدارت

لیلی که شنید دوست را نام — غلطان بدر آمد از سر بام

بوسید بصد نیاز پایش — پرسید به لطف جان فزایش

گفت ای سخنت برین نکوئی — از بهر خدا که راست گوئی

کان گم شده را چگونه دیدی — وز صحبت او چرا رمیدی

روز از تف آفتاب چونست — شبهاش نه دیده خواب چونست

دل را العنم که می سپارد — غم را به رخ که می گذارد

پایش ز رحیل در چه سنگست — رویش ز سرشک بر چه رنگست

اندیشه چیست در گمانش — افسانهٔ کیست بر زبانش

رنجه چه شوی برای آن یار — گریه چه کنی برای این کار

او یار منست یار تو نیست — وین کار منست کار تو نیست

[1] تن زن ای قرار گیر ۱۲ حسرت

مردِ گذری زسوزِ آن گفت / از دیده دُرو زلب گہر سفت

گفتا کہ مریض سیلِ اندوہ / کاں لالہ خوش ست بر سرِ کوہ

امروز برزمگاہِ نوفل / شد در صف کشتگاں مسلسل

چوں مُردہ او فتادہ بیہوش / با کشتہ و مُردہ شد ہم آغوش

چشمے کہ نہاد از غمش داغ / می کرد زغصہ طعمۂ زاغ

ایں سوختہ گر نیامدے زود / آں زاغ زیانِ چشمِ او بود

چوں کرد عروسِ پرنیاں پوش / آزارِ دو چشمِ یار در گوش

خائید بدر دلعل چوں قند / ناخن زد و روئی و موئی برکند

پس باز کشاد چشم را پشت / تا دیده بروں کشد بہ انگشت

چوں دید عقوبتِ چناں را / طاقت برمید میہماں را

زد دست و گرفت آستینش / افتاد بہ پائے نازنینش

گفت اے پری ایں چہ کارِ دیو ست / تن زن کہ فرشتہ در غریو ست

یارے کہ تو زو بدیں خطائی / دارد چو من و تو روشنائی

او را چو دو مردم ست پرنور / تو نیز مشو ز مردمی دور

روزے کہ رسد نویدِ دیدار / با دوست دو دیدہ چوں کنی چار

بیننده دوست را مکن ریش / شرمے ہم ازاں دو دیدۂ خویش

واں گہ بدو دیدہ خورد سوگند / واں کس کہ بدیدہ دار پیوند

کان گوهرِ پاک ناشکسته است | وان دیده ز چشم زخم رسته است
لیلی چو شنید پیش و کم راز | آمد قدری به خویشتن باز
جانش ز شکنجهٔ بلا رست | شمعش ز طپانچهٔ صبا رست
از شادیِ آن سخن که بگذشت | گردِ سرِ آن رفیق می‌گشت
شرمنده شد از حقِ وفایش | غلطید بعذر زیرِ پایش
از سوزِ دلش بسی دعا کرد | وان که ز برِ خودش جدا کرد

در از شدنِ ظلمِ گیسوی لیلی بر مجنون و زنده داشتنِ مجنون شبهای فراق را بخیالِ لیلی و روشن شدنِ مهرِ نوفل در آفاق و تیرگیِ روزِ مجنون و لرزیدنِ پدرِ پیرِ مجنون از دمهای سردِ پیرِ سوادی و سوی گرم مهری نوفل گریختن و گرم روی کردنِ آن مهربان بنتِ خود را که زپردهٔ حیا آفتابی بود سایه پرورد با مجنونِ تاریک اختر قران دادن و محترق شدنِ تابانِ مجنون و پیش از استقامت رجعت کردن

توقیع کشش مثالِ این حرف | در نامه سخن چنین کند صرف
کان سوخته خراب سینه | او تنگ نشینِ بی خزینه

از نوفلیان چو بے غرض ماند — بختے ز فراق در مرض ماند

چوں پیکرش از نشانِ سُستی — آمد قدرے بہ تندرستی

باز از وطنِ خرد بروں جست — زنجیر بُرید و بند بشکست

می گشت بگرد کوہ و صحرا — چوں خضر بروضہاے خضرا

نے دل خوش و نے خرد فراہم — دیوانہ دد و یو ھرد و باہم

ہجرش زدہ تیر بر نشانہ — غم یافتہ مرگ را بہانہ

یاراں بتاسف از چناں یار — خویشاں متحیر از چنیں کار

او دشت گرفتہ زار و دلریش — دشمن بملامت از پس و پیش

روبہ کہ تنگ نمونہ باشد — در پیشِ سگاں چگونہ باشد

گوئی کہ فتد بجا لگہ پیشش — حالش بچہ ساں بود بیندیشش

بومے کہ بروز جنبد از باغ — کلمرغ شود ز سیلی زاغ

مسکیں پدرش بچارہ سازی — چوں شمع بخویشتن گدازی

در ہر طرفے بدرد پویاں — درمانِ غریب خویش جویاں

ہر جا کہ نشست زار بگریست — بے گریۂ زار در جہاں کیست

واں مادرِ خستۂ جگرسوز — شب رنگ شدہ ز بختِ بدروز

روزِ طربش بشب رسیدہ — خونِ جگرش بلب رسیدہ

ا؎ جولاں گاہ ۱۲ حسرت

۷۴۷۳

خستہ جگر و مژہ جگر بار — وز بے جگری ہمہ جگر خوار

دردے کہ ز گوشۂ جگر خاست — از بے جگری ہمہ جگر کاست

روزے ز زبانِ رہست بازی — در گوشِ پدر رسید رازی

کز مہر و وفائے آں یگانہ — کاندر ہمہ دہر شد فسانہ

زاں گونہ شدہ ست نوفلش دوست — کاں دل شدہ مغز گشت و او پوست

گوید کہ اگر دل آیدش باز — من دخترِ خودش دہم بصد ناز

پیر از خبرِ چناں دل انگیز — برسوختہ شد چو آتشِ تیز

دیدش سر و تن ز سنگ خستہ — چہرہ دژم و جبیں شکستہ

پیراہنِ پارہ پارہ چوں گل — خونابہ چکاں ز دیدہ چوں مُل

از تفِ ہوا چو دود گشتہ — پشتش ز زمیں کبود گشتہ

اوّل ز دو دیدہ سیلِ خوں ریخت — وانگہ نمک از جگر بروں ریخت

کاے چشمِ من و چراغِ دیدہ — تو از من و من ز خود رمیدہ

دارم دلِ خستہ درد پرورد — درمانِ دلم توئی دریں درد

در خانہ خلف چراغ باشد — نے از پئے سینہ داغ باشد

دانستہ بُدم کہ روزِ پیری — گرد آوریم بدستگیری

اینم نہ گماں کہ بختِ ناشاد — خار خسکم دہد ز شمشاد

۱؎ اے نزد مجنون سوختہ رفت ۱۲ حسرت ۲؎ دژم، افسردہ و غمگیں (برہان) ۱۲ حسرت

تو دشت گرفته زار و بیحال ۔۔۔ مسکین دلِ ما درت بدنبال

زیں گونه که از تو در بلائیم ۔۔۔ دیوانه تو نیستی که مائیم

دریاب که عزم کوچ کردم ۔۔۔ نزدیک شد آفتاب زردم

زاں پیش که بارگی کنم چست ۔۔۔ در جستنِ من عناں مکن سست

انگار گلِ ترا خزاں برد ۔۔۔ واں ہم نفسے که داشتی مرد

زیں گونه مده بدیو خود را ۔۔۔ بگذار زمام دیو و دد را

یارے که نیایدت در آغوش ۔۔۔ آں به که کنی ز دل فراموش

شاخے که برش نه زود باشد ۔۔۔ ہیزم بود ارچه عود باشد

بیدار نه دہد ز میوه مایه ۔۔۔ ق ۔۔۔ بارے بودش فراخ سایه

تو شاخ رسیده گشتی و تر ۔۔۔ نے سایه بهادهی و نے بر

گر جفت شدے علاقهٔ[۱] در ۔۔۔ باشد که نبودے این تحیر

چوں عشق بدل بود صواب ست ۔۔۔ مه در شب تیره آفتاب ست

نوفل که بمهتری ست منسوب ۔۔۔ دارد پس پرده دخترے خوب

در گلشنِ حسن سرو چالاک ۔۔۔ چوں قطرهٔ آبِ آسماں پاک

خورشید رخے خدیجه نامش ۔۔۔ پرورده بعصمتِ تمامش

جوینده ولیک از تکبر ۔۔۔ در رشتهٔ کس نه بندد آں دُر

له علاقه رشته سلک ۱۲ حشی

زان رسمِ وفا که در تو دیده است | پیوندِ ترا بجان خریده است
در دل همه صحبتِ تو جوید | وز شرم بروے کس نه گوید
پرسد خبرِ تو گاه و بیگاه | هم معتقد است و هم نکوخواه
گر سر به رضائے ما کنی راست | آن خواسته زانِ تست بخواست
هم مادر امیدِ خاص یابد | هم جانِ پدر خلاص یابد
در خود زنی از خلاف تیرے | بیجان شده گیر زال و پیرے
گفتیم به تو غمِ نهانی | امّا سخنِ دگر تو دانی
دیوانه که این حدیث بشنید | دیوانگیش ز سر[1] بجنبید
می‌خواست که از درونِ پرسوز | گردد بخلاف پاسخ اندوز
لیکن چو فسونِ پیر بد چیست | گرد از دمِ سخت و سستِ او رست
گویند که بود آن جفاکار | با مادر و با پدر وفادار
در خدمتِ هر دو کام ناکام | از خطِّ رضا برون نزد گام
در پائے پدر فتاد فرزند | گفت اے دمِ تو مرا زبان بند
با آنکه خرد ز من عنان تافت | از رائے تو روی چون توان تافت
گر دل شد از آنِ یارِ چالاک | پروردهٔ تست آخر این خاک
با این حقِ نعمتے که داری | واجب نه بود حرام خواری

[1] زسر از سرِ نو۔ یعنی دیوانگیش زیاده شد ۱۲ ش

این ست چو خواهشِ الٰهی — تن در دادم بهرچه خواهی

مادر پدر از چناں جوابے — بر آتشِ دل زدند آبے

رفتند ز خانه بامداداں — سوئے پدرِ عروس شاداں

بستند کمر بجست و جوئے — کردند به پرده گفت و گوئے

نوفل که بخاطر ایں هوس داشت — پیش آمد و پاسِ آں نفس داشت

گشتند دو دل رسیده بهم — رفتند بسوئے خانه خرّم

بردند طرائفِ[1] عروسی — بغدادی و مغربی و روسی

صدگونه نوردِ مهترانه — درواے[2] عروس زیبِ خانه

اسبابِ نشاط و مایهٔ سور[3] — شهد و شکر و گلاب و کافور

از گوهر و زر چناں که شاید — وز عود و قرنفل انچه باید

نوفل که ازاں خبر شد آگاه — شد باهمه نزل بر سرِ راه

آراست بر آں نمط که دانی — روزِ دو سه برگِ میهمانی

اشرافِ قبیله را طلب کرد — عالم به نشاط پُر طرب کرد

دامادِ عزیز را دروں خواند — در پیشگهِ بساط بنشاند

بنشست فقیه عیسوی دم — بنیادِ نکاح کرد محکم

---

[1] طرائف: تحائف ۱۲ ش [2] دروا: چیزے ضروری و مایحتاج (برهان) ۱۲ حسرت

[3] سور: خوشی ۱۲ ش

هر محتشمی و نامداری — می کرد بقصدِ خود نثاری

چون نافه کشاد گیسوی شام — مه جلوه کنان بر آمد از بام

از طوق زر و علاقهٔ دُر — شد گردن و گوشِ آسمان پُر

از روی عروس پرده بر شد — داماد به پرده خاص شد

در حجلهٔ لعبتانِ آزر — بنشست فراز کرسی زر

آمد بنوای خوش آهنگ — بر چرخ رسید نالهٔ چنگ

شد جلوه نمای حصاری — چون گل به نسیم نو بهاری

نازک بدنی چو دُرِّ مکنون — مجنون کُنِ صد هزار مجنون

هرکس بهوس نگاه میکرد — مجنون میدید و آه میکرد

هرکس صفتِ جمال میگفت — مجنون سخن از خیال میگفت

هرکس گهر خریده می ریخت — مجنون ز سرشکِ دیده می ریخت

هرکس بطرب بکارِ خود بود — مجنون بهوای یارِ خود بود

هرکس شمعی بسوز برداشت — مجنون همه سوز در جگر داشت

هرکس بطریقِ دوستداری — می خواند دعای سازواری

او قصهٔ جانِ ریش می خواند — وافسونِ خلاصِ خویش میخواند

می کرد بسینه یاد دلخواه — می سشت بگریه دست از آن ماه

بیرون خوش و از درون دلتنگ — تن حاضر و دل هزار فرسنگ

چون حنظل تر ز ذوق بی بهر — بیرون تر و تازه اندرون زهر
می خواند و اِنْ یَکاد[1] هر کس — او سورهٔ نوح و تبّت[2] و بس
مطرب ز طرب ترانه می زد — او نالهٔ عاشقانه می زد
از هم نفسی که دل نفورست — عفریت نماید ار چه حورست
لوزینه که ساز وار جانست — بر معدهٔ پُرخوری زیانست
سیراب که شربتش چشانی — زهرش بود آب زندگانی
مفلس که بکشت خوشه چینست — خار و خسکش گل انگبینست
چون کرد عروس جلوهٔ حور — در پردهٔ مهد گشت مستور
بردند گهرفشان براهش — زانجا به طرب سرای شاهش
در پردهٔ عصمتش نشاندند — صد هدیه بدامنش فشاندند
چون شد گه آن که خرم و شاد — همخوابه شوند سرو و شمشاد
مه در پی آنکه کی شود جفت — دیوانه ز ماهِ نو بر آشفت
از تختِ شهی سبک فروجست — بر روی زمین چو خاک شد پست
از بسکه گریست سینه پرتاب — شد نقشِ بساط شسته زان آب
دیوانه بدردِ خود گرفتار — حیران شده ماهِ نو در آن کار

[1] آیهٔ قرآن که برائے دفع نظر بد خوانند ۱۲ حسرت
[2] سورهٔ نوح و تبت شان جلالی دارد ۱۲ اشش

نے او ہمہ شب غنودہ از سوز نے لعبتِ نو ز بختِ بد روز

شب گیر[۱] که ابرِ نو بہاری بگریست چو عاشقاں بزاری

از باغ نسیمِ صبح می جست کاں مرغ رمیدہ دام بگسست

ہر شخص فرو درید جامه ہم کفش گذاشت ہم عمامه

بر بوئے سگے که بود یارش دامن نه گرفت ہیچ خارش

بر نجد شد و طواف مے کرد با خاطرِ خود مصاف مے کرد

سوزاں غزلے که دل کند ریش می خواند بہ حسبِ حالتِ خویش

در پیشِ خیال ناله میکرد وز خونِ جگر نواله میکرد

مادر که شنید قصهٔ دوش سوئے پدرش دوید بیہوش

ناخن ز دو چہرہ غرقِ خوں کرد دامن ز سرشک لاله گوں کرد

بیچارہ پدر ز پا در افتاد ہم شیشه شکست و ہم خرد افتاد

آسیب زمانه چوں در آید از شاخ سمن خسک بر آید

گشتند موافقان و خویشاں زیں واقعه جمله دل پریشاں

از ہر ستمے که در سرشت ست از نامهٔ روزگار زشت ست

دورانِ بلا چو در رسد تنگ دیوانه بکودکاں زند سنگ

اندیشه که گم کند ہوس را یارب که مباد ہیچ کس را

۱؎ شب گیر بر وزنِ تکبیر بمعنی صبح و سحرگاه (برہان) ۱۲ حسرت

شنیدن لیلی آوازۂ وفات زوج مجنون و از آن حرارت سوختن و به آبِ تدبیر فرستادنِ نامه فرونشاندن آن آتش

گویندۂ این کهن فسانه — زان شعله چنین کشد زبانه

کان شمع نهان گداز شب خیز — پروانه صفت بر آتش تیز

چون یافت خبر که یار برگشت — واندیشۂ دل قفای سر گشت

روزی دو سه در ز خلق دربست — وز خون دلش زمین جگر بست

نزدیک بمردن از دمِ سرد — نی رغبتِ خواب و نی غمِ خورد

آن را که دل از شکیب فرد است — از شب تا روز یارِ درد است

غمناک به پیچ و تاب باشد — بی غم همه شب بخواب باشد

از تافتگیست رشته را پیچ — کس تاب نه دید پنبه را هیچ

او خود غمِ عشق داشت برکار — شد با غمِ عشق غیرتش یار

کبکی که شکسته بال باشد — شاهین زندش چه حال باشد

چون زخم خورد به بامِ خانه — برابرِ سیه نهد بهانه

بیمار که تپ مدام دارد — طاعون زندش چه طاقت آرد

چون غمزده را دران تحیّر — از خوردنِ غم درون نشد پُر

بس کاندهٔ سینه شد فزونش — از دل به دهن رسید خونش
تیمار دلش بجان نگنجید — جان خود چه که در جهان نگنجید
شد در پے آں که دل بکاود — وز غم قدرے بروں تراود
کاغذ طلبید و خامه برداشت — ترتیب سواد نامه برداشت
سودائے جگر بنامه می ریخت — خونابه ز نوک خامه می ریخت
کاغذ چو تمام شد نوردش — از خون دو دیده مهر کردش
وانگه طلبید قاصدے چست — کز باد به تگ حریف مے جست
دادش که رساں بآں خرابش — باز آر به من رساں جوابش
قاصد شد و آں صحیفه را برد — وآں جا که سپردنی است بسپرد
مجنوں که شنید نامهٔ دوست — می خواست بروں فتادن از پوست
برجست و به پائے قاصد افتاد — چوں شاخ شگفته در رهِ باد
گرد از قدمش بدیده می رفت — بر گریهٔ خویش پائے می کوفت
زاں ولوله چوں دمے بیاسود — بگشاد نوردِ نامه را زود
دید از قلم جراحت انگیز — در دوده سرشتهٔ آتشِ تیز

نامه نوشتن لیلی از دودِ دل سوے مجنوں ماجراے دل و دیده بر آں آشنا عرض کردن

آغاز صحیفهٔ معانی — برنام خداے آسمانی

خلّاق جہاں بہ بے نیازی — فیاضِ کرم بکارسازی

برپائے کنِ بلند و پستی — پروانہ دہِ برات ہستی

بر دامنِ گل نسیم گستر — در حملِ صدف یتیم پرور

دل گشتہ از و خزینہ را — ہم خازن و ہم خزینہ پرداز

آن را کہ ہدایتے رساند — حد کہ بود کہ واستاند

وان را کہ کند ز روشنی دور — آن کیست کہ باز بخشدش نور

وانگہ ز خراشِ سینۂ خویش — خون نابہ فشاند از دلِ ریش

کین نامہ کہ ہست چون نگارے — از دل شدۂ بہ بیقرارے

یعنی ز منِ ستم رسیدہ — نزدیکِ تو اے ز من بریدہ

اے عاشقِ دور ماندہ چونی؟ — وے شمع ز نور ماندہ چونی؟

چونست سرت ببالشِ خاک؟ — خونی از رخ تو کہ می کند پاک؟

از من بکہ مے بری حکایت؟ — با خود ز چہ مے کنی شکایت؟

روزت دانم کہ شب نشانست — شبہائے فراق بر چسانست؟

گریہ برہِ کہ مے کنی ساز؟ — دیدہ برخ کہ مے کنی باز؟

در گوشِ کہ نالہ میرسانی؟ — در پائے کہ قطرہ میچکانی؟

بازارِ تو در کدام سویست؟ — سیلابِ تو در کدام جویست؟

ہمدردِ تو زین غمِ نہان کیست؟ — غمناک تر از تو در جہان کیست؟

جایت بکدام خاکدانست؟ | رویت بکدام آستانست؟

تکیه بدرِ که میکنی خواست؟ | بالینِ ترا که میکند راست؟

زنجیر[1] بر کدام کوئی | مجنونِ کدام خوب روئی؟

جانت که هزار داغ دارد | تسکین بکدام باغ دارد؟

جسمت که برو‌ے خاک خفته است | از نوکِ کدام خار سفته است

پشتِ تو به بستر ذلیلاں | چون ست بسایهٔ مغیلاں؟

غم را بچه شغل می شماری | شب را بچه روز می گذاری

تا ظن نه بری که من صبورم | نزدیکِ توام اگرچه دورم

غمناک مشو کم از تو غم نیست | بر سنگ هنوز شیشه کم نیست

درد تنِ من ست گرچه حالی | من نیز نیم ز درد خالی

شمعے که بر آتش ست تا روز | پروانه کُشش ست و خویشتن سوز

آبے که بغرق می کشد فرق | او هم بمغاک می شود غرق

چوں عشق دلم ز دست بربود | دل دادنِ[2] کس کجا کند سود

چوں ز آتشِ تیز پرنیاں سوخت | از سوزن و رشته کے توان دوخت

چوں دُر بحصار گشت خنداں | پیوند نشد بآب[3] دنداں

بگداخت بسوزِ دل وجودم | وز اوجِ فلک گذشت دودم

---

[1] مراد اسیر و پابند ۱۲ حسرت [2] دل دادن تسلّی دادن ۱۲ اشش
[3] لعابِ لب ۱۲ اشش

تو گرچه ز عشق تنگ تاری | بارے قدم فراخ داری
گر پیش روان شوی وگر پس | دستے نزند بدامنت کس
مسکین من مستمند بندی | موقوف سرائے دردمندی
خو کرده بگوشهٔ ندامت | زندانی درد تا قیامت
پروردهٔ غم نژندست جانم | فرسودهٔ محنت استخوانم
تا بستر تو زمین شنیدم | من نیز همان زمین گزیدم
گر حله برآری از حریرم | بینی همه نسخهٔ حصیرم
چون سایه رود براه با من | فرقے نه کنی ز سایه تا من
گنج تو ز مایه گشت دریاب | خورشید تو سایه گشت دریاب
گر هست ترا یقین مرا نیست | در هستی خود که هست یا نیست
گفتم به یگانگی چنان چیست | کین هستی من ز هستی تست
هر خار که پائے تو کند ریش | من از دل خود بروں کنم نیش
هر تاب که بر تو ز آفتابست | سوزش همه بر من خرابست
هر آبله کافتدت برفتار | از دیدهٔ من ترا و د آزار
هر سنگ که پهلوے تو خسته است | اینک تن من ازان شکسته است
هر کوه که جائے تست غارش | هر جان و دل من ست بارش
هر باد که از ره تو خیزد | در دیدهٔ من غبار بیزد

من بی تو چنین بغم نشسته — از هر که بجز تو روی بسته
تنهائی و گوشهٔ و دردی — وز آب دو دیده آبخوردی
مشغول بدین شکنجهٔ درد — کان گم شده را کجاست ناورد
وان سینهٔ بی فراغ چونست — زندانی بی چراغ چونست
ای خار چو پهلوش کنی ریش — از آتش آهِ من بیندیش
ای گرد چو بر تنش نشینی — بارانِ سرشکِ ما ببینی
روای دم سردِ من براهش — خاشاک بچین ز تکیه گاهش
اینم نه گمان که یارِ دلسوز — شبها بوصال می گذرد روز
در کوی دگر همی زند گام — با یار دگر همی کشد جام
گر یارِ نو آمدت در آغوش — از یارِ کهن مکن فراموش
بیگانه مشو چنین به یکبار — آخر حقِ صحبتی نگهدار
گر باده و گر خمار بودیم — روزی من و تو نه یار بودیم
گر لاله و سرو در شمار است — آخر خس و خار هم بکار است
گیرم که تراست لعل در چنگ — مفگن بدکانِ شیشه گر سنگ
گر تو خوشی از همای دیدن — نتوان سرِ پاکیان بریدن
گر آن نفسِ وفا شمردن — در کشمکشِ نیاز مردن
گفتی سخنی ز دوستداری — پس روی بتافتی ز یاری

دیدی که بمعرض ہلاکم — چوں باد بروں شدی ز خاکم
بیگانہ صفت خرام کردی — بیگانگیِ تمام کردی
بسیار مئے جفا چشیدی — بیخوابی و بیدلی کشیدی
اکنوں کہ بوصل خفتۂ شاد — ہمخوابۂ تو مبارکت باد
بختِ من اگر ز من شد آزاد — آں را کہ رسید یار او باد
با ایں ہمہ دوستدار یارم — با یارِ تو نیز دوستدارم
او گرچہ کہ دشمنست در پوست — از دوستیت گرفتمش دوست
ممکن نبود چو بر عدو زور — شوریدہ بجانم ار کنم شور
چشمے کہ کند ستیزہ با خار — بندد رہِ روشنی بہ مسمار
آں یار کہ دوست داشت یارم — دشمن بوم ار نہ دوستدارم
گر تو نہ کنی بمہر یادم — از تربیتِ غمِ تو شادم
آں کس کہ زند ز عاشقی دم — از خوردنِ غم کجا خورد غم
آتش زدۂ مرا بخرمن — ترسم کہ کنی گلہ ہم از من
سیلے کہ زند طپانچہ بر سنگ — خود نالہ زناں رود بفرسنگ
چوں باز کشی ز دست دامن — بازیچہ شوی ز گفتِ دشمن
عشق از تو مگر غبارِ خود رفت — سکآزردہ ہمی شوی ز ہر گفت
مرغے کہ بشاخ دل نہ بندد — طیرہ[1] شود ار گلے بخندد

[1] طیرہ بروزنِ خیرہ۔ خجل و خجالت و آزردگی (برہان) ۱۲ حسرت

نگشاید این دلِ ز بو نم ‌ کز گریه گره شده است خونم
بگذشت چو زهرِ من ز تریاک ‌ تو دیر بزی که من شدم خاک
دردِ تو رفیقِ جانِ من باد ‌ همخوابهٔ خاک دامنِ من باد
چون خوانده شد این ورق تمامی ‌ دل سوخته پخته شد ز خامی
غلطید میان خاک لختے ‌ چون بازوده کهن درختے
پس قاصد نامه را بفرمود ‌ کارد قلمے و کاغذے زود
قاصد بسوئے قبیله شد است ‌ و آورد و سپرد آنچه او خواست
دیوانه ز راز پرده برداشت ‌ می ریخت غمے که در جگر داشت
اوّل بگه قلم گذاری ‌ کرد از سر خستگی و زاری

جوابِ نوشتن مجنونِ مرفوع القلم از سیاهی آبناک دیده نامهٔ جراحت لیلیٰ را و ریشهائے سربسته از نوکِ قلم خاریدن و خونِ سوخته بر ورق چکانیدن

آغازِ سخن بنامِ شاهے ‌ کاراست چو چرخ بارگاهے
خورشید فروز انجم آرائے ‌ بنیادکنِ عقل معرفت زائے
سازندهٔ گوهر شب افروز ‌ روزی دهِ جانور شب و روز

دیباچہ کشائے باغ و بستاں — گویا کنِ بلبلاں بہ بستاں

برتر ز نشانہ گاہ فرہنگ — نزدیک شکستگانِ دل تنگ

در مکتبِ کن صحیفہ پیوند — پرکن بکنِ جہاں خداوند

صنع[1] از کلمِ قضاش طرفے — حم[2] ز حمدِ او دو حرفے

زاں صنع کہ کائنات چیزیست — ملکِ ازل و ابد پشیزیست

زیں گونہ[3] ز نافہ پوست کندہ — پس بوئے جگر بروں فگندہ

کیں قصۂ محنت از غمینے — بر سیمبرے و نازنینے

یعنی زمنِ خراب و رنجور — نزدیکِ تو اے ز مردمی دور

بگذر ز منِ عتاب[4] روزی — چندم بعتابِ تلخ سوزی

من خو و ز زمانہ در ہلاکم — تو نیز مکش بخون و خاکم

اکنوں کہ ز دست شد عنانم — از طعنہ چہ میزنی سنانم

باتو پدلم دگر نگنجد — حقا کہ خیال در نگنجد

با دارچہ گل آردم زکویت — گل نگرم از برائے رویت

خواہم شبِ تیرہ باتو نشینم[5] — تا سایہ برابرت نہ بینم

---

[1] یعنی عالم مصنوعات از قضائے ربّانی کہ محیط ہمہ چیز ست جزو قلیل ست ۱۲ حسرت [2] حامیم مراد از حم سورۂ قرآن ۱۲ حسرت [3] یعنی اوّل مشک حمد افشاند پس از ان حالِ دل پرخون نوشت ۱۲ حسرت [4] عتاب روزی آنکہ عتاب را روزیِ او کردہ باشند پس معنی بیت این باشد کہ از من کہ عتاب را بخش و نصیبم کردہ اند بگذر، مرا تا چند بعتابِ تلخ خواہی سوخت ۱۲ حمید [5] نشینم مخفف نشینم و سایہ در شبِ تیرہ محسوس نمیشود ۱۲ ش

با غیر چه کار تا تو هستی — در قبله خطاست بت پرستی

عشق از دو صنم بود عنان تاب — چون دین ز توجه دو محراب

جان رفته ز سینه دیر شد دیر — نبود به یکی میان دو شمشیر

در سینهٔ من که می کند سیر — اندیشهٔ تست نی غم غیر

نیلوفر تر که تازه روی ست — از چشمهٔ خور نه ز آب جوی ست

یکدل ز تو شد غبار هر کو — بهر دگری دل دگر کو

غیر تو و پس درین دل گم — یک دیده و انگهی دو مردم

تا یکسر مو بود بجایت — موئی نه کشم سر از هوایت

تا در سر شمع نور باشد — پروانه کجا صبور باشد

نزدیک بمردنم ز دوری — دور از تو و انگهی صبوری

اینجا من و دلستانم آنجاست — آنجاست دلم که جانم آنجاست

من تنگ دلم تو در دل تنگ — صحبت دو کمن بمنزل تنگ

آن را که دو یار در دل آید — تنگ نیست دل فراخ باید

گر گرد سپهر بی طریقم — تهمت زده دگر رفیقم

نی خواهش دل مرا بدان داشت — کز قبله به بت نظر توان داشت

بنشاند مرا چنین بر آذر — حکم پدر و رضای مادر

مهری که بسینه داشت رویم — بر روی پدر چگونه گویم

آں یار کہ جز تو در کنار ست / سرو ست مرا درخت خارست

گر گل[1] بودم بدیدہ یا خار / اولی تر ازاں کہ روئے آں یار

دعوائے وفا کنم کہ یارم / پس از تو بجز تو چشم دارم

چشمت[2] چو کند بروے من باز / در روئے تو دیدہ چوں کنم باز

بادام دو مغز در یکے پوست / از غایت سخت[3] چشمی اوست

زاں مہ کہ چو شب رمیدم از نور / جز یک نظرش ندیدم از دور

ہر چند بعقد بود جفتم / نادیدہ رخش طلاق گفتم

گر بود نظر بدل فروزی / دیدار تو ام مباد روزی

در سر نکنم دوئی ہمہ گاہ / گر سر دو کنی بہ تیغ کیں خواہ

مومن بوفا دو روئے نبود / ور ہست یگانہ[4] گوئے نبود

بر من چہ کشی بخشم شمشیر / من خود شدہ ام ز جان خود سیر

بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں / چوں مرکب کور پادشاہاں

بیدار برائے آخریں خواب / چوں اشتر عید گاہ و قصاب

امروز کہ من بدیں خر استم / تو نیز مزن بدور باشم[5]

جاں کز تو رمید زخم غم خورد / تن نیز دریں شکنجہ خم خورد

---

[1] گل بمعنی اخگر آتش ۱۲ حسرت [2] یعنی چوں دل بدیگرے دہم وقتے کہ تو روبرو شوم و چشم تو بروئے من باز کند در روئے تو دیدہ چوں باز کنم ۱۲ حسرت [3] سخت چشم شوخ و بیحیا (بہار عجم) ۱۲ حسرت [4] یگانہ گوئی موحد ۱۲ حسرت [5] بائے زائدہ ۱۲ حسرت

آن دل کہ کشد ز دوست دامن ناچار خورد قفائے دشمن

یارے کہ برد ز صحبتِ یار منظوم شود بسلک اغیار

در کوئے تو دل کہ بوئے جان یافت گم گشت چنانکہ کم توان یافت

گر باز بیابم آن دلِ گم ندہم بہمہ اسے نگہے بردم

جانے ست بموئے تو گرفتار خواہیش بہ بند خواہ بگذار

مرغے کہ قفس بریخت از تن بیہودہ بود قفس شکستن

گر جان ز پئے رحیل شد چیست غم نیست کہ جانِ من غمت ہست

جان حیف بود بہائے این غم آخر غمِ تست چون زنم کم

ہر جا کہ کنم نشست جا ہست چون در نگرم غمِ تو آنجا ہست

شبہا ز غمت بسوزِ من کیست من دانم و شب کہ روزِ من چیست

ہمسایہ نخفت ز آہِ سختم وز خوابِ ابد نخاست بختم

خوابم نہ اگر ز یادِ ماہے یابم ز خیال تکیہ گاہے

در خواب چو دامنِ تو گیرم بیدار شوم و لے بمیرم

خفتن چو بجز چنین ندانم می ترسم ازان کہ خفتہ مانم

فریاد کہ دل وبالِ من شد رسوائی من جمالِ من شد

بر خاکِ درِ تو سنگسارم ور سنگ طلب کنی ندارم

ؔسله کم زدن حقیر و فرومایہ شمردن (بہار عجم) ۱۲ حسرت

بیں برتنِ من نشان خاشاک ‌ ‌ ‌ چوں ہندسہ بہ تختۂ[۱] خاک

پشتم کہ ز رستم ہزار دار ‌ ‌ ‌ جدول ز خراشش خار دار

از خار مرا کبود دیِ تن ‌ ‌ ‌ گوئی زدہ اند جملہ سوزن

پہلوئے شقش ہیں نگر چیست ‌ ‌ ‌ چوں ابروئے وسمہ کردہ ایست

چوں تن بفراق اسیر باشد ‌ ‌ ‌ خار و خسکش حریر باشد

با رنج خودم چناں خوش افتاد ‌ ‌ ‌ کز راحتِ کس نیایدم یاد

اشتر کہ بخار خوے دارد ‌ ‌ ‌ حلوا دہیش چہ روئے دارد

آں مرغ چہ ترسد از بطانہ[۲] ‌ ‌ ‌ کو خار خورد بجائے دانہ

من دور ز تو غبار در چشم ‌ ‌ ‌ نے نے غلطم کہ خار در چشم

تو پائے ز خارِ من نگہ دار ‌ ‌ ‌ دامن ز غبارِ من نگہ دار

گر تیغ زنی بر آستانم ‌ ‌ ‌ من بندہ بہ دوستی ہمانم

از من مجہاں چناں رمیدی ‌ ‌ ‌ کز کوئے وفا عناں کشیدی

تو فارغ و دل بسے فغاں زد ‌ ‌ ‌ ہر ماہ طپانچہ چوں تواں زد

آسودہ کہ با فراغِ دل زیست ‌ ‌ ‌ او کے داند کہ سوز دل چیست

باغے کہ خزاں نہ دیدہ باشد ‌ ‌ ‌ برگ و گلش آرمیدہ باشد

یارے کہ دلش ز مہر پاکست ‌ ‌ ‌ او را ز گزندِ من چہ باکست

---

۱ منجمان را تختہ حساب می باشد کہ براں خاک انداختہ نقوش حساب طالع درست کنند (غیاث) ۱۲ حسرت

۲ بطانہ اندرون شکم و سینہ (غیاث) ۱۲ حسرت

ترکے کہ بر آہوا فگند تیر
خوشدل شود از ہلاکِ نخچیر

شاہین کہ دہد کلنگ را خم
از رنجِ دلش کجا خورد غم

برداشتہ ام ز خویشتن دل
بسم اللہ اگر کنند بسمل

چوں بر سرِ گنج پاسدارم
از تیغ چرا ہراس دارم

شب[1] رو کہ برد ز بانہ نور
جلاد بدشنہ ہست معذور

بر کشتنِ من چو کامگاری
ہر دار شدن چرا گذاری

میشے کہ ز جاں فتد تباپاک
ہم تیغ شباں سرش برد پاک

شد سوختہ جانِ ناشکیبم
تاکے بزباں دہی فریبم

بس ابر کہ تند سر بر آرد
آواز دہد ولے نبارد

دلہا بستیزہ خست نتواں
قارورہ[2] برہ شکست نتواں

بر بے گنہ آں کہ شد ستم سنج
آخر بود از ندامتش رنج

آں گرگ بود نہ آدمی زاد
کز خوردنِ خوں مے شود شاد

دزدے کہ بتابِ رشتہ پیوست[3]
مالد بفسوس دست بر دست

فریاد کہ خوردیم ہمہ خوں
زیں فتنہ خلاص جوید چوں

زنجیر گسستن ست کارم
موئے ز تو بگسلم نیارم

(آزادی)

۱؎ شب رو عیار و طرار (مصطلحات وارستہ) ۱۲ حسرت ۲؎ قارورہ شیشہ ۱۲ ش
۳؎ اے گرفتار شد ۱۲ حسرت

گیرم نہ ہی ز وصل بویم	کم[۱] ز انکہ نگہ کنی بسویم
بردار ز مطرحِ ہلاکم	افتادہ رہا مکن بخاکم
چوں ثبت شد آں چہ بود پنہاں	واں نامہ در رشد بہ پایاں
تاریخِ فراق پادرش[۲] کرد	عنوانِ سرشک بسرش کرد
بسپرد بقاصدِ سبک سیر	تا بستد و برپرید چوں طیر
برد آں ورق و بنازنیں داد	غنچہ بکنارِ یاسمیں داد
چوں نامہ بدید ماہِ بے صبر	از نومیدی گریست چوں ابر
بکشاد و بخواندش و بسنجید	در ہر ورقے بدرد پیچید
از پوزشِ عذرِ بیکرانش	تسکینِ تمام یافت جانش
از خواندنِ نامہ چوں بپرداخت	تعویذِ گلوئے خویشتن ساخت

عزیمت دوستانِ جانی سوئے مجنوں و او را از دیولاخ کوہ بہ افسوں در حلقۂ مرداں در آوردن و سایہ گرفتن او و از درختانِ سایہ دار و چوں باد سوئے باغ دویدن و آہنگِ مرغانِ باغ کردن و با بلبلِ نالاں گل بانگ زدن

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز	بشگفت بہارِ عالم افروز

۱ اے کم از آں مباش کہ نگاہے سوئے من کنی ۱۲ حسرت ۲ اے در پاش کرد یا پنہش نوشت ۱۲ حسرت

ابر از صدفِ سپہرِ نکیسر — در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از علمِ بلند پایہ — بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہرین شمائل — آراست گلوئے گُل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں — پُر شیر شدش ز ابرِ پستاں
پیدا از سرِ خنجرِ گہردار[1] — شد بر سرِ یاسمین گہربار
نازک تنِ لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
با شاہدِ دستے خجستہ ناماں — گشتند بہر چمن خراماں
ہر کس بعزیمتِ تماشا — مجنونِ دلِ رمیدہ حاشا[2]
ہر کس شدہ در کنارِ آبے — مجنونِ خراب در خرابے
ہر کس صنمے چو گل در آغوش — مجنونِ رمیدہ خار بر دوش
ہر کس بسوئے چمن شتاباں — مجنونِ رمیدہ در بیاباں
ہر باد کہ از بہارش آمد — بگریست کہ بوئے یارش آمد
ہر گل کہ شگفتہ دید بر خاک — کرد از غمِ دوست پیرہن چاک
یک روز در اینچنیں بہارے — می گشت بگردِ چشمہ سارے
با خود بہزار جاں گدازی — می گفت انیسِ عشق بازی
پیرامنِ او ز خویش و پیوند — حاضر نہ کسے مگر دوسے چند

[1] جوہردار ۱۲ حسرت [2] یعنی حاشا کہ میل تماشا کند ۱۲ حسرت

آن کس کہ بدشت و کوہ خو کرد — زو انس نشاید آرزو کرد
آہو کہ خورد بدشت خاشاک — باشد چو خانہ نزد او خاک
مرغے کہ ز سبزہ داشت مفرش — زندانِ قفس کجا کند خوش
مردے کہ گرفت میلِ صحرا — در خانہ بری رود بصحرا
او بود و غمے و بادِ سردے — گرد و ورپدید گشت گردے
یارِ دو سہ محرمانِ روش — خونابہ[1] دائی روئے زروش
بودند بکوہ و دشت پویاں — واں گم شدہ را بجا کے جویاں
صحرا چو غبارے نوشتند — تا بر سرِ خلوتش گذشتند
در کوچ[2] گہش جمازہ راندند — وز دور جمازہ را نشاندند
رفتند پیادہ پیشِ مجنوں — ریزان ز دو دیدہ دُرِّ مکنوں
دیدند بگوشۂ خرابے — غولے بکنارۂ سرابے
زنجیر ز ہمدمان گسستہ — در حلقۂ دام و دو نشستہ
از دامن پارہ خاک می بیخت — وز دیدہ دُرِ سرشک می ریخت
گفتند کہ اے رفیق چونی — در خونِ جگر غریق چونی
آخر چہ شدی کہ دارمیدی — وز صحبتِ دوستاں بریدی
خو باز گرفتی از ہمہ کس — با شیر و گوزن ساختی بس

[1] خونابہ زدائے خون صاف کنندہ ۱۲ حسرت [2] اے بہ مقامش - چہ کوچ بمعنی خانہ کوچ ہم است کہ زن و فرزند و عیال باشد (برہان) ۱۲ و جغد را ہم گفتہ اند کہ در ویرانہ آشیاں کند دریں صورت کوچ گہ ویرانہ و خرابہ باشد ۱۲ حسرت

زنبیان نبرند آشنائی | مردم نه کند چنین جدائی
هر جنس ز مردم و دد و دام | در صحبتِ جنس گیرد آرام
قمری که نوائے عشق سنجد | با زاغ نشانیش برنجد
بوم آید سوئے بوم منحوس | طاؤس بجلوه گاهِ طاؤس
تو مردمِ دانشی ز حد بیش | چونست که با ددان شدی خویش
برخیز که گل شگوفه نو کرد | دلها به نشاطِ مے گرو کرد
وقتِ چمن ست و بوستاں هم | ما منتظریم و دوستاں هم
امروز اگر دمے چو یاراں | باشی بمراد دوستداراں
گلگشتِ چمن کنیم چوں باد | با شیم بروئے یکدگر شاد
بینی رخِ دوستانِ جانی | بے دوست مباد زندگانی
مجنوں ز دو دیده آب بکشاد | وانگه گره از جواب بکشاد
گفت ای شب و روزِ تاں همه سور | بادا شبِ تاں ز روزِ من دور
من کز عملِ جهاں شدم فرد | بازم بجهاں چه جائے ناورد[1]
ویرانهٔ من اگرچه زشت ست | چوں خوے گرفته ام بهشت ست
زاں گونه بیانگِ بوم شادم | کز بلبلِ مست نیست یادم
در دستِ چناں خوش ست خارم | کز باغِ کساں خبر ندارم

[1] ناورد بمعنی جدال و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

غولے کہ بدشت خوبزیرد — در باغ برتش[1] جا نہ گیرد
آں را کہ خیالِ یار باشد — با سرو و گلش چہ کار باشد
بگذر کہ چمن چو یارِ من نیست — واں گل کہ مراست در چمن نیست
یاراں ز چناں جوابِ دلدوز — راندند بسے سرشک جانسوز
گفتند کہ اے نشانۂ درد — زندانِ دلت خزانۂ درد
شک نیست کہ روے یار دیدن — خوشتر ز گل و بہار دیدن
لیکن گلِ تو[2] کہ رشک باغ ست — او نیز دراں چمن چراغ ست
گہ گہ کہ دلش بگیرد[3] از کاخ — جاں تازہ کند بسبزہ و شاخ
ہر جا کہ بنفشۂ بوید — از قامتِ تو فسانہ گوید
ہر خار کہ دید جاں بکاود — و اندوہِ ترا بروں تراود
ہر فاختۂ کہ بر کشد آہ — از سوز غمت زند علی اللہ[4]
آید بچمن چو نازنیناں — با ہم نفساں و ہم نشیناں
ایشاں ہمہ با نشاط ہم رنگ — او گوشہ گرفتہ با دلِ تنگ
برخیز یکے ز بخت روشن — بینی گل تازہ را بگلشن
مجنوں کہ شنید نامِ مقصود — برشد ز دلش بر آسماں دُود
با ہم نفساں نجائے برخاست — بر ناقہ نشست و محمل آراست

[1] اگر او را در باغ بری قیام نکند ۱۲ ش [2] مراد از لیلیٰ ۱۲ ش [3] لسے دل گرفتہ شود ۱۲ ش
[4] فریاد (غیاث) ۱۲ حسرت

رفتند از آن خرابه پویان — در جلوه گهِ نشاط جویان

یارانِ عزیز در چمن گاه — بودند نشسته چشم در راه

دیدند چو روے عاشقِ مست — گشتند ز رفق بر زمین پست

در خدمتِ آں عزیزِ دلریش — کردند تلاشے ز حد بیش

گرد از رُخِ نازکش فشاندند — در صدرِ تنعّمش نشاندند

هر کس ز دلِ رمیده ترساں — می کرد نوازشِ دگرساں

یاراں بہ نشاطِ عیش سازی — او با دلِ خود بعشق بازی

ایشاں بشرابِ دوستگانی[1] — مجنون و سرشکِ ارغوانی

او دل بولایتِ دگر داشت — نے از خود و نے ز کس خبر داشت

نہ رنجہ شد و نہ گشت خشنود — کازار و نوازشش یکے بود

مطرب غزلے کشیده دلکش — مجنون به نشیدِ خویشتن خوش

ہر نالہ کہ زد ز جانِ ناشاد — ہر کس کہ شنید کرد فریاد

چوں جوششِ دلش بفرق شد بر — یکبار ز خویش بے خبر شد

از حلقۂ دوستاں بدر جست — زنجیر بُرید و بند بگسست

می رفت و لے بتاب گشته — ناخورده قدح خراب گشته

دیوانہ و مست و عاشقِ زار — با ایں سه حریف چوں بود کار

[1] شرابِ دوستگانی شرابے کہ بہ یادِ دوستاں خورند (برہان) ۱۲ حسرت

یارے کہ گرفت دامنش تفت[1]
دامانش بدست باد و او رفت

آنان کہ رہ وفا نوشتند
رفتند تگے و باز گشتند

او سایہ بُرید زین جمنہا
سوئے چمنے کشید تنہا

بنشست بزیرِ زاد[2] سروے
چوں در پرِ طوطی تدروے

در لالہ و گل نظارہ مے کرد
جان را بشکیب چارہ مے کرد

دید از سرِ شاخ بلبلِ مست
در جستنِ صوتِ خویش می جست

دل در غم گل بخار می سفت
بر یادِ سمن سرود می گفت

مجنون ز نشاطِ آن ترانہ
چرخے بنمود عاشقانہ

مُرغ از سرِ سوز در مقالت
مجنون بمیانِ وجد و حالت

چوں دید نشانِ آشنائی
داد اندُہِ سینہ را روائی

گفت اے ز شرابِ عاشقی مست
باغمزدگان بنالہ ہمدست

سازت کہ نوائے جان نواز است
محجوبہ کشائے عشق باز است

در موسمِ گل کہ تو کنی ساز
بس عشقِ کہن کہ نو شود باز

من با تو بعشق ہم شرابم
زیرا کہ تو مست و من خرابم

بوئے کشم و کنم خرابی
فریاد ازین تنک شرابی

چوں زمزمۂ وفا سگالی
بہرِ گلِ بے وفا چہ نالی

۱؎ تفتن بمعنی گرم رفتن (بُرہان) ۱۲ حسرت ۲؎ زاد بروزن باد مخفف آزاد (برہان) ۱۲ حسرت

چندیں کہ بہر چمن گذشتی ‏ — ‏ در گرد گل و شگوفہ گشتی

گر چوں گلِ من بہ بوستانے ‏ — ‏ دیدی سمنے دار غوانے ق

گو تا بہ تبرُّکش ربایم ‏ — ‏ گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم

چوں سروِ من آید اندریں باغ ‏ — ‏ تا در دلِ لالہ نو کند داغ

گوئی ز زبانِ من دعایش ‏ — ‏ بوسی بہزار عذر پایش

وانگہ بعبارتے کہ دانی ‏ — ‏ ایں قصہ بگوشش اورسانی

کاے دعوئ مہر کردہ با من ‏ — ‏ وانگہ ز وفا کشیدہ دامن

دور از تو ز من نماندہ جز پوست ‏ — ‏ دوری و نعوذ باللہ از دوست

بر بوئے گل آمدم دریں گشت[1] ‏ — ‏ ورنہ چہ کم ست خار در دشت

گلزار کہ بے رخِ تو بینم ‏ — ‏ آں بہ کہ بکنج غم نشینم

در ہر طرفے بتازہ روئی ‏ — ‏ پوشیدہ نشانِ من بجوئی

ہر خار کہ خونِ ناب دارد ‏ — ‏ سیخش ز دلم کباب دارد

لالہ کہ بدل گرہ نہندش دود ‏ — ‏ از آہ منست آتش آلود

نرگس کہ ز قطرہ بست گوہر ‏ — ‏ از درد منست چشم او تر

ازرق کہ بنفشہ را بدوش ست ‏ — ‏ از ماتم من کبود پوش ست

رخسار سمن کہ زرد سان ست ‏ — ‏ از گونہ زرد من نشان ست

[1] گشت بمعنی سیر (برہان) ۱۲ حسرت

سوسن که چنان زبان دراز است
از من بہ تو در بیانِ راز است

وان غنچه که خون درو بصد بوست
آنهم جگرِ من است در پوست

هر سبزه که گرد آب رسته
از اشک منست روئے شسته

هر جا که ازین دو چشم بخواب
در چشمه نشانِ خون دهد آب

دامن نه کشی ز جوئے خونم
رنجه نه شوی ز بوئے خونم

رنگینان چمنے چو پرِ طاؤس
افسوس که بے تو بینم افسوس

چه سود خرامشِ تو در باغ
چون جلوهٔ کبک بنگرد زاغ

او در سخن از درونهٔ ریش
بلبل به نشاطِ نعرهٔ خویش

پیغام رسان بگریه تر بود
پیغام پذیر بے خبر بود

مجنون دل از آه پاره می کرد
بلبل بچمن نظاره می کرد

مجنون ز وفا فسانه می گفت
او با دلِ خود ترانه می گفت

مجنون نفسے ز شوق میزد
او زمزمهٔ به ذوق میزد

مجنون غزلِ فراق می خواند
او نیز باتفاق می خواند

مجنون ز سرشک لاله می ساخت
او با گل و لاله عشق می باخت

چون دید که گفته ناصواب است
قاصد نه میانجی جواب است

نالیدنے ز بخت ناشاد
وز سایهٔ سرو جست چون باد

دامن ز گلِ پیاده[۱] پرداخت
بر خار پیاده رخش[۲] می تاخت

۱ گلِ پیاده هر گلے را گویند که آنرا درخت و بوتهٔ بزرگ نباشد همچو نرگس و سوسن (برهان) ۱۲ حسرت ۲ تیزی دو

در کوه شد و به تیغ بر شد / پیکان فراق را سپر شد

باز آن ددگان[1] که صف شکستند / گردش چو سپهر حلقه بستند

او ز آبِ دو دیده بے مدارا[2] / می داد گهر بسنگ خارا

بے سنگ ز دوریِ دلِ تنگ / می سود فتاده روئے بر سنگ

می ریخت ز دیده سیلِ اندوه / چون ابرِ بهار بر سرِ کوه

گوئی که ز رنگِ چهرهٔ زرد / بر سنگ عیارِ زر همی کرد

گنجینهٔ دل متاعِ درد است / پیرایهٔ عشق روئے زرد است

دل دادن مجنوں سگے را کہ در کوئے دلدار بود و بازوئے خود را طوقِ گردنِ او ساختن و تنِ استخوان شدہ را گزیدۂ دہان و مزدِ دندانِ او کردن و بزبانِ چربش نواختن

یک روز بگاه نیم روزان / کانجم شده ز آفتاب سوزان

گردون ز حرارتِ تموزی / در سایهٔ خنزان به پشتِ کوزی

آتش زده گشت کوه و کان هم / تفسیده زمین و آسمان هم

جائے نه که دیده را برد خواب / ابرے نه که تشنه را دهد آب

[1] ددگان جمع دد و معنی جانور درنده (فرہنگ جہانگیری) ۱۲ حسرت [2] بے قدر ۱۲ حسرت

مُرغانِ چمن خزیدہ در شاخ — در رفتہ خزندگان بسوراخ
خورشید چنانچہ تیزیِ اوست — بکشاد چو مار ز آدمی پوست
در حوضہ خشک از آتش و تاب — صد پارہ شدہ زمینِ بے آب
در دشت سرابہائے کیں تو[1] ز — چوں وعدۂ سفلگانِ جگر سوز
مرغابی از آرزوئے آبے — خوں خوردہ بگردِ ہر سرابے
ریگ از بطِ بچہ تر در گرانی — چوں تابہ[2] بروزِ میہمانی
از گرمیِ ریگہائے گرداں — پُر آبلہ پائے رہ نوردان
ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش — در حجرۂ سرد کردہ باخوش
مجنوں بکنارہ ہر سوادے — می گشت ببانِ گرد بادے
افروختہ روی و تن بخوں غرق — در آتش و آب ماندہ چوں برق
بالاش زغم دو تاہ گشتہ — رخسارہ ز زلف سیاہ گشتہ
ہر جا کہ رسید کرد زاری — بگریست چو ابرِ نو بہاری
ق ہر سو کہ شنید بانگِ رودے — یا خاست ز گوشۂ سرودے
مستانہ برقص پای بفشرد — گہ زندہ شدے گہے فرو مرد
گاہے ز سلب دریدہ پیوند — گہ پوستِ تنِ فگار برکند
آمد قدرے چو در سرش ہوش — گشت آں ہمہ حالتش فراموش

[1] توختن اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت [2] توا ۱۲ حسرت

با این صفتِ رمیده خویان
ناگه بقبیله رفت پویان

می گشت چو بیخودان بهر سوئی
خونابه روان ز دیده چون جوئی

دید از طرفی گذر بسوئی
غلطیده سگی بکنج کوئی

خارش زده و خراش خورده
از پهلوئی خود تراشش کرده

در گرد سرش چو فرقِ نقاب[1]
وز سلخ تنش چو پیش قصاب

بگذاشته صلح و جنگ را پی
نی خشم و نه عفو مانده در وی

خم یافته در تهی گهش راه
گشته شکمش همه تهی گاه[2]

از دم دهنش فراز مانده
دندانش ز خنده باز مانده

سر تا قدمش جراحت و ریش
شویان بزبان جراحتِ خویش

بی لقمه گلوئی لقمه خوارش
لیسیدنِ دست و پای کارش

مجنون چو بحالِ او نظر کرد
در پیش دوید و دیده تر کرد

پیچید بگردنش بصد ذوق
وافگند ز زر[3] بگردنش طوق

بگرفت برفق در کنارش
می شست بگریه های زارش

جانش ز کلوخ و خار می رُفت
وز پای و سرش غبار می رُفت

دامن تهیش فگند در خاک
میکرد باستین سرش پاک

گه پیش رخش بگریه نالید
گه در کفِ پاش دیده مالید

---

[1] نقاب نقب کننده (غیاث) ۱۲ حسرت [2] تهی گاه کمر (غیاث) ۱۲ حسرت

[3] ای از دست خود که رنگ زرد داشت ۱۲ حسرت

گاہیش بمہر گشت دایہ — گاہیش بدبست کرد سایہ

بوسید سرش برفق و آزرم — خارید برش بناخنِ نرم

گفت ای گلت از وفا سرشتہ — نقشت فلک از وفا نوشتہ

ہم نانِ کساں حلال خوردہ — ہم خوردۂ خود حلال کردہ

کردہ زرہِ حلال خواری — با منعم خویش حق گذاری

جانت ز حلال خوارگی مست — وآسودگیت حرام پیوست

میلے نہ بخفتن از شتابت — بیداری عین عینِ خوابت

پیکار پذیر پاسپاناں — بیدار کُن خراس[1]باناں

ایمن ز تو پاسباں بہر سوئے — معزول ز تو عسس بہر کوئے

از سایۂ تو رمیدہ نقاب — چوں سایہ کہ دارد از مہتاب

شب رو کہ ز دستِ تست معذور — چوں دیو ز حلقۂ فسوں دور

وز دے کہ شد از دہانت خستہ — الا بگزندِ جاں نرستہ

از خاستنِ شبِ سیاہت — میموں شدہ خوابِ صبحگاہت

در کہفِ وفا[2] چو راہ بردہ — نغنودہ بچشم اگر بمردہ

در صحبتِ صدق گشتہ تابع — گہ سابع[3] بودہ گاہ رابع

[1] خراس آسیائے بزرگ (بُرہان) ۱۲ حسرت [2] اشارہ بہ سگ اصحاب کہف ۱۲ حسرت

[3] اشارہ بآیہ "سیقولون ثلاثۃ رابعھم کلبھم" وسابع بایں تاویل باشد کہ اہل تحقیق در تفسیر آیۂ ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم فرمودہ اند کہ شمارۂ اصحاب کہف ہفت بودہ شش تن بزرگانی کہ آنرا دربار دقیانوس بعد اعلانِ توحید کنارہ گرفتند (از تفسیر کشاف) ویکے راعی کہ بوقت فرار از دقیانوس باایشاں موافقت کرد

[illegible] ۱۲ حسرت

صد روضهٔ خوش بزیر پایت … در روضه که بهشت جایت

در گشتهٔ شبانِ گوسفندان … از گرگ ربوده مزد دندان

از سرکشیِ تو در جوانی … سگبانِ تو کرده شیربانی

تو شیرِ جوان و مست بوده … وز شیر و پلنگ جان ربوده

معشوقهٔ خسروان به نخچیر … وافگنده بدوشت زلفِ زنجیر

بوده همه وقت گردنت پر … از طوقِ زر و علاقهٔ دُر

از تگ زدنت بدشت روزے … هر گنبد تو به پشت[1] یوزے

آهو که از و جگر خورد شیر … تو بے جگرش[2] فگنده در زیر

بر تختهٔ پشتِ هر شکارے … تعلیم گرفته روزگارے

عالم شده در فنِ ددو دام … زان گرد خرد معلّمت[3] نام

صد خون زلبت چکیده در خاک … وز لوثِ جنایتت[4] دهن پاک

امروز که باز ماندی از کار … خواری همه را امرا نهٔ خوار

گر تو سگے از سرشتِ دران … اینک سگِ تو منم بصد جان

کو سلسلهٔ تو تا زیاری … در گردنِ خود کشم بزاری

بارے بزنم بمهر و پیوند … با تو بموافقت دمے چند

[1] نوعے از جستن ست چنانچه به چارپا آهو و اسپ کنایه از تیزرو باشد (غیاث) ۱۲ حسرت

[2] اے اورا گرفتن تو اندازغصه جگر خود خورد۔ بے جگر بمعنی زار و نزار ۱۲ حسرت

[3] کلب معلّم در فقه سگے را گویند که آدابِ شکار آموخته باشد ۱۲ حسرت

[4] جنایت گناه ۱۲ حسرت

هرچند شکار کارِ من نیست — کس در هوسِ شکارِ من نیست

آن که از سگِ کو شکار جوید — گوئی که ز مرده کار جوید

لنگے که بتنگ و نیش تیز — در اوّلِ تگ بماند از خیز

جولاہِ چه برد تنسته را نام — این جمله تنست زان همه گام

پائے تو که گشت بر درِ یار — بر چشمِ منش سزاست رفتار

پشتِ تو که سودش آن کفِ پاک — حیفست و هزار حیف بر خاک

چشمت که بر آن تسانه سوده است — بر روئے زمین چرا غنوده است

از حسرتِ آن که چشمِ آن ماه — دیده است بجانبِ تو گه گاه

خواهم که شگافم این دلِ تنگ — در وے کشمت چو لعل در سنگ

خاکت بمژه فشانم از پائے — در دیده کشم که هست زانجائے

هستیم من و تو هر دو شب گرد — لیکن تو بناله و من از درد

دل نیست که از رهِ صوابے — در خدمتِ تو کشم کبابے

دارم جسدے گسسته جانے — گر دل کشدت باستخوانے

چون باز گذر کنی در آن کوے — بر خاکِ درش نهی ز من روے

هرگه جگرت بخشد آن یار — پائے بکنی ازین جگرخوار

---

۱ جولہ = عنکبوت تنسته = بافتهٔ عنکبوت (از برہان و فرہنگِ جہانگیری) تنستن تنیدن و بافتن (مصدر) معنی شعر آن باشد که چون عنکبوت با آن همه گام زنی این جملهٔ ناچیز تنسته و بافته است که تنستهٔ او باشد (جاله) پس در صفتِ بافندگان از تنستهٔ خود چه نام برد و ذکر بر زبان آرد ۱۲ حسرت

هر خس که بر آں کشاد گامے — از من برسانیش سلامے

هر جا که نهاد پائے دشمن — بسیار ببوسی از لبِ من

خواند چو ترا درونِ دهلیز — یادش دهی از سگِ گریز

زنجیرِ زرت نهد چو بر دوش — از گردنِ من مکن فراموش

روزے اگر آں بتِ پری چهر — دستے بسرِ تو ساید از مهر

آگه کنیش ز مهر جانم — وین قصه بگوئے از زبانم

کاے آهوئے ناوک افگنِ مست — یک تیرِ تو وز آهواں شست[۱]

از تیرِ تو جانِ آدمی زاد — روزن شده همچو دامِ صیّاد

آں کز پئے صیدِ تو زند گام — خود را فگند بحلقهٔ دام

هر کا ز پئے تو شود کماں گیر — بر سینهٔ خویشتن زند تیر

تا طرّه بخوں دلیر کردی — از غمزه شکارِ شیر کردی

چشمِ سیهت که بے نظیرست — آهوئے سیاهِ شیر گیرست

تو شیر کشی بهر شکارے — مجنوں ز سگانِ کیست بارے

بگذار که چوں سگاں نهانی — باشم بدرت بپاسبانی

دُم لابه کنم بر آستانت — مالم بوسیله سگانت

باآں که بود فغانِ من زار — آنجا که توئی ترا چه آزار

[۱] شست عدد (۶۰) یعنی یک تیرِ تو برابرِ شست تیرِ آهو شکنان ست ش ۱۲ یا یک تیرِ تو شصت آهو را شکار میکند ۱۲ حشر

مہتاب کہ نورِ پاک دارد ‌‌ از بانگِ سگان چہ باک دارد

ہرچند کہ دارم از عدد بیش ‌‌ داغِ سگیِ تو بر دلِ ریش

ہم میطلبم فراغِ دیگر ‌‌ دل میکشدم بہ داغِ دیگر

گیرم نہ بمردمی سلیمم ‌‌ آخر بدرت سگِ قدیمم

گر نیست چنانم ارجمندی ‌‌ کز زلف خودم قلاوہ بندی

کم زان[1] کہ ز نعمتِ حضورم ‌‌ سیراب نظر کنی ز دورم

من خود ز حیاتِ خود بگویم[2] ‌‌ آخر تو چہ می زنی بچوبم

درخانہ گرم نمی گزاری ‌‌ بارے ز درم مران بخواری

ور لقمہ نمی دہی چو سنگم ‌‌ بارے مزن از کرشمہ سنگم

زینسان سخنے بکار میکرد ‌‌ دیوانگی آشکار میکرد

او بر سرِ این فسانہ در دو ‌‌ انبوہ بہ گردِ او زن و مرد

ہر کس بہ نظارہ چنان زار ‌‌ ماندہ بتحیر اندران کار

نادان ز سرِ کرشمہ خندان ‌‌ در گریۂ زار دردمندان

آن را کہ بدل نہ داغ باشد ‌‌ داغِ دگرانش لاغ[3] باشد

بے غم کہ دلش گرہ نہ بندد ‌‌ از گریۂ پرغمان بخندد

در مجلس چو کس آتشے فروزد ‌‌ گر ہیزم بگداز گر نہ سوزد

---

[1] اے کم ازاں مباش ۱۲ حسرت [2] بکوفت ہستم ۱۲ حسرت [3] لاغ بیہودہ ۱۲ اشش

از یخ بتر ست سینهٔ سرد ٭ از گریهٔ کس نباشدش درد

آن کو دلِ غیر دیده ناخوش ٭ آتش زنَش ار بگیرد آتش

آن گل بود از چراغ خانه ٭ آتش زنَدش زند زبانه

گل بهتر ازان دلِ گل اندود ٭ کز شعلهٔ کس نباشدش دود

آن سوخته پیر دو رخ آشام ٭ خوش گفت که سوخته به از خام

حاصل[1] بجهان نظاره گاهے ٭ مجنونِ شکسته می زد آهے

پرسید یکیش زان میانه ٭ کاے کرده ز عافیت کرانه

این سگ سگِ کیست تا بدین گرد ٭ وین غم غمِ کیست با چنین درد

چون بهر که می خوری بدینسان ٭ وز بهر که می کنی چنین جان

سگ را چه خبر که کام تو چیست ٭ با نیک و بد پیام تو چیست

او را چو ز عقل نیست تمکین ٭ تعظیم ویت چراست چندین

ق

دیوانه بدرد پاسخش داد ٭ کاے از غمِ من دلِ تو آزاد

طعنم چه زنی به سگ پرستی ٭ من نیز سگم ز روے هستی

مردم ز غمے که کم ندارد ٭ سگ بهتر ازو که غم ندارد

گر من تهِ پاے سگ زنم بوس ٭ زان پاے بود نه زین لب افسوس

کاین پا که بشهر و کوے گشته ست ٭ پیشِ درِ یار من گذشته ست

[1] حاصل الحاصل ۱۲ ش

روزیش بکوئے آں پری کیش ◦ دیدم گذراں بدیدۂ خویش

تعظیم دہم نہ از پئے اوست ◦ کش[1] دست گرفتم از پئے دوست

مہماں چو سگ آیدم ازاں کو ◦ آہو طلبم بود ز آہو[2]

از یار چو بہرہ خار باشد ◦ با بوئے گلم چہ کار باشد

نالید براین ترانہ سختے ◦ شوریدہ بسانِ شور بختے

پس گریہ کناں زجائے برخاست ◦ میرفت ندید در چپ و راست

برکوه شد و نفیر می زد ◦ وز دل بستارہ تیر می زد

غنودنِ نرگسِ لیلی از بیماری و مجنون بخواب او را دیدن و بنفسِ تند خویش از جائے جستن و برون دویدن و کمر کوه گرفتن و مجنون را بہ تیغ کوه خراشیدہ و خستہ دریافتن و دستِ تسلّی بر خستگی او سودن و مرہم راحت رسانیدن

افسانہ سرائے شکریں گفت[3] ◦ زالماسِ زباں گہر چنیں سفت

کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ ◦ بوئے ہمہ وقت دل شکستہ

[1] بلکہ اورا از پئے دوست دوست ساختم ۱۲ اش [2] آہو دو معنی دارد جانور معروف و عیب (غیاث) ۱۲ حسرت [3] گفت گفتار ۱۲ اش

چوں غمزدگاں بخاک خفتے — خاشاک زخوابگہ نہ رُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے — گہ جاں بعدم حوالہ کردے

آمیختنی نداشت باکس — مونس غم آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر و آرام — گشتے ہمہ شب چو ماہ بربام

ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد — چوں ابر گریستے بفریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے — باخود ز فراق سرگذشتے

چوں سُرخ گلِ فلک[ل] برستے — ناخفتہ زگریہ روئے شستے

ناگاہ شبے زبعد سالے — بگرفت برآند ہش ملالے

میخورد غمِ دلِ خرابش — درخوردنِ غم بود خوابش

دید از نظرِ خیال پرورد — دیوانۂ خویش را بصد درد

کامد بہ نظارۂ جمالش — نالید بسے ززلف و خالش

گہ شست بخونِ دل سراپش — گہ از مژہ رُفت خاکِ پایش

زالماسِ سرشک سینہ می سُفت — وافسانۂ روزگار می گفت

می گفت قصیدہائے دلسوز — می کرد گلہ زبختِ بدروز

زاں نالہ کہ زد بخواب از یار — بینندۂ خواب گشت بیدار

چوں جست زخواب تا نشنید — واں دیدۂ خویش باز نبدید

ل سرخ گلِ فلک - آفتاب ۱۲ ش

نے یار و نہ آن وفا سگالی — بستر تہی و کنار خالی

لختے ز طپانچہ روئے را کوفت — خونابہ ز رخ باستین رُفت

آہے زد و سوخت پردۂ راز — وز پردہ برون فتاد آواز

در خانہ ہمہ مزاج دانان — بر بستہ دہن چو بے زبانان

زان بیم کہ خواست زہرہ سفتن — کس زہرہ نداشت پند گفتن

چون سبزۂ این کبود گلشن — آراستہ شد بصبح روشن

خورشید باوج رفت خندان — چون نورِ دلِ نیازمندان

آن مہد نشین بجہد برخاست — بر پشتِ جمازہ محمل آراست

بکشاد زمام را بہ تندی — کامد ز تگش صبا بکندی

میراند شتر بدشت پویان — آن گم شدہ را بہ خاک جویان

چون شیب و فراز را بسے جست — وز ہر خارے چو گلبنے رُست

برنجد رسید و بارگی راند — لختے چپ و راست در طلب ماند

دیدش بہ بنِ شکستہ شاخے — افتادہ میانِ سنگلاخے

بر پشتۂ کوہ پشت دادہ — بر بالشِ خار سر نہادہ

آوردہ صباش بوئے لیلے — مژگانش بخواب کردہ میلے

او خفتہ و گرد او دوانش — شیرانِ شکار پاسبانش

۱؎ عارفان ۱۲ اشش

از بوے دوانِ صید فرسائے — از کار بشد جنازہ را پائے

آن تشنہ جگر ز جانِ خود سیر — آمد سبک از جنازہ در زیر

اندیشہ نہ کرد ازان دو دام — در خوابگہِ رفیق زد گام

با عشق چو صدق بود ہمدست — ہر یک ز دوان بگوشہ جست

او پہلوے یار خویشتن رفت — جاں جلوہ کناں بسوے تن رفت

افشاند غبار سرش از تنِ ریش — بنہادہ سرش بزانوے خویش

از گریۂ زار دُرِّ مکنون — میریخت ولے بروے مجنون

آن چشم کہ راہِ خواب میزد — بر عاشقِ خفتہ آب میزد

یعنی کہ ز گریۂ گہربار — زد بر رخش آب و کرد بیدار

باران چو فشاند سبزہ را گرد — از خواب در آمد آن گلِ زرد

مجنون کہ ز خواب دیدہ بکشاد — چشمش بجمالِ لیلیٰ افتاد

از جانش بر آمد آتشیں جوش — زد نعرہ و باز گشت بیہوش

چون سکۂ[۱] میزبان دگر گشت — مہمانِ عزیز نیز دگر گشت

بیمار کہ دارویش بتر کرد — دردش بطبیب نیز اثر کرد

او داشت دلے ولے سپردہ — این یافتہ جان ولیک مردہ

او خفتہ میانِ خاک ماندہ — این بر شرفِ ہلاک ماندہ

[۱] طرز روش و قاعدہ و قانون (برہان) ۱۲ حسرت

او باخبر از گزند این غم — این بے خبر از خود و ز او ہم
او دادہ ز دل بباد این ہوش — این کردہ ز یاد خود فراموش
بودند چو سایہ خفتہ بر خاک — تا چشمۂ خور بجست ز افلاک
آمد چو در آن قصاصِ ہجراں[1] — در ہر دو ز بوئے یکدگر جاں
جستند ز جا فرشتہ و حور — چوں مُردہ بجشر از دمِ صُور
بازوئے رضا دراز کردند — وآغوشِ مراد باز کردند
مجنوں ز جگر نفیر میزد — لیلی بکرشمہ تیر میزد
کُشت آن پری از دو چشمِ غمّاز — دیوانۂ خویش را بصد ناز
از ساعد و زلف کرد تسلیم — زنجیر ز مشک طوقش از سیم
چوں بود دو دل یکے بسینہ — یعنی کہ دو دُر بیک خزینہ
تن نیز بیک شبے کہ شد راست — نقشِ دوئی از میانہ برخاست
درساخت بہم دوست با دوست — وامیخت دو مغز در یکے پوست
شد تازہ دو چاشنی بیک خواں — شد زندہ دو کالبد بیک جاں
آسودہ دو مُرغ در یکے دام — وامیخت دو بادہ در یکے جام
آراستہ شد دو تن بیک ذوق — دافروختہ شد دو دل بیک شوق
دو صبح بہم رسیدہ از دُور — دو مشعلہ را یکے شدہ نور

از نیش زبان

[1] اے واقعۂ قصاصِ ہجراں اشارہ بآیۂ ”وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یَا اُولِی الْاَلْبَابِ“ ۱۲ حسرت

بودند بیاری آں دو ہم عہد / آمیختہ ہمچو شیر با شہد
چوں حاجتِ دوستی روا شد / ہر چیز کہ جز غرض وفا شد
از بوس و کنار دل بیاسود / جز مصلحت دگر ہمہ بود
از ہر نمطے سخن شد آغاز / آمد بمیاں جریدۂ راز
مجنوں ز نشاطِ یار جانی / بکشاد زباں بدُرفشانی
کاے از خمِ زلفِ عنبریں تاب / بربستہ بچشم دوستاں خواب
عمرے درِ تو بدیدہ رُفتم / عمرے دگر از غمت نخفتم
امروز کہ بعد روزگارے / بادے خوشم آمد از بہارے
ز آسایشِ دل ربود خوابم / ناگہ بسر آمد آفتابم
در خواب چناں نمود بختم / کاختر بفلک نہاد تختم
بر تخت من و تو روئے در روئے / چوں موج دو چشمہ در یکے جوئے
خوابم چو ز پیش پردہ بر بود / تعبیر نظارۂ رخت بود
تا روزِ قیامت ار بود تاب / نتواں خفتن بیادِ آں خواب
ایں دم کہ گُل دگر شگفتہ است / بختم ز ہوس ہنوز خفتہ است
لیلی کہ دو خواب ہمعناں[1] دید / بیداریِ بخت را نشاں دید
اوّل بگزید لب بدنداں[2] / پس باز کشاد لعل خنداں

[1] ہر دو خواب مطابق دید ۱۲ حسرت [2] از حیرت ۱۲ حسرت

دو شیفته خیالِ خود کم و بیش — آں آئینه را نهاد در پیش

چوں عکس دو آئینه یکے بود — رفت ار ز یگانگی شکے بود

آں هر دو چو بخت خویش بیدار — زانخواب عجب بحیرت کار

افسانۂ خواب چوں بسر شد — بیداری هجر پرده در شد

هر یک ز شبے سیاه بے روز — میکرد شکایتے جگر سوز

چنداں غمِ دل شد آشکارا — کآمد بنفیر سنگ خارا

چنداں نمِ دیده رفت در خاک — کز تندی سیل شد زمیں چاک

هر دو چو دو سروِ ناز پرورد — ز آسیبِ خزاں فتاده در گرد

در جیبِ دو غنچه گل بخندید — بادے بمیانه در نگنجید

مجنوں ز خیالِ غیرت اندیش — میخواست رمد ز سایۂ خویش

زاں آه که بے دریغ می زد — بر سایۂ خویش تیغ میزد

واں یارِ یگانۂ وفا جوئے — گشته به یگانگی یکے گوئے

خود را چو نگرد ز آشنا فرق — میکرد بخوں دو دیده را غرق

یعنی که چو هست یار در دل — دیده چه شود بشخص[1] مائل

دو سوخته دل بهم رسیده — سیوم نه کسے جز آبِ دیده

باد از دو طرف عبیر می بیخت — بر دیدۂ تر غبار میریخت

[1] شخص وجود ۱۲ ش

حوراں ز نسیمِ شوق شاں مست — بگشاد فرشتہ در دعا دست

از عشرتِ آں دو مست بے جام — در رقص درآمدہ دد و دام

ہر خار کشیدہ دور باشے — میکرد بچشم بد خراشے

سلطاں بیزک[1] جنیبہ راندہ — لشکر بہ وثاق[2] باز ماندہ

تیہو بعقاب راز گفتہ — یوسف بکنارِ گرگ خفتہ

جولاں زدہ آہوئے بہ نخچیر — بر گردنِ شیر بستہ زنجیر

صیاد کہ تیر بصید انداخت — از صید کشید و بر خود انداخت

بط فربہ بود و جرہ ناہار[3] — طرفہ کہ نداشت چاشنی کار

بے زحمتِ رشتہ دُر شدہ جفت — الماس شکستہ لعل ناسفت

شکر بقمطرہ[4] ماند دربند — طوطی بنظارہ گشتہ خورسند

ساقی و حریف جام در دست — ناخوردہ شراب ہر دو سرمست

صبحے بچنیں امیدواری — نشگفت شگوفۂ بہاری

پالودہ اگرچہ جاں فزا بود — انگشت ز چاشنی جدا بود

بر گنج رسیدہ دزد را پائے — خازن شدہ[5] و خزینہ برجائے

چوں نقد خزانہ اشتلم کرد — دربشکن[6] اگر کلید گم کرد

[1] بیزک بفتح اول و ثانی بمعنی جمع قلیل و مردم کم کہ پیش پیش لشکر روند (برہان) ۱۲ حسرت

[2] بضم و کسر بمعنی خانہ (غیاث) ۱۲ حسرت [3] اے گرسنہ ۱۲ حسرت

[4] قمطرہ صندوق (غیاث) ۱۲ حسرت [5] شدہ یعنی برفت ۱۲ ش

[6] در را بشکن ۱۲ ش

افزوں ز طلب چو یافت مردم — شک نیست کہ دست و پا کند گم

مفلس کہ رسد بگنج ناگاہ — زافزونیِ حرص گم کند راہ

عاشق کہ گرفت مُژدهٔ خوابش — شربت دہی ار بود عذابش

دارو کہ پس از ہلاک باشد — بر جائے حریرہ خاک باشد

آب از پسِ مرگِ تشنہ جستن — ہم کار آید ولے بشُستن

چوں مردہ بود ہزار دستاں — چہ سود ز جلوهٔ گلستاں

بر خاکِ شہید گُل فشاندن — ایمن بود از درود خواندن

باز گشتن کبک خراماں از کوہ و نشتر پرندہ را پر بر جناح بستن و رشتهٔ دراز دادن و کبوترِ دیوانہ را پرگم داشتن

چوں بر سرِ چرخِ لاجوردی — خورشید نہاد رو بزردی

معشوقهٔ آفتاب پایہ — برداشت ز فرقِ دوست سایہ

بر عزم شدن ز جائے برخاست — عذرے بہزار لطف درخواست

او در سخن و رفیق خاموش — تاپاکِ[۱] دلش ببردہ از ہوش

حیرت زدہ مُہر بر دہانش — تب لرزہ گرفتہ استخوانش

دانست مسافرِ خردمند — کو را چہ شکنجہ شد زبان بند

[۱] تاپاک یعنی تپاک ۱۲ اشش

اندیشۂ او خطاب پنداشت — خاموشیٔ او جواب پنداشت

لختے کفِ پائے پُر زخارش — بوسید و گرفت در کنارش

غلطید بسے چو گنج بر خاک — پیچید بسانِ مارِ ضحّاک

پس محمل ناقہ چُست دربست — بکشاد عقال[1] و تنگ بربست

شد بر شتر و زمام بسپرد — شاہیں بپرید و کبک را برد

میرفت بچشم خونفشاں تر — خونابہ بچشم زو رواں تر

چوں ماہ ببرجِ خویشتن شد — واں سرو روندہ در چمن شد

در گوشۂ غم نشستہ مہجور — تن از دل و دل ز خرمی دُور

میزد نفسے جراحت انگیز — میسوخت جہاں بآتشِ تیز

چوں زلفِ شب از کلالہ تر — در دامنِ خاک ریخت عنبر

از پردۂ عروسِ مہ بروں جست — خواب آمد و چشمِ مردماں بست

بنشست وبِن خواب رفتہ — خوں ریخت ز چشمِ آب رفتہ

باشب ز رفیق راز میگفت — نامش میگفت و باز میگفت

از سوزشِ سینہ آہ میکرد — مہ را بفغاں سیاہ میکرد

میزد نفسے چو غم رسیدے — میخواند چو بلبلاں نشیدے

چوں خستہ شد از دلِ سیہ روز — گفت ایں غزل از درونِ پرسوز

ز بیدلاں

[1] عقال زنجیر و رسن ۱۲ ش

گریستن لیلی در ہوائے آشنا و موجِ درونہ را بدیں غزل[1] آبدار بر روئے آب آوردن

بازم غمِ عشق در سر افتاد — بنیادِ صبوریم در افتاد

بازایں دلِ خستہ دردِ نو کرد — خود را بو بالِ من گرو کرد

بازم ہوسے گرفت دامن — کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرۂ جگر سوز — بربست بروئے من درِ روز

خوں موجِ درونہ بر سر آورد — طوفاں زتنور سر برآورد

دُو دے کہ زشوق در بر اُفتاد — از سینہ گذشت و بر سر اُفتاد

طاقت برسید چند جوشم — آتش بدرونہ چند پوشم

گویند کہ تا کے از در و بام — گہ نامہ دہی و گاہ پیغام

آلودہ شدی بہر دہانے — افسانہ شدی بہر زبانے

بے درد کہ فارغ ست خنداں — کے داند حالِ دردمنداں

غافل کہ ہمیشہ بے خبر زیست — اوراچہ خبر کہ لیلی چیست

با ہر کہ دہم غمے بروں من — داند غمِ من ولے نہ چوں من

گیرم کہ بود بپردہ جایم — وز حجرۂ غم بروں نیایم

[1] مراد از غزل بیانِ دردست نکہ از غزل متعارف ۱۲ ش

این خانه شگاف نالهٔ زار | پوشیده کجا شود بدیوار
اکنون چه کنم حجابِ آزرم | کافتاده ز چهرهٔ برقع شرم
آنرا که درونه چاک باشد | از پردهٔ دری چه باک باشد
در مجلسِ عشق جام خوردن | وانگه غمِ ننگ و نام خوردن
دستِ من و آستینِ یارم | گو خلق کنند سنگسارم
شوریده که غرقِ حال باشد | رسوا شدنش جمال باشد
دیوانه که می گریزد از سنگ | دارد به یقین نشانِ فرهنگ
هر جا که بتے است در قبیله | با محرمِ خویش هم طویله
مسکین منِ مستمند و دلتنگ | محبوسِ بلا چو لعل در سنگ
هر کبک دری به تیز گامی | بر لاله و گل بخوش خرامی
الّا که منِ گسسته پیوند | چون مرغِ قفس بمانده در بند
پیوند ز دوستان کشادم | در طعنهٔ دشمنان فتادم
آنکو ز ہلاکِ جان نترسد | از طعنهٔ دشمنان نترسد
کاغذ چو شود نشانهٔ تیر | جز خوردنِ زخم نیست تدبیر
دف هر طرفے که رخ بتابد | از لطمه کجا خلاص یابد
عاشق که بزیرِ تیغ شد خم | از زخمِ زبان کجا خورد غم
زین پس من و یارِ مهربانم | گر تیغ کشند و گر زبانم

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

گر کشتہ شوم بہ تیغِ پولاد
بارے برہم ز دستِ بیداد

مرغے کہ بماند از پریدن
راحت بود دش گلو بریدن

افتادہ چو ریش ناقہ در گل
دانی کہ دواش چیست بسمل

ایں سر کہ برانقدم نساید
از تن اگر ش بُرند شاید

اے دوست کہ بے منی و بامن
آتش زدہ یا توئی و یا من

چوں شعلہ بجز سمنے دہد نور
بیگانہ نظارہ بیند از دور

افتادہ کہ سیل در ربودش
زافسوسِ نظارگی چہ سودش

زارم زغمت عظیم زارم
دستے کہ ز دست رفت کارم

گر تو دلِ شاخ شاخ[1] داری
بارے قدم فراخ داری

با زاغ و زغن چنانکہ دانی
شرح غمِ خویش میتوانی

بیچارہ منِ حصار بستہ
در زاویۂ عدم نشستہ

کنجے و غمے بسینہ چوں کوہ
زندانیِ تنگنائے اندوہ

گردم زنم از درونہ تنگ
ترسم کہ خورم زبام و در سنگ

شبہا کہ مہ از افق برآید
مہتاب ز روزنم در آید

چشمم بستارہ راز گوید
جانم غمِ رفتہ باز گوید

یادِ تو زمن بردچناں ہوش
کز ہستئ خود کنم فراموش

[1] شاخ شاخ ۔ پارہ پارہ (بہارِ عجم) ۱۲ حسرت

ناگاه که از خود آیدم یاد / باشم بهلاکِ خویشتن شاد
گر کرد زمانه بیوفائی / بارے تو مکن که آشنائی
بر سینه لگد مزن که پستم / عصمت مطلب نه من که مستم
خوں نابهٔ دیده آب من ریخت / دل هم سر خود گرفت و بگریخت
جانے ست نشانه گاهِ صد تیر / خواهیش بمان[۱] و خواه برگیر
گفتی که صبور باش مخروش / این قصه دلم نمیکند گوش
اے دوست ز دوست دور بودن / وانگاه بدل صبور بودن
چوں من بهلاک جاں سپردم / دور از تو ز دوریِ تو مردم
از آهِ تو گر به مه رسد دود / در خاک مرا کجا کند سود
تا جاں ز تنم عناں نتابد / مشمار که دل خلاص یابد
خر کے رهد ار چه گشت نالاں / تا سر ننهد بزیرِ پالاں
هر چند ز بختِ خود بجانم / هر جور که بینم از تو دانم
دامن که ز کهنگی بجنبد / تهمت بزبانِ خار بندد
عشقت ز دلم که سر بجوں برد / آزارِ فلک همه بروں برد
سوزن که ز پا بروں کشد خار / با هم سرِ خود شود بپیکار
ما نطعِ حیات در نوشتیم / تو دیر بزی که ما گذشتیم

---

۱ بمان اے بگذار ۱۲ اش

حاضر شدن مجنون در غیبت لیلی و بحضور خیال بحضور آمدن و سرود حسرت گفتن و دست بر دست زدن

گوینده چنیں فگند بنیاد — ق — کاں لحظه کز آں غریبِ ناشاد
معشوقِ عزیز روے بنهفت — آں کشته بخوابِ بیخودی خفت
از زندگیش نبود اساسے — تا از شبِ تیره رفت پاسے
باز آمد چوں رمیده راهوش — اُفتاد درو نه باز در جوش
آں سایهٔ آفتاب گشته — رو شسته بخونِ آب گشته
غلطید بخاک چوں گیاے — میزد بهلاک دست و پاے
میکند بصد شکنجه جانے — میزد بهزار غم فغانے
کوبے که بهولِ جاں خورد مرد — بر بسترِ ایمنی کشد درد
نے مرده نه زنده بود تا روز — چوں نم زدن شعلِ جگر سوز
چوں مرغِ سحر شد ارغنوں ساز — از موذنِ کو برآمد آواز
شد پردهٔ ظلمت از هوا دور — رو شست جهاں به چشمهٔ نور
آں خانه فروش کیسه پرداز — آمد قدرے بخویشتن باز
افتاں خیزاں زجاے برخاست — بکشاد دو دیده در چپ و راست
میگشت ولے خراش خوردن — چوں خسته دو رباش خوردن

زاں زخم کہ بر جگر رسیدش خوں از رہِ دیدہ می دویدش
لختے چو زبیدلی فغاں کرد آہنگ نشیدِ عاشقاں کرد
از ناوکِ سینہ سنگ می سفت ویں زمزمۂ فراق می گفت

آہ کردنِ مجنوں از درونۂ پرسوز و غزلِ دود اندود از دودکشِ دہان بیروں دادن

غزل

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہم آبیم نورے نہ و یارِ آفتابیم
چوں گل بخوشی بخندہ کوشیم ہر چند لباسِ ژندہ[1] پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منتِ تاج سر فرازیم بے زحمتِ دست عشقبازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جائے روبیم بر نغمۂ جغد پائے کوبیم
بے عبرہ[2] تراز دہِ خرابیم بے آب تر از بطِ شرابیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ ما راست کلیدِ آں خزینہ

[1] ژندہ دلق ۱۲ اش [2] محصول (چنگی وغیرہ) ۱۲ اش

دل خستہ و گریہ خونِ ناب است — ہاں گر ہوس مئے و کباب است
یارب چہ خوش ست نالۂ زار — خاصہ ز درونہائے افگار
اے آمدہ و گذشتہ ناگاہ — بختم ز تو ماند دست کوتاہ
تا در تنِ من نشانِ جاں بود — مہرم ز دلِ تو برکراں بود
از حالِ من انکہ آمدت یاد — کافگندہ غمم خلل بہ بنیاد
بیمار کہ کوچ کرد جانش — چہ سود گلاب و ناردانش[1]
ناخواندہ رسیدن اینچہ سازست — ناگفتہ گذشتن اینچہ نازست
گیرم نکنی شکر فشانے — کم زانکہ بغنیمت زمانے
جانم ز فراق بر لب آمد — می آئی و یا بروں خرامد
جز نیم دمے نماند حالی — باز آئے کہ خانہ گشت خالی
تنگ آمدہ ام ز جان بدخوئے — بیگانہ چہ میکند دریں کوئے
گفتی کہ صبور شو بدوری — دوری ز تو وانگہے صبوری
بنمائے رخ چو یاسمینم — بنواز بشربتِ پسینم[2]
عشقِ تو مفرحِ جہان ست — ویں سوختہ را ہلاکِ جان ست
خیزم ز تو من دلم بخیزد — کس نیست کہ خونِ من بریزد
گر جور کنی وگر کنی ناز — اینک من و دل بہر دو دمساز

ازوید — از تغزلاتش

[1] ناردان انار دانہ ۱۲ ش [2] شربتِ پسیں شربتِ مرگ ۱۲ ش

تیغم بزن آستاں بکن پاک   بگذار کہ بر درت شوم خاک

گر خود بتلطفم دہی دست   یا خود بعقوبتم کُنی پست

دل بر نکنم ز آشنائی   عمدا نکنم خلافِ رائی

ہر چند کہ آں رُخِ دل آئینہ   بنشاند مرا بر آتشِ تیز

از بندگیٔ چناں جمالے   آزاد نہ ام بہیچ حالے

گنجینۂ عشق شد وجودم   بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آں روز   کز دودِ غمت نباشدم سوز

دل رفت کہ با غمت برآید   تا زیں دو کدام بر سر آید

گیرم خوش و شادماں تواں زیست   ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

بینم چو ترا بجانِ پرشوق   خود را بکنار گیرم از ذوق

چوں[1] باشد رغبتِ کنارم   خود طاقتِ دیدنت ندارم

تا نامِ تو بر زباں نیاید   در قالبِ مردہ جاں نیاید

بندے بسر زباں ندارم   کیں دل کند و من آں ندارم

پوشیدنِ غم ز من نخیزد   ہر چیز کہ پُر بود بریزد

زیں پس مطلب ز من کفایت   کز دست بروں شد ایں ولایت

پندار چہ صلاحِ کارِ مردست   بر دل شدگانِ عشق دردست

از دود

[1] چوں یعنی چگونہ ۱۲ حسرت

زاں سینہ کہ عشق مجلس آراست — اندیشۂ نام و ننگ برخاست

اشکے کہ بعشق گرم پوید — از دل رقم صلاح شوید

پولاد کہ سنگ را کند خورد — زاں شیشہ درست چوں تواں برد

عشق اول کار دلنوازیست — چوں تافت عناں سخن راز دست

طوفاں کہ سخن بہ ابر گوید — اوّل کف پائے خلق شوید

چرخم زدہ دیدہ خوں رواں کرد — با چرخ ستیزہ چوں تواں کرد

فریاد کہ جاں زغم زبوں شد — وز خنجرۂ دیدہ دل بروں شد

ایں تن کہ خمیدہ بود بشکست — واں دل کہ نداشتم شد از دست

سیلاب بلا برآمد از فرق — کشتیم چہ سود چوں شدم غرق

ایں آہِ سحر کہ میزنم نرم — بازار رحیل میکنم گرم

برسوز دلم کہ رستخیز است — انگشت منہ کہ شعلہ تیزست

من بے تو بدیں سیاہ روئی — بے من تو چگونہ نکوئی

اے غنچۂ تنگ خوئے چونی — اے دشمنِ دوست روئے چونی

چشمِ سیہت بناز چونست — خوابت بشب دراز چونست

درخونِ کہ میشوی سبک خیز — برجانِ کہ میزنی مژہ تیز

از دستِ کہ بادہ می ستانی — در بزم کہ جرعہ می فشانی

گشتم بدرت چو خاک ناچیز — یک جرعہ بریز بر سرم نیز

یارے کہ بمہر دلنواز ست | ناگفتہ بداند آنچہ راز ست

بخشندہ کہ آستیں کشاید | ناخواستہ بخشد آنچہ باید

گل برنارسیدہ گستاخ | چوں پختہ شود خود افتد از شاخ

بس وعدہ کہ داد بخت بدرام[1] | کت از مے وصل خوش کنم کام

آمد بمن آں شراب گلرنگ | لیکن چو فتاد شیشہ بر سنگ

از روئے تو ہرچہ دید جانم | بر روئے تو گفت چوں توانم

ہر قطرۂ خوں بریں رخ زرد | پندار کہ چشمہ ایست از درد

از دیدہ رود چو جوئے خونم | شیراں نکشند بوئے خونم

از شعلۂ آہ در دہانم | پُر آبلہ بیں ہمہ زبانم

مارا بامان گر از تو رہ نیست | تو غمزہ زنی ترا گنہ نیست

سیاف[2] کہ خوں بعنف ریزد | رحمت بدلش چگونہ خیزد

شادم برخت کہ غم کند کم | پیش چو توئی و انگہے غم

ور غم رسد از تو نیز شادم | ایں شادی و غم ہمیشہ بادم

مہر تو در استخوان من باد | درد تو دوائے جان من باد

مجنوں چو بدید دم دل انگیز | از سینہ بروں زد آتش تیز

کوہ از جگرش بخوں در آمد | فریاد ز وحشیاں بر آمد

---

۱ سرکش و آراستہ (برہان) ۱۲ حسرت ۲ سیاف جلاد عنف درشتی ۱۲ ش

هر روز بدین نیاز مندی	میگشت به پستی و بلندی
شب تا سحر و ز صبح تا شام	یک لحظه دلش نکردے آرام
در دل غم دوست داشت تا مُرد	وان لحظه که مرد با خودش بُرد
روزے که زمان عمر در گشت	جان بر سر دل نهاد و بگذشت

خواهش کردن لیلی با سروقدان همسایه سوئے بوستان و شناختن آن آزاده نوبران را و زبان سوسن کشیدن و غزلے جگراندوز از یک اندازهائے مجنون به آواز نرم روان کردن و بر دل لیلی زدن و کاری آمدن و باز جست کردن لیلی طبرگی بلبل خارنشین خود را و آزمودن آن راوی تعطش لیلی را سوئے خونابهٔ مجنون و مرگ مجنون غلبه کردن و سوخته شدن لیلی و بگرمی در خانه باز آمدن و به تپ اجل گرفتار شدن

گوینده این حدیث زیبا	زین گونه نگاشت روئے دیبا
کان زهرهٔ شب نشین بے خواب	چون در غم دوست بد بیتاب

چوں غمزدگاں بدردمی بود
با نالہ و آہِ سرد می بود

ہر گریہ کہ کرد موجِ خوں ریخت
ہر دم کہ زد آتشے بروں ریخت

با سایۂ غمِ درازمی گفت
در پیشِ خیال راز می گفت

ہر چوب زجِحر ہائے دردش
زر چوبہ[1] شدہ ز رنگِ زردش

ہر روزن و درزِ جلوہ گاہش
تاریک شدہ ز دودِ آہش

ہر غمزہ کہ زد ز چشم بدکیش
خوں ریخت وے[2] ز دیدۂ خویش

چشمے کہ بگریہ ریش میکرد
زاں بادہ خمار بیش میکرد

بے وسمہ کمانِ ابروانش
بے سرمہ دو چشمِ ناتوانش

از داغِ غمش درونہ خستہ
داغِ کلفش[3] برخ نشستہ

کلفش کہ سیاہ فام کردہ
نسبت بمہش تمام کردہ

نے کلفہ کہ سایہ بد بمہتاب
نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

غلطاں ہمہ شب چو صد سال
پہلو پہلو چو قرعۂ فال

خالی شدہ از جلا جمالش
معزول شدہ ز جلوہ خالش

از کوفتنِ رُخِ جمیلش
بر رخ بدل[4] سپیدہ نیلش

زاں روئے کہ داد چرخ را نور
با آں ہمہ نیل چشم بد دور

مقنع چو درونہ چاک گشتہ
گلگونہ فتادہ خاک گشتہ

اندرونے

اندوہگیں از حال [illegible]

[1] زرچوب ہلدی ۱۲ ش [2] اے چشم گریاں ۱۲ حسرت
[3] کلف تیرگی یعنی جھائیں ۱۲ ش [4] بدل، بدلہ عوض ۱۲ ش

پیرایۂ زر چو سنگ ماندہ — آئینۂ چیں بزنگ ماندہ
گشتہ خمِ طرۂ چو شمشاد — از زخمِ زبانِ شانہ آزاد
بیخویش ز گفت و گوے خویشاں — وز طعنہ چو زلفِ خود پریشاں
غم را بدرونہ بند میکرد — دل بر سرِ غم سپند میکرد
غم گرچہ بگفت دردناکست — در سینہ گرہ زدن ہلاکست
دل دوختنِ غم ارچہ خونست — لب دوختن آفتِ زبونست
گردد چو تنور بستہ سرگرم — پولادِ درشت ازکند نرم
دیگے کہ درونہ شد بجوشش — کف بر دہن آید از خروشش
دشنہ بجگر فرو تواں خورد — سخت ست فرو خوردنِ درد
آنرا کہ بود بسینہ جانے — خیزد زجراحتش فغانے
مردہ است کہ بے خروش باشد — نشتر خورد و خموش باشد
از گوشت تہی کنند خواں را — خوردن کہ تواند استخواں را
بیم ار نبود ز آخریں خواب — در دل چہ سناں چہ قطرۂ آب
دل سوختہ چوں کند نہاں راز — کش می تراود اشکِ غمّاز
آں خم کہ دروں بود زلالش — بیروں گذر دنم از سفالش
گر دم نزند لبش ز بیداد — رخسارہ سخن کند بفریاد
بیروں محکِ درونہ باشد — عنواں ز غرض نمونہ باشد

مشک ارچه بود به پوست خونش ۔۔۔ بویش خبر آرد از درونش
کانونِ[1] تو شد چو آتش اندود ۔۔۔ ہمسایۂ تو بگرید از دود
آں کبکِ قفس نشینِ محبوس ۔۔۔ بے جلوه چو پر شکسته طاؤس
از بند قفس چو آمدی تنگ ۔۔۔ کردے بطوافِ وادی آہنگ
بر پشتِ جمازۂ سبک خیز ۔۔۔ از حجرۂ غم بروں شدے تیز
با چند پری وشِ بہشتی ۔۔۔ راندے بسرابِ دشت کشتی
گفتے غمے از شکسته حالی ۔۔۔ کردے بسخن درونه خالی
لختے ز ہراسِ نقشِ بیناں ۔۔۔ در گوشه شدی ز ہم نشیناں
با سبزه ز دوست راز گفتے ۔۔۔ با سرو غمِ دراز گفتے
ہر مرغ که در ہوا پریدے ۔۔۔ مقنع ز نوائش بر دریدے
شب چوں سوئے خانه باز گشتے ۔۔۔ بازش غمِ دل دراز گشتے
چوں شمع ز غم فسرده میبود ۔۔۔ شب سوخته روز مرده میبود
روزے ز غم اندراں زبونی ۔۔۔ تنگ آمد از اندۂ درونی
از کنج سرائے آتش اندود ۔۔۔ سرگشته بروں شتافت چوں دود
خوباں که بدند ہم نشینش ۔۔۔ گشتند بہمرہی قرینش
رفتند بہم پئے جمیله ۔۔۔ در نخلستانِ آں قبیله

[1] کانون آتشدان (غیاث) ۱۲ حسرت

گہ بر رخِ یاسمیں خمیدند　　گہ در تہِ شاخِ گل خزیدند

ہر شاخ گلے شگوفہ پرورد　　لیلی بمیانہ چوں گلِ زرد

ہر غنچہ کشادہ لب بخندہ　　لیلی چو بنفشہ سر فگندہ

ہر لالہ ببوئے مشک گشتہ　　لیلی چو نہالِ خشک گشتہ

ہر بت رطبے زبار می خورد　　لیلی ز زمانہ خار می خورد

ہر سرو ز جو بجامہ میرست　　لیلی ز سرشک جامہ می شست

ہر کبکِ رواں بناز مائل　　لیلی چو تدروِ نیم بسمل

لختے چو درآں بساطِ گلروئے　ق　گشتند میانِ سبزہ و جوئے

از گرمیِ آفتابِ سوزاں　　در سایہ شدند نیم روزاں

در انجمنے کہ رشکِ مہ بود　　یک سایہ و آفتاب دہ بود

شخصے ز موافقانِ مجنوں　　صافی گہرے چو دُرِّ مکنوں

از سوزِ رفیق سینہ پرداغ　　میگشت بجلوہ گاہِ آں باغ

بشناخت کہ آں بتاں کدامند　　ہر یک بچہ نسبت و چہ نامند

در حلقۂ شاں نمود میلے　　شد در پئے آزمونِ[1] لیلے

کاں بادہ کہ کرد قیس را مست　　در لیلی ازاں سراپئے ہست

در گلشنِ آں بہارِ خنداں　　برداشت نوائے دردمنداں

[1] آزمون آزمائش ۱۲ ش

سوزاں غزلے رقیق و دلکش — میگفت چو شعلہائے آتش

زاں زمزمۂ جراحت انگیز — میزد بجگر زبانۂ تیز

خوباں کہ نوائے او شنیدند — در پردۂ جامہ جاں دریدند

زاں نغمہ شدند دور از آرام — چوں آہوئے ہند و اشتر شام

معشوقہ چو نام یار بشنید — واں نالۂ جاں فگار بشنید

شوریدہ ز جائے خویش برخاست — ستر ادبش ز پیش برخاست

درپیش غزل سرائے شد زود — رخسارہ بہ پشت پائے او سود

گفت از سر گریہ اے نکوروئی — بیگانہ نما و آشنا خوئی

دانم کہ بدیں دم ہنرمندے — داری خبرے ز درد مندے

زیں نو غزلے کہ کردی آغاز — نو گشت مرا غم کہن باز

زاں غمزدہ کیں ترانہ رانی[1] — مارا خبرے دہ ار توانی

کز دست دل ستم رسیدہ — چون ست میان خون دیدہ

منزل بکدام غار دارد — بستر بکدام خار دارد

ہم خانۂ او کدام مور ست — ہمخوابۂ او کدام گور ست

سینہ بکدام داغ دادہ ست — دیدہ بکدام زاغ دادہ ست

بالائش بغار تنگ چون ست — پہلوش برقوئے سنگ چون ست

[1] ترانہ رانی یعنی می سرائی ۱۲ ش

باکیست بروز تیرہ رازش | چوں میگذرد شب درازش
دارد بار گر خیال میلے | یا ہم بخیال روئے لیلے
بشنید چو آں سخن خردمند | بکشاد بآزمون دمے چند
گفت اے زوفا سرشتہ جانت | قاصر ز حدیث دل زبانت
آں یار کہ ہمراوست این گفت | دل زاندہ او بیادت آشفت
کز تو شدہ بود دور و مہجور | دور از تو ز خویش نیز شد دور
دل را بتو دادہ بود آزاد | جاں نیز بہ بیدلی ترا داد
تا زیست نظر بسوئے تو داشت | چوں مرد ہم آرزوئے تو داشت
زاں رہ چو گذشت بے حمایت | ہمرہ نشدش مگر خیالت
چوں با تو نگشت دوش با دوش | با خاک سیاہ شد ہم آغوش
ہمخانۂ عشق نازنین ست | ہمخوابۂ[1] رائگاں زمین ست
بگرفت بخوابگہ قرارے | وز بیخوابی برست بارے
ہست از تو بخواب نیز بیتاب | می بیند خوابت[2] اندراں خواب
آنرا کہ برآمد از غمت ہوش | ہاں تا نکنی ز دل فراموش
لیلی چو شنید ایں سخن را | درخاک فگند سرو تن را
میزد سر و پائے دوست بر خاک | چوں مرغ بریدہ سر بتاپاک

[1] یعنی چیزے کہ بیکار باشد پیوند خاک میشود ۱۲ حسرت
[2] در خفتن ہم خواب تو می بیند ۱۲ ش

گوینده نادرست پیمان | از گفتهٔ خویش شد پشیمان

چندان که نموده استواری | پیوسته نگشت زخم کاری

رخنه که بدل شد و جگر هم | انباشته کی بود بمرهم

در تن چو رگِ حیات بگسست | از حیله کجا گره توان بست

خوبانِ دگر که حال دیدند | از هر طرفی فرا دویدند

شوریده زخاک بر گرفتند | فریاد و نفیر در گرفتند

بیخویشتنش بخانه بردند | زانگونه بمادرش سپردند

شد پیرزنِ جگر دریده | زان تیره نفس نفس بریده

افتاد برو چو خس بر آبی | یا بر سر آتشی کبابی

نتوان زجگر برید پیوند | دیدن نتوان خراشِ فرزند

صفتِ برگ ریز و دوادو[1] بادِ خزان و از سببِ صدماتِ حوادثِ دوران سر نهادن سروِ لیلی در خاک و بے بالش ماندن

آمد چو خزان بغارتِ باغ | بنشست بجای بلبلان زاغ

رخسارهٔ لاله پر زچین گشت | آئینهٔ آب آهنین گشت

هر غنچه که جلوه کرد گستاخ | در ریختن آمد از سرِ شاخ

۱؎ تگ و دو ۱۲ حسرت

پُر برگ شدہ زمینِ گلزار   چوں مجلسِ کرماں[1] ز دینار

ریزاں گل و لالہ شست در شست   مالیدہ چنار دست بر دست

ہر سوئے برہنہ گلستانے   چوں راہ فتادہ[2] کاروانے

ز آسیبِ طپانچہائے صرصر   غلطاں بزمیں شگوفۂ تر

منقارِ کلاغ بر سرِ گل   مقراض شدہ بپرّ بلبل

خفتہ علمِ شگوفہ بر خاک   عباس شدہ درختِ[3] ضحّاک

شیرازۂ گل گرہ کشادہ   ہر سو ورقے بروں فتادہ

ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے   از خندۂ شکّریں ترش روئے

برگے کہ ز باد شد گریزاں   ہر گوشہ دواں فتان و خیزاں

نرگس کہ بخواب چشم بستہ   از بانگ زغن ز خواب جستہ

سوسن ز غبارِ سینہ پر خار   کآزادۂ و باخساں سر و کار

رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے   پیمانۂ لالہ باد پیمائے

در زلزلہ سروِ راست خانہ   چوں مردمِ راست در زمانہ

گیسوئے بنفشہ خاک بوساں   چوں زلفِ خمیدۂ عروساں

نسریں بلبِ زمانہ خوردن   وز شاخ بتا زیانہ خوردن

درہم شدہ جعد سنبل از باد   شانہ طلب از درختِ شمشاد

---

۱ صاحبان اکرام ۱۲ حسرت ۲ غارت شدہ و راہ زدہ ۱۲ حسرت ۳ یعنی درختے کہ از شگفتگی گلہا بسیار خندہ زن بود از اثرِ خزاں بسیار عبوس و پژمردہ گشت ۱۲ حسرت

ناگه بچنیں شگوفه ریزے | افتاده گلے برستخیزے

لیلی که بهارِ عالمے بود | از چشمهٔ زندگی نمے بود

آتش زده گشت نوبهارش | وز آب برفته چشمه سارش

آں ریشِ کهن که در جگر داشت | جاں بر دکه سوئے جاں گذر داشت

آں دل که شدش بعشق پامال | جاں نیز رواں شدش بدنبال

آمیخت بسروِ نوجوانش | بیماری جسم ناتوانش

شعله ز تنش چناں برآمد | کش دود ز استخواں برآمد

پهلو بکنارِ بستر آورد | سرپوشِ اجل بسر درآورد

گشتش تنِ گوهریں سفالیں | وز بسترِ رنج ساخت بالیں

چشمش که همی بخواب در گشت | در بندِ غنودنِ دگر گشت

در آتشِ تب فتاده نعلش | یاقوتِ کبود گشته لعلش

گشتش خوے تب رواں تعجیل | هم وسمه ز روئے شست و هم نیل

گیسو ز شکنج ناز ماندش | نرگس ز کرشمه باز ماندش

شد تیره جمالِ صبح تابش | وافتاده بزردی آفتابش

تب لرزه بسوخت روئے چوں باغ | تبخاله نهاد برلبش داغ

هم رنج تن و هم اندهِ یار | یک جاں بدو غم شده گرفتار

در تلوسه[1] چنیں جگر سوز | میدید عقوبتے دو سه روز

از رنج نشست

[1] تلوسه بر وزنِ وسوسه مخفف تلواسه که اضطراب و بیقراری و اندوه باشد (برهان) ۱۲ حسرت

چوں شد که آنکه مرغِ دمساز — از بندِ قفس شود بپرواز

زاں شعله که زد بجانش آذر — بگشاد جریده پیشِ مادر

کائے دردِ من اندُه نهانت — واندیشهٔ من خراشِ جانت

زیں غم که برائے من کشیدی — آزرده شدی و رنج دیدی

ناچار چو خونم از تنِ تست — بارِ دلِ من بگردنِ تست

رنجے که نهند بر نهادم — لابد تو کشی که از تو زادم

کارے که مرا بود بصورت — آں کار ترا فتد ضرورت

در خوشه فتد چو آتشِ تیز — از وے تنه را چه جائے پرهیز

هر گه که جگر خراش گیرد — قالب چه کند که گر نمیرد

تیمارِ مرا که پے فشردی — زحمت ز قیاس بیش بردی

وقتست کنوں که خیزم از پیش — زایل کنم از تو زحمتِ خویش

عذرت بکدام رسائے خواهم — مزدت مگر از خدائے خواهم

چشمت پس ازیں نمے مبیناد — بعد از غمِ من غمے مبیناد

بردار ز بستر هلاکم — وز آبِ دو دیده شوئے پاکم

از آتشِ سینه سوز عودم — وز بوئے جگر رساں درودم

خوں ریز بروئے مشک بویم — تا غازهٔ تر شود برویم

گل زن بجبیں بروئے خویشم — کافور فشاں ز موئے خویشم

چوں از پئے مرقدم نہانی　ق　پوشی بلباسِ[1] آں جہانی

از دامنِ چاکِ یارِ دلسوز　　یکپارہ بیار و برکفن دوز

تا با خود از آں مصاحبِ پاک　　پیوندِ وفا برم تہِ خاک

چوں نوبتِ آں شود کہ از تخت　　لیلیٰ بجنازہ برنہد رخت

کم کن قدرے رقیبِ ما را　　و آوازہ دہ آں غریبِ ما را

کاید چو شہاں دریں عروسی　　لب ساز کند بفرق بوسی

در جلوۂ من کند نظارہ　　وز سینہ برآورد حرارہ

از رُخ بزمیں شود زر افشاں　　وز گریۂ تلخ شکّر افشاں

رنگیں کند از جگر قبا را　　خونیں کند از نفس ہوا را

قاری شود از نفیرِ دلدوز　　مطرب شود از ترانۂ سوز

از گریہ رواں کند دو رودے　　وز نالہ برآورد سرودے

او نغمۂ غم زند بنامم　　من رقص کناں بروں خرامم

آید قدرے چو مہربانان　　تا حجرۂ خوابگاہِ جاناں

وانگہ بوفا چنانکہ داند　　ہمخوابہ شود اگر تواند

در زندگی ار نبود کارے　　در خاک بہم بویم بارے

گو آنچہ کہ گفتی ار یقین ست　　بشتاب کہ وقتِ آں ہمین ست

[1] لباس آنجہانی کفن باشد ۱۲ حسرت

اینک رخ اگر جمال خواہی — وانیک من اگر وصال خواہی
شورے زدو کالبد برانگیز — تن با تن و جاں بجاں درآمیز
رنج دو جراحت اندکے کن — خونِ دو شہید را یکے کن
گر از دمِ سرد سر دم اے دوست — خوں سرد نشد ہنوز در پوست
با گرمئ خونم آر در بر — پیوند بہ خونِ گرم بہتر
در دل نشود کہ بر من آئی — چوں جاں بدریچۂ تن آئی
گیری کمِ[1] دوست چوں گراناں — جاں دوستر است بود زجاناں
از مردۂ تو بر نگردم — زانروئے کہ در وفات[2] مردم
ہر کس پئے زندگاں گزیند — کس روئے گذشتگاں نہ بیند
یا آنکہ کنند نالہ و شور — نتواں پسِ مردہ رفت در گور
با ایں ہمہ من بمنزلِ خویش — خالی نکنم ز تو گلِ خویش
چوں خاک شود وجودِ پاکم — برباد دہد زمانہ خاکم
با بادِ صبا غبار گردم — گردِ سرِ کوئے یار گردم
گویند کہ گرد باد در دشت — جانیست ز تن رمیدہ در دشت
من نیز بجاں دہم کشادے — گردم بسرت چو گرد بادے
لیکن چو تو آنکسی کہ با دوست — ہمخوابہ بجاں شوی بیک پوست

[1] ترک و نقصان ۱۲ حسرت [2] اے در وفائے تو ۱۲ حسرت

عمریست که جانِ تو بغم بود | در جستنِ همرهِ عدم بود
بشتاب که سوئے آن خرابی | همراهِ دگر چو من نیابی
همره چه بود که جانِ چون نوش | همخوابه و همدم و هم آغوش
آن راهِ دراز گاه و بیگاه | ز افسانهٔ غم کنیم کوتاه
چندان ز تو انتظار بردم | کاندر رهِ انتظار مردم
و امروز که گشت جان سبکپائے | من مردہ و انتظار بر جائے
دوری منمائے بیش ازینم | کز کتمِ عدم رخِ تو بینم
منشیں که بساط در نوشتم | تو زود بیا که من گذشتم
گفت این سخن و ز حال در گشت | وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش که میانِ موجِ خون رفت | مجنون گویان ز تن برون رفت
او رفت ز دهر عمر فرسائے | وان کیست که خواست ماند بر جائے
هیچ است جهانِ پیچ در پیچ | داننده نظر نکرد در هیچ
رنگیں منگر گیاه این کشت | کاوّل سمن ست و آخر انگشت
همسایهٔ مرگ شد حیاتش | همشیرهٔ زهر شد نباتش
هر سرو و گلے که روید از خاک | فردا همه هیزم است و خاشاک
اے آنکه چو غافلان بخوابی | تا دل ننهی برین خرابی
هان تا نخوری فریبِ ایام | کانگه بردت که دادت آرام

این پرشده گنبدِ مدور / دارد دو در ار چه هست بی در

هرکز دو درش برون نشست است / از ششدرهٔ زمانه رسته است

چون لیلی را ز هفت پرکار / در ششدره گشت مهره مردار

جائی که گرفت راه در پیش / جز عشق نبرد توشه با خویش

زین خانه که رخنه گاهِ دزد است / زادی که بری همانت مزد است

چون رفتنی ایم ازین گذرگاه / آن به که بریم توشهٔ راه

یارب چو بری ازین سوادم / زایمانِ درست بخش زادم

زین مرحله نیست همرهم کس / جز بدرقهٔ عطای تو بس

خبر یافتن مجنونِ دردمند از بیماریِ لیلی و از حلقهٔ سگانِ بیابان زنجیر گسستن و بحلقه زدنِ درِ لیلی در آمدن و از پیش جنازهٔ لیلی در جلوهٔ رحیل دیدن و نثارِ شاهانه از دیده ریختن و بمصاحبتِ محافهٔ عروسِ خود سوی شبستانِ لحد بر عزمِ خلودِ صحبت روان شدن

خوانندهٔ این خطِ کهن سال / زین گونه نمود صورتِ حال

کان بُت چو ازین سرای غم رفت / با همرهِ عشق در عدم رفت

مادر چو بدید حالِ لیلی / برداشت بنوحه وای ویلی

آہے زجگر چناں برآورد — کاختر ز دمش فغاں برآورد

افتاد زغم چو خاک بر در — وز درد فگند خاک برسر

از کندن موہہائے پرنور — میریخت بجسم مُردہ کافور

پرکالۂ تر ز روئے می کند — وز بہر سرشک تجئے می کند

سر میزد و رُخ خراب میکرد — ناخن بحنا خضاب میکرد

زاں مشغلہ کش بروئے میرفت — خونابۂ رُخ بجوئے میرفت

خویشاں ہمہ آمدند دلتنگ — رخسارہ زخونِ دیدہ گلرنگ

کردند بدرد پیرہن چاک — دستارِ شرف زدند برخاک

مجنوں زخبر بروفادار — آگہ شدہ بُد ز زحمت یار

آزردہ دل و جگر دریدہ — بر در بعیادتش رسیدہ

کامد ز درونِ در نفیرے — وز خانہ پدید شد سریرے

لیلی گویاں برادر و خویش — ایشاں زپس و جنازہ در پیش

بردند بروں جنازۂ ماہ — برخاست فغاں زکوچہ و راہ

یکجا شدہ مرد و زن فراہم — پروین و بناتِ نعش باہم

عاشق کہ نظارۂ چناں دید — برداشت قدم کہ ہمعناں دید

در پیشِ جنازہ رفت خنداں — نے درد و نہ داغِ دردمنداں

از دیدہ رہِ جنازہ میرفت — می گفت سرود و پائے میکوفت

نظم از سرِ وجد و حال میخواند — خوش خوش غزلِ وصال میخواند

کالمنة للہ از چنیں روز — کز ہجر برست جانِ پرسوز

در بزمِ وصال خوش نشستیم — وز دردِ فراق باز رستیم

در گل نه ازیں سفال[1] سائیم — بل غالیۂ وصال سائیم

وصلے کہ درو (از زاید ۱۲) قربِ جانی — نے گنجد جاں نہ زندگانی

بے منتِ خلق چارہ سازیم — بے طعنۂ خلق عشق بازیم

ق

سرِ وے کہ کشیدہ داشت بالیں — از صحبتِ ایں تنِ سفالیں

وقتست کہ خانہ سازد اکنوں — ریحانِ وے از سفالِ مجنوں

بے منت دیدہ روئے بینیم — بے زحمتِ لعل بوسہ چینیم

آں دست کہ از جہانش بداریم — در گردنِ یکدگر در آریم

ہمخانہ شویم موئے در موئے — ہمخوابہ شویم روئے بر روئے

زیں خوابِ رازِ بے ملامت — سر بر نکنیم تا قیامت

پوید بخزینه[2] پاک با پاک — ماند بحظیرہ[3] خاک با خاک

باید لحدے بہ تنگی آراست — تا ہر دو جسد یکے شود راست

گر فرجۂ خاک تنگ پایہ است — بستانِ عدم فراخ سایہ است

بنود منِ خستہ را دریں شور — خلوت کدۂ نکوتر از گور

---

[1] سفال اے جسمِ خاکی ۱۲ حسرت [2] اے عالمِ برزخ ۱۲ حسرت

[3] حظیرہ بفتحِ اے مقبرہ ۱۲ ش

نے از شغبِ مزاحماں جوش — نے بانگِ رقیب در بنا گوش
نے عربدۂ فسردہ[1] جاناں — نے سنگِ ملامتِ گراناں
نے بینشِ دیدیاں بافسوس — نے دیدہ کشی زچشمِ جاسوس
افتادہ دو یارِ داغ دیدہ — وز غم باجل فراغ دیدہ
اے کامدۂ بطعنِ مجنوں — مروت خوانم گر آئی اکنوں
وے دشمنِ خندہ زن زحد بیش — میخند کنوں ولیک برخویش
وے دوست کت اشک در روانی ست — مگری بغمے کہ شادمانی ست
چندانکہ زبہرِ من زنی وائے — در نوحۂ لیلی اندرا فزائے
ہر گریہ کہ بہرِ من کنی ساز — موجِ گہرش بلیلی انداز
موئے کہ کنی بموئیہ[2] من — بر پا دکمندِ زلفِ او کن
در ماتمِ ار بسر کنی خاک — از شارعِ آں جنازہ کن پاک
بر من چو دعا دمی دریں دم — نے بر سوئے من کہ سوئے او دم
عفوے کہ بخواہیم ز درگاہ[3] — نے از پئے من کہ بہرِ او خواہ
در توشۂ من کہ نمک بیز — از چاشنیٔ غمش نمک ریز
حلوا کہ فرستیم بپا پے — نامِ لبِ او نویس بر وے
زاں بوسہ بخاکش از حد افزوں — گوئیش برساں بروحِ مجنوں

[1] فسردہ جاناں اے گراں جاناں ۱۲ حسرت [2] موبیہ گریہ و نوحہ (برہان) ۱۲ حسرت
[3] اے از درگاہِ الٰہی ۱۲ حسرت [4] اے بخاک بگو ۱۲ حسرت

رہ ارچہ قیامتےست سویش ۔۔۔ دردم ز دنے رسم بکویش

زین پا حدِ راہ راینایم ۔۔۔ جاں پائے کنم بروشتابم

اے جانِ عزیز دل میناز ۔۔۔ کانجانِ عزیز یافتم باز

زینساں ہمہ رہ ترانہ میزد ۔۔۔ رقصِ خوشِ عاشقانہ میزد

آنرا کہ درونہ زندہ وش بود ۔۔۔ زین زمزمۂ فراق خوش بود

وانکس کہ نداشت لذّتِ درد ۔۔۔ درگریۂ زار خندہ میکرد

خلقے بگماں کہ مردِ بیہوش ۔۔۔ از بیخودی آمدہ است درجوش

وین دردِ کس نہ کو بصد خواست ۔۔۔ افسانۂ گفتہ راکند راست

میرفت بداں ترنم و تاب ۔۔۔ تا خوابگہِ نگارِ خوش خواب

چوں شد گہِ آنکہ دورِ افلاک ۔۔۔ درخاک نہد ودیعتِ خاک

گریاں جگرِ زمیں کشادند ۔۔۔ واں کانِ نمک درو نہادند

مجنوں زمیانِ انجمن جست ۔۔۔ وافتاد بدخمۂ[۱] لحد پست

بگرفت عروس را در آغوش ۔۔۔ رو داشت بروی و دوش بردوش

دو اختر سعد را بپاکی ۔۔۔ افتادہ قراں بہ برجِ[۲] خاکی

خویشانِ صنم ز شرمِ آں کار ۔۔۔ جستند بغیرت اندراں غار

تا سازکنند خشم و خونریز ۔۔۔ برکشتہ زنند خنجرِ تیز

۱؎ دخمہ بروزن زخمہ سردابۂ مردگاں باشد (برہان) ۱۲ حسرت

۲؎ ثور وسنبلہ وجدی اینجا مراد قبر ۱۲ حسرت

چون دست بپنجہ در زدندش ۔ پیچاکِ[1] غضب بسر زدندش

او را سرِ پنجہ بے خبر بود ۔ پیچش ز شکنجۂ دگر بود

باہم شدہ بود پوست با پوست ۔ پرواز نمودہ دوست با دوست

کردند بجنبش آزمونش ۔ از جاں رمقے نداشت خونش

بازو کہ حمایلِ صنم گشت ۔ از ہم نکشادش کہ خم گشت

افتاد بمغز نشاں غبارے ۔ کز یار جدا کنند یارے

پیرے دو سہ از بزرگواراں ۔ گفتند بچشمِ سیلِ باراں

کیں کار نہ شہوتِ ہوائیست ۔ سرّے ز خزینۂ خدائیست

ورنہ بہوس کسے نہ جوید ۔ کز جانِ عزیز دست شوید

خوش وقت کسے کہ از دلِ پاک ۔ در راہِ وفا چنیں شود خاک

وصل ارچہ باہلِ دل وبال است ۔ وصلے کہ چنیں بود حلال است

نفسے کہ نباشدش ہوا رام ۔ رامش ز کجا شود دد و دام

گر عاشقی ایں مقام دارد ۔ تقویٰ بجہاں چہ نام دارد

تا ہر دو نہ در مغاک[2] بودند ۔ زالایشِ نفس پاک بودند

دام و زرکہ شہر بندِ خاک اند ۔ پیداست کہ خود چگونہ پاک اند

اولیٰ بود از چنیں نشانے ۔ پاکیزہ تنے بہ پاک جانے

---

[1] پیچاک اسے پیچ و خم (غیاث) ۱۲ حسرت

[2] اسے تا زندہ بودند و در مغاک قبر نرفتہ ۱۲ حسرت

درہم شکنید حالِ ایشاں — درگردنِ ماو بالِ ایشاں

از سوزِ دل آں حکایتِ زار — کرد آں ہمہ را درونِ دل کار

کردند بدرد اشک ریزی — بر ہر دو فتادہ خاک بیزی

زاں روضہ کہ دل گداز گشتند — گریاں سوئے خانہ باز گشتند

زافسوس زدند نعرہ چوں کوس — خود حاصلِ عمر چیست افسوس

باآنکہ دہد جہاں بقائے — ہیچ است چو نیستش وفائے

عمر ارچہ بآدمی عزیز است — عمرے کہ چنیں بود چہ چیز است

ایں عمر کہ روئے کس نہ بیند — چوں باد رود کہ پس نہ بیند

نقدِ شدہ چوں تواں ستد باز — ما سادہ دل و فلک دغا باز

ہر دم بہ کمانِ کینۂ خویش — تیرے کشد آسمانِ بدکیش

منگر کہ بدیگرے کشاید — گر زوے چو گذشت بر تو آید

از وے کہ[1] جہد بہ گاہِ نخچیر — دوزد ہمہ خلق را بیک تیر

آنرا کہ بود بمرگ بنیاد — از مرگِ کسے کجا شود شاد

در نوبتِ کس مکن خوشی فاش — کیں کار بنوبتست خوش باش

گیرد رہِ تو اجل نہانی — گر رہ ندہی بخود تو دانی

غافل مشو از جوانیِ خویش — می ترس ز خصمِ جانیِ خویش

[1] کہ بمعنی کدام ۱۲ ش

موے سیہت کہ تیرہ رنگے ست | از عاریت[۱] زمانہ ننگے ست

ناخوش بود آں عروسِ طنّاز | کز زیورِ عاریت کند ناز

ایں چشمۂ خور کہ آب جوی ست | از موئے سیہ خضاب شوی ست

ایں شب کہ تراست عشرت آموز | تا چشم بہم زنی شود روز

ہر مہ مہ تو بر آسماں ہست | ماہی گیرے بنیمہ شست

از نیم و تمام ہر چہ ہستند | از نیمہ شستِ او نرستند

چرخ ست خراسِ آسیا رو | چہ کہنہ چہ نو در آسیا جو

صرصر چو زند بہ بوستاں گام | ہم پختہ فتد ز شاخ و ہم خام

آتش چو شعلہ بر کشد سر | چہ ہیزمِ خشک چہ گلِ تر

بازارِ جہاں مبیں کہ تیز ست | کایں جملہ متاعِ رستخیز ست

صبحش منگر کہ ہست دلخواہ | باشد دمِ گرگ و دامِ روباہ

شامش منگر کہ ہست خنداں | کاں تیغ نمایدت نہ دنداں

خندیدنِ آسماں ہلاکی ست | بس خندہ کہ آں ز خشمناکی ست

چوں شد برہِ تو شیر بدخوے | دست از رہِ خود بجوی خوشوے

انجم کہ رقیب[۲] جملہ چیزند | غارت گرِ جملہ چیز نیزند

دزدی کہ ز کوتوال باشد | در قلعہ دروں چہ حال باشد

[۱] یعنی چوں زمانہ بعاریت ترا موئے سیاہ دادہ است اسباب ننگ ست نہ سامانِ فخر ۱۲ حسرت
[۲] نگاہباں ۱۲ حسرت

خازن چو کند خزینه تاراج — گنجینهٔ نقب‌زن چه محتاج

این کهنه بساطِ عشرت‌اندوز — راهی است که میرود شب و روز

هر دم که زنی تو گاه و بیگاه — گامیست که میزنی درین راه

با تا خفتنی بدین روانی — پیداست که چند زنده مانی

بس خرصفتان که در اقامت — بستند طویله بر قیامت

زین مرحله چون برون جهیدند — رفتند چنانکه پس ندیدند

خامی‌ست که در سرای پرسوز — جا گرم کنند بهر ده روز

در سینهٔ غرور در نه گنجد — طوفان بتنور در نگنجد

بگسل ز وفای مادرِ خاک — کو بچهٔ خویش را خورد پاک

گفتی که مراست این زر و مال — نیست گر آیدت بدنبال

گنجی که دلِ تو شاد دارد — بین تا چو تو چند یاد دارد

خوشدل شدنت چو کودک از قند — زین صُرّهٔ[1] مروه ریگ تا چند

از لب نفسی رمیده گیرت — وآن زر به کسان رسیده گیرت

هیچ ست دمی که پیچ پیچ ست — بر هیچ مبند دل که هیچ ست

چون بر گره تهی نهی پیچ — گر باز کنی چه یابیش هیچ

خاکست خزینه در مغاکی — چندین چه دوی ز بهر خاکی

[1] صره کیسه ۲ حسرت

زانکس شکند کہ سنگ دارد	این شیشہ کہ پیش رنگ دارد

این مو بہا پیچیدن بگیسوئے منور ما در مغفورۂ خویش کہ تاب الشیب[۱] نوری داشت و بر پشت افتاد و بدین نالہائے سوزان نفس خس و خاکستر کردہ شدہ و گوہر پاک برادر حسام الدین را کہ در میان خواب خور د مورچہ گشت روشن گردانیدہ آمد

تغمدہما اللہ بغفرانہ

ماتم زدہ کیست کہ جہاں نیست	ماتم کدہ شد جہاں نہان نیست
از روزی[۲] خویشتن بدین روز	زانجملہ منم یکے درین سوز
ہم مادر و ہم برادرم رفت	کامسال دو نور ز اخترم رفت
گم شد دو مہ دو ہفتۂ من	یکھفتہ ز بخت نفتۂ من
دہرم بد و دہرہ[۳] خست سینہ	ہجرم زد و سو کشید کینہ
چرخ از دو طپانچہ کرد پیچم	بخت از دو شکنجہ داد پیچم
فریاد کہ ماتم دو افتاد	ماتم دو شد و غم دو افتاد

[۱] الشیب نوری یعنی پیری نورِ من ست ۱۲ ش [۲] روزی قسمت ۱۲ حسرت
[۳] دہرہ بروزن بہرہ شمشیریست کوچک (برہان) ۱۲ حسرت

حیف ست دو داغ چوں منے را / یک شعلہ بس ست خرمنے را

یک سینہ دو بار بر نگیرد / یک سر دو خمار بر نگیرد

از یک لگد آنکہ رخت ریزد / دو نیم زنیش چگونہ خیزد

آں دل کہ دو سوئے میگراید / گر شد ز میاں دو نیم شاید

خوں شد دلم از دریغ خوردن / و ز نالہ ہمچو تیغ خوردن

چوں مادر من بزیر خاک ست / گر خاک بسر کنم چہ باک ست

اے مادر من کجائے آخر / رو از چہ نمی نمائے آخر

خنداں ز دل زمیں بروں آئے / بر گریۂ زار من ببخشائے

راندی بہ بہشت کشتی خویش / رو تافتی از بہشتی[1] خویش

ہر جا کہ ز پائے تو غباری ست / ما را ز بہشت یادگاری ست

شیرازۂ جزو من ز تقدیر / آمیختہ خون تست با شیر

مہرے کہ بشیر شد فراہم / تا جاں نرود کجا شود کم

گیرم کہ شدی ز دیدہ مستور / از سینۂ من کجا شوی دور

زانجا کہ نوازشت فزوں بود / گستاخی من ز حد بروں بود

آزردہ دلم ز کردۂ خویش / کآزردہ شدی ز من ز حد بیش

با این خجلی کہ روسیاہم / عذرت بکدام روئے خواہم

از دیدہ و دل

[1] کنایہ از خوبرو و خوبصورت باشد (برہان) ۱۲ حسرت

زاں بے ادبی کہ بیش کردم — اینک ز فراق زخم خوردم

بر دل کہ صبوریش سپر نیست — تیر لئے ز فراق صعب تر نیست

در زندگیت ز روئے عادت — غافل بدم از چنیں سعادت

تا خانہ بود ز دولت آباد — قدرش نشناشد آدمی زاد

دولت چو عناں ز دست بر بود — مالیدنِ دست کے کند سود

من کایت ہجر خواندہ ام باز — میدانم گرچہ ماندہ ام باز

نعمت بحضور سہل چیز ست — ہر گہ کز دست شد عزیز ست

ہر دم کہ بتوفتد بہ سستی — کے داند قدرِ تندرستی

نشناسد مرد قدر خویشاں — تا دور بتوفتد از ایشاں

آنکس شرفِ حضور داند — کز ذوقِ حضور دور ماند

آید چو غمِ عزیز در پیش — آنکس کہ عزیز تر غمش بیش

ہر لقمہ کہ خوشتر ست و دلکش — باشد بقیاسِ آرزو خوش

نبود بخورش چو میل چنداں — حلوا خشک ست زیرِ دنداں

ذاتِ تو کہ حسنِ جانِ من بود — پشت من و پشتبانِ من بود

نامِ تو زنقش دولت انباز — ہم دولتِ بندہ بود و ہم ناز

با نازِ مناند دولتم جفت — نازا زچہ کنم چو دولتم خفت

نے نے کہ ترا چو نام زندہ ست — خود دولتِ من ہماں بندہ ست

(۱۰ب)

بیت

نامِ تو پناہِ خویش سازم | تعویذ کلاہِ خویش سازم

نے نام کہ مونسِ لبم ست آں | بل نایبِ اسمِ اعظم ست آں

روزے کہ لبِ تو در سخن بود | پندِ تو صلاحِ کارِ من بود

امروز ہمم[۱] بمہر و پیوند | خاموشیِ تو ہمی دہد پند

لیکن سخنِ تو گر بود ہوش | از ہوشِ تواں شنید نہ از گوش

غافل چو منے کہ نیست ہوشم | کے پندِ تو رہ برد بگوشم

زانجا کہ بزندگانیِ خوب | بردی رقمے ز غیرِ مغضوب[۲]

اکنونت گماں برم کہ ناکام[۳] | در خوردِ عمل بود سرانجام

گر ہیچ رواجِ کار یابی | در پردۂ قدس باریابی

یاد آر بحضرتِ رفیعم | خوشنودیِ خویش کن شفیعم

دانم کہ تو در بہشتِ جاوید | رخشندہ تری ز ماہ و خورشید

چون ست برِ تو ہمسرِ من | فرزندِ تو و برادرِ من

قتلغ[۴] کہ مرا ز حق تبارک | بودہ است چو نامِ خود مبارک

از اوجِ وفا کبوترِ پاک | ہم کابکِ من ز برجِ افلاک

نے نے غلطم کہ در سواری | شاہینِ دلاورِ شکاری

---

۱ اے امروز ہم مرا ۱۲ حسرت ۲ اشارہ بجانب آیہ غیر المغضوب علیہم ۱۲ حسرت

۳ ناکام بالضرور (غیاث) ۱۲ حسرت

۴ قتلغ اسم ترکی ست ۱۲ حسرت

در معرکہ اژدہا نظیرے | درمستیٔ بادہ[1] شیر گیرے
روا زہمہ سو برزم چوں تیغ | تیغ ازہمہ رو چو برق درمیغ
آئینِ غزا تمام کردہ | دولت بنقش حسام کردہ
در حملہ دُرست چوں پدر شیر | نے ہمچو منِ شکستہ شمشیر
چوں حرفِ پدر ہمہ زبر[2] کرد | ہم عزم[3] ولایتِ دگر کرد
شد جانِ پدر زجانِ او شاد | لیکن غمِ او بجانم افتاد
اے مونس و یاورم غمِ تو[4] | نہ از دل کہ زجاں خورم غمِ تو
بے مونس و بے رفیق و بے یار | چونی و چہ میکنی در آں غار
بودی زتوانِ بے ترازو[5] | بازوئے من و توانِ بازو
رفتی و تواں زبازوم رفت | نقد شرف از ترازوم رفت
خواہم کہ بجستنت شتابم | جویم و لے[6] از کجات یابم
بسیار شبت بشادمانی | آمد بصبوحِ کامرانی
تا عاقبت آں مئے طرب زائے | یکباں دراو فگندت از پائے
دوراں کہ قدح لبالبت داد | درخوردِ نشستنِ شبت داد
چہ شد کہ تنک[7] شراب گشتی | پیش از دگراں خراب گشتی
خویشاں کہ زخویش سیر گردند | لختے بہ کشش دلیر گردند

[1] اے بادۂ جوانی ۱۲ حسرت [2] از بر ۱۲ حسرت [3] اے در پے پدر بآخرت شتافت ۱۲ حسرت
[4] اے بے اندازہ ۱۲ حسرت [5] تنک شراب کمظرف کہ زود مست گردد ۱۲ حسرت

کوشند اگرچه در جدائی
زینسان نه برند آشنائی

بنمائے رخ این چه روئے بستست
بیدار شو این چه دیر خوابست

گر ننگری این تن خرابم
بارے رخ خود نما بخوابم

از خواب تو در برادران تاب
خوش کرده تو با برادران خواب

دوری همه گرچه نادرستست
دوری ز برادران درشتست

فریاد کنم ز جان ناشاد
فریاد که نشنوی تو فریاد

هر دم خورم از فسوس خارے
خود نیست چو من فسوس خوارے

هر نیم شبے و صبح گاہے
از حسرت تو برآرم آہے

چون تو نکنی بسوئے من راه
از آه چه خیزدم همان آه

دانم که بدین شغب فزائی
زانجا که تو رفته نیائی

لیکن چه کنم چو ناشکیبم
خود را به بهانه می فریبم

اے درد تو هم طویلهٔ من
حال تو برون ز حیلهٔ من

در خاک نه زان نمط شدی گم
کائی بنظر بجهد مردم

غربال دل ارچه خاک بیزست
دریافتنت بر ستیزست

نائی چو بکوششم فراچنگ
از بے گہری بدل نہم سنگ

سنگیں کنم این دل پر آتش
کآتش باشد بسنگ دلخوش

در سینه نهم ز سوگواری
غمهائے ترا بغمگساری

نامِ تو بصبر کردنِ دل — طومار کنم بگردنِ دل

نقشِ تو بدل نگار سازم — وز یادِ تو یادگار سازم

آیم بتو چون شکسته رائے — خوانم بشکستگی دعائے

دعوت چو درِ امید گیرد — امید پذیر در پذیرد

هم تو ز نصیبِ آنجهانی — بفرست نصیبم آنچه دانی

روحِ تو که باد دور از آذر — باشد چو رفیقِ روحِ مادر

شاید که باتفاقِ فرخ — آرید برحمتِ خدا رخ

گویید بهر سکون و سیرے — ایمانِ مرا دعائے خیرے

تا چون بسوئے شما کنم راه — مومن چو شمارم الی الله

یارب که برحمتِ گنه شوئے — از گردِ گنه بشوئے شان روئے

آمرزشِ خویش یارِ شان کن — بخشایشِ خود نثارِ شان کن

میدار بخلدِ شان فراهم — نوبت چو بمن رسد مرا هم

در ختم این نامهٔ مسلسل مجنون که هر نقش مقرر قلب ست قفل خط کشیدن بر خطاے حرف گیران که صحیفهٔ مردمان را انگشت پیچ کنند و چون نامهٔ ایشان باز کشائی به پیچند از پیچ پیچ مشتے لیام چه التفات ان شاء الله کراماً کاتبین این نامهٔ سیاه را بر من نه پیچانند یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب

چون گنج هنر کشاده بستم — نوباوهٔ[2] غیب بست ختم

نالہ دو نان ۲ حسرت نوباوه هر چیز نو درآمده و هر چیز را نیز گفته اند که دیدنش چشم را خوش آید و پسند طبیعت باشد (برهان)

ارزانیِ گوہرِ گران خیز ... کرد از ہمہ سو خرندہ را تیز

آمد فلک آستیں کشادہ ... نہ بحر دُر آستیں نہادہ

انجم کہ کشادہ تحفہ دیدند ... دُرّے بستارۂ خریدند

باقی کہ نداشت قیمت ایام ... دادم قدرے بمشتری دام

از غلغلِ ایں سرود و ایں لحن ... پاکوفت فرشتہ برہم صحن

میخواست بسے دلِ ہوس باز ... کز سحرِ قدیم نو کنم ساز

بیروں دہم از دمِ درونے ... باجادوئے رفتہ ہم فسونے

پے برپئے او چنانکہ دانم ... گفتم قدمے زدن توانم

از شیوۂ خود رمیدہ گشتم ... تسلیمِ ہماں جریدہ[1] گشتم

چیدم بقلم نمونۂ پیش ... بردم زمیاں تکلفِ خویش

آرایشِ پیکرِ معانی ... بستم بسلاستِ روانی

کاں مایہ کہ صنعتے بود خام ... از شیوۂ من بروں برد نام

چشمے کہ دلے برد بتاراج ... دانی کہ بسرمہ نیست محتاج

در وہمہ کی برابر وئے زشت ... چوں سبزۂ تر بود در انگشت

زاں سکہ کہ مردِ پرہنر داشت ... بہ زیں نتواں نمونہ برداشت

گر خود بزلالِ من شدی غرق ... ممکن نشدیش درمیاں فرق

[1] جریدہ یکتا ۱۲ حسرت

زین بیش تفاوتے ندانم — کان از دلِ اوست وین زجانم

هر دم که بزاد تو امانند — هم هر دو بیکدگر بمانند

دو خط که نویسی از یکے دست — هم نوعِ تفاوتے در آن هست

کلک ارچه کشد دو نقطه برکار — هم بیش وکمی بود بمقدار

نقّاش که پیکرے نشان کرد — دیگر نتواند آنچنان کرد

مانی که قلم زنِ خیال ست — مانند نبشتنش محال ست

مقصودِ من از بیانِ این حرف — طرزِ سخن ست و صرفهٔ صرف

کاقلیمِ کسان بزهرهٔ شیر — بهٔ زین نتوان ستد بشمشیر

هرچند که این خطِ مسلسل — موئے نبود ز حرفِ اوّل

دانم بیقین که حاسدِ خس (مجنون لیلی ۱۲) — پشمینه رقم کند بر اطلس[۱] (لیلی مجنون ۱۲)

اے آنکه بہ[۲] مرا تهی تام — وز غورهٔ خویش خوش کنی کام

از من نظرت بچشمِ سوزن — وندر دفِ تو هزار روزن

غربال سپر کنی چو در جنگ — زخم آوردت ز صد در آهنگ

گر ما ز هنر تهی میانیم — بارے تو بگوئی تا بدانیم

از دعوی این خیال سنجی — تا گفته ملاف تا نرنجی

بنود چو فسانهٔ تو نامی — بیهوده چه لافی از نظامی

---

۱ بر اطلس از پشمینه نقش و نگار کردن غیر موزون ست ۱۲ حسرت ۲ بہ مخفف بهی میوه ۱۲ اشس

گفتی دمِ اوست مرده را زیست — آن زانِ ولیست زانِ تو چیست

گر زان قدح آری آنچه خوردم — بے گفتِ تو اعتراف کردم

لیکن بتو ار بود متاعے — بگشا ز دوکانِ خود قفاعے[1]

صد رحمتِ ایزدی بر آن مرد — کز کیسۂ خود بود جوانمرد

از خوانِ کساں نواله دادن — بر نسیه بود قباله دادن

من کرده ام این دغل شماری — تو نیز بیار تا چه داری

دانم که بچاشنیٔ این شهد — گوئی صد و پیچی بصد جهد

لیکن نرود جنیبتِ لنگ — پویان و دوان هزار فرسنگ

زاں کرده ام این نوائے خوش ساز — تا گوشِ زمانه را کنم باز

ذوقے که درین دمِ حیات است — همشیرۂ اوّلین نبات است

زنده است بمعنی [مجنوں لیلی ۱۲] اوستادم — ورنیست منش [لیلی مجنوں ۱۲] حیات دادم

احسنت زہے سخنورِ چست — کز نکته دهانِ عالمے شست

میداد چو نظم نامه را پیچ — باقی نگذاشت بهرِ ما هیچ

آں بحر که بر لبش خسے نیست — محتاجِ ستایشِ کسے نیست

آنکس که قدم چناں سپرده است — انصاف خود آنچه بود برده است

انصاف مرا سزاست بارے — کز هیچ کنم چنین نگارے

---

[1] قفاع نمونۂ جنسِ ناقص ۱۲ اش

اوز آنهمه فکر گوهر آمائے ‌ ‌ ‌ ‌ تنها ز یک روش بروں پائے

صد طرز سخن چو شکر و شهد ‌ ‌ ‌ ‌ ننمود مگر بمثنوی جهد

او بود بیک فنی نشانه ‌ ‌ ‌ ‌ چوں یک فنه بود شد یگانه

دانا که در خرد کشاید ‌ ‌ ‌ ‌ آں کار کند که نیکش آید

گاذر که بکار خود تمام ست ‌ ‌ ‌ ‌ بهتر ز حریر باف خام ست

لنگے که برقص شد سبک خیز ‌ ‌ ‌ ‌ هنگامهٔ خنده را کند تیز

کورے که کند گهر شناسی ‌ ‌ ‌ ‌ بازی کند از دم قیاسی

آں گنج نشان و گنجه پرورد ‌ ‌ ‌ ‌ بوده است دریں متاع درخورد

وانکه زجهاں فراغ جسته ‌ ‌ ‌ ‌ وز شغل زمانه دست شسته

بارے نه بدل مگر همیں بار ‌ ‌ ‌ ‌ کارے نه دگر مگر همیں کار

کوشش همه در سخن سگالی ‌ ‌ ‌ ‌ خاطر ز هر التفات خالی

کنجے و دلے ز محنت آزاد ‌ ‌ ‌ ‌ آسودگی تمام بنیاد

از هر ملکے و نیک نامے ‌ ‌ ‌ ‌ اسباب معاش را نظامے

بے جنبش پائے کام در دست ‌ ‌ ‌ ‌ میگوئے سخن چو کام دل هست

چندیں سبب مراد باهم ‌ ‌ ‌ ‌ چوں نایدش ایں سخن فراهم

مسکیں من مستمند بیهوش ‌ ‌ ‌ ‌ از سوختگی چو دیگ در جوش

شب تا سحر از صباح تا شام ‌ ‌ ‌ ‌ در گوشهٔ غم نگیرم آرام

باشم ز برائے نفسِ خود رائے — پیش چو خودے ستادہ بر پائے

تا خوئے نرود ز پائے تا سر — دستم نشود ز آبِ کس تر

مزدے[1] کہ دہند منتِ داد — واں رنج کہ من برم ہمہ باد

چوں خر کہ علف کشد بزاری — ریزند جوش وے بخواری

گر از پئے ہفتۂ زمانے — یا ہم ز فراغِ دل نشانے

سہل ست بفرصتے چناں تنگ — کاوندہ چہ زر برآرد از سنگ

ممدوحِ خجستہ را کنم یاد — یا رغبتِ سینہ را دہم داد

بختـ[2]ـا ایں کہ سخن سبک عناں ست — کاں در دل و گنج بر زباں ست

کلکم کہ سرش زبانِ غیب ست — گنجینہ کشائے کانِ غیب ست

آواز دہم چو در روانی — لبیک زناں دو د معانی

از جنبشِ نظم گرم رفتار — ورنہ ز فکر ماندہ بے کار

با چنداں شغلِ خاطر آشوب — چندیں بر نو دہم بیک چوب

گر از تگ و پوئے آب و نانم — ق — بودے قدرے خلاصِ جانم

روشن گشتے کہ از چنیں دُر — آفاق چگونہ کردمے پُر

با اینہمہ ہر کہ بیند ایں گنج — معلوم کند حدِ سخن سنج

---

[1] اے مزدِ رنجِ من دہند و منتِ عطا نہند، رنجِ مرا ضائع شناسند ۱۲ حسرت

[2] اے خوبیِ بخت ست ۱۲ حسرت

انصافِ من ار تو نہ ہی ای دوست
خود نافہ کند حکایت از پوست

ور تو نہ ہی بجان سپاسم
من قیمتِ لعل خود شناسم

ور تو نکنی ز آفریں شاد
من خود کنم آفرینِ خود باد

ہر کس ز برائے نیک و بد را
لیسد بزبانِ خویش خود را

گر بہ بزبان نہ خار دارد
گو شانہ سینہ خار دارد

مردار چہ بعقل ناتواناست
در شستنِ عیبِ خویش داناست

گاوے کہ زبانِ او درشت است
سوہانِ درشتہائے پشت است

سگ نیز برائے راحتِ خویش
شوید بزبان جراحتِ خویش

چوں من بسگی نمودم اقرار
تو شیری خویشتن نگہدار

نے نے نہ سگم کہ شیر مردم
خاصہ کہ چنیں شکار کردم

ایں آہو شیر گیر من باد
ز آہو گیرانِ عالم آزاد

از شکرِ خدائے خوش کنم کام
کآغازِ صحیفہ شد بانجام

نامش کہ زغیب شد مسجّل
مجنون لیلی بعکس اوّل

تاریخ زہجرت آنکہ بگذشت
سالش نود ست و ششصد و ہشت ۶۹۸

بیتش بشمارِ راستی ہست
جملہ دو ہزار و ششصد و شصت ۲۶۶۰

ہر کو نکند بطبع قابل
ما بعدِ نوشتنش مقابل

نہیں

ق

سلہ آہو گیر عیب بین ۲ آہستہ

یا بیتے ازین عدد کند کم | کم یا د ورا خلاصی از غم

اُمید که هر خرد پناہے | از چشم رضا کند نگاہے

زانکس که نگه کند به تمکیں | انصاف طلب کنم نه تحسیں

یارب که من سیاه نامه | کاراستم ایں ورق بخامه

هرچند بد آمد ایں شمارم | چشم از تو بجز بہی ندارم

ق

شعر ارچه صلاحِ کارِ دیں نیست | بر روے ز شریعت آفریں نیست

این نامه سزائے آفریں باد
انشاء الله همچنیں باد

تمت بالخیر

عرفی

در قبول نذر عشق هزاران شرط است
اول از عافیت رفته ندامت باید